

حیاتِ طیبہ
ضیاء

پیر کے دن کی اہمیت

شہنشاہ کوثر

اشترکیا
انٹرنیشنل نیوشاپس کالونی گھر
ملتان روڈ • - لاہور

کتاب گھر

✓
۲۹۷۶۹۹۲۱
۲۸ شہنا
۳۳۲۲

کتاب : حیات طیبہ میں پیر کے دن کی اہمیت
مصنفہ : شہناز کوثر - بی اے
مصحبین : راجا رشید محمود - ستمیم اختر - کوثر پروین
ناشرین : اظہر محمود - اختر محمود
خوشنویس : محمد یوسف نوری
اشاعتِ اول : ۱۹ اگست ۱۹۹۱ء (پیر)
تعداد : گیارہ سو
مطبع : بونس پرنٹرز ، لاہور
قیمت : اسی روپے

اختر کتاب گھر

اظہر منزل - نیو شالامار کالونی - بلتستان روڈ - لاہور - ۵۴۵۰۰

☎ ۴۶۳۶۸۴ ☎

PC-10-93

پیر کے دن
کثرت سے درود شریف پڑھنے والوں
کے فاقم

فہرست

۵

۱۳

۲۲

۲۹

۳۱

۳۲

۳۶

۳۸

۴۲

۴۶

۵۷

۶۵

۶۶

۸۷

۹۳

۹۹

۱۰۵

۱۱۱

دیباچہ

ولادتِ پاک

پہلے دو شنبہ رپیرا کے معجزات

عورتوں کی آزادی کا آغاز

ابولہب کے عذاب میں تخفیف

حضرت خدیجہؓ سے نکاح

حجرِ اسود کی تنصیب

نزولِ وحی

اعلانِ نبوت

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی دعا

معراجِ النبیؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت ابوبکرؓ کے لیے صدیق کا لقب

ہجرتِ مدینہ

غزوہٴ ابواء

غزوہٴ بواط

غزوہٴ صفوان

غزوہٴ ذی عسیرہ

تحويلِ قبلہ

فہرست

۱۱۸	غزوة بدر
۱۲۲	سیرتہ زید بن حارثہ
۱۲۷	حضرت ام کلثومؓ کا نکاح
۱۵۲	سیرتہ عبداللہ بن انیس
۱۶۱	غزوة بدر موعظہ
۱۶۲	غزوة ذات الرقاع -
۱۷۲	غزوة بنو مصطلق
۱۷۷	غزوة خندق
۱۹۵	غزوة بنو قریظہ
۲۰۵	صلح حدیبیہ
۲۱۸	عمرة القضا
۲۲۴	فتح مکہ
۲۲۱	غزوة تبوک
۲۵۸	حجۃ الوداع
۲۶۲	مہم أسامہ بن
۲۷۴	حضرت عائشہؓ کے ہاں مستقل قیام
۲۸۲	سیدہ فاطمہؓ سے باتیں
۲۸۸	وصال النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دیباچہ

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس دنیا سے اب وگل میں تشریف لانے کی تاریخ کے بارے میں تو مسکی کیلنڈر اور مدنی کیلنڈر کے اختلاف کے سبب یا کسی اور وجہ سے سیرت نگاروں میں اختلاف پایا جاتا ہے اگرچہ بعد میں جمہور علماء کا ۱۲ ربیع الاول کے دن پر اتفاق بھی ہو گیا۔ اور دنیا بھر میں حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے میلاد کا دن اسی تاریخ کو منایا جاتا ہے (اس موضوع پر کچھ اجمالی تفصیل "ولادت پاک" کے باب میں موجود ہے) لیکن ولادت پاک کے دن کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف ہو ہی نہیں سکتا کہ پیر کے دن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا ذکر حدیث پاک میں موجود ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعلت کے لیے پیر کا دن منتخب فرمایا۔ انہیں اس دن دنیا میں بھیجا۔ اگر شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب اس شعر کو ذہن میں رکھیں کہ

خلقت مبرا من کل عیب
کانک قد خلقت کما تشاء

آپ ہر عیب سے پاک پیدا کیے گئے ہیں۔ آپ کو تو آپ کی خواہش کے مطابق پیدا کیا گیا (مطابق پیر کا دن منتخب فرمایا۔ انہیں اس دن دنیا میں بھیجا۔ اگر شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے منسوب اس شعر کو ذہن میں رکھیں کہ)

تو کہا جاسکتا ہے کہ ہفتے کے سات دنوں میں سے ہمارے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ولادت پاک کے لیے دو شنبہ (پیر) کے دن کو منتخب فرمایا۔ حضور سرور کونین سلطان دارین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انسانیت کی

کے لیے دنیا میں تشریف لانے کے لیے پیر کے دن کا انتخاب فرمایا۔ تو اس سے پیر کی اہمیت تو ظاہر ہو گئی لیکن جب ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے یوم ولادت کو بڑی اہمیت دیتے ہیں، اس دن آپ اس نعمت کبریٰ اور اس وجود مسعود کے لیے شکر بجالاتے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا اور جس سے ہر شے فیض یاب ہوتی تھی۔ (ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی۔ علموا اولادکم محبت رسول اللہ۔ مطبوعہ سعودی عرب، ۱۹۸۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دن روزہ رکھا کرتے تھے۔

صحیح مسلم کی کتاب الصیام میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث پاک میں ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر کے روزہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ”اس دن میری ولادت ہوئی تھی اور مجھ پر وحی کا نزول ہوا تھا“

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے یوم پیدائش پر ہر سنتے روزہ رکھتے دیکھ کر کسی صحابہ کرام (رضی اللہ عنہم) نے بھی روزہ رکھنا شروع کر دیا ہوگا مگر میری کم نگاہی اور کم ہمتی نے بھی دو صحابہ کے بارے میں تو معلوم کر ہی لیا۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کی اہلیہ جن کا اصل نام لبابہ یا سماہ تھا اور ام الفضل کی کنیت سے مشہور تھیں۔ انہوں نے خواتین میں ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰؓ کے بعد اسلام قبول کیا تھا۔ ان کو ایک خصوصیت یہ بھی حاصل ہے کہ ام المؤمنین حضرت میمونہ بنت حارث ان کی سگی بہن تھیں۔ انہوں نے حضرت امام حسینؓ کو پالا تھا اور انہیں دودھ بھی پلایا تھا۔ ان سے تین احادیث بھی مروی ہیں۔ (علی اصغر چوہدری۔ عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۳۳، ۳۴) حضرت ام الفضلؓ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یوم پیدائش کے حوالے سے ہر دو شنبہ کو روزہ رکھتی تھیں۔ (مولانا سعید ارماری۔ سیر الصحابیات

ان کے علاوہ حضرت اسامہؓ بن زید بھی ہر دو شنبہ رپیرا کو روزہ رکھتے تھے
 حضرت اسامہؓ حضرت ام امینؓ کے بیٹے تھے۔ ام امین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کی آیا اور پرورش کرنے والی تھیں جن کا اصل نام بَرک تھا۔ حضرت ام امینؓ کے
 پہلے شوہر کی وفات کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ام امینؓ میری
 ماں ہیں، ان سے کون شادی کرے گا تو حضرت زیدؓ نے ان سے شادی کر لی۔
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت زیدؓ بن حارثہ سے بھی بے حد محبت فرماتے
 تھے۔ حضرت اسامہؓ سے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا تو یہ عالم تھا
 کہ یہ ”حبیب رسول“ کے لقب سے مشہور ہوئے۔ طبقات ابن سعد، حصہ پنجم
 میں ہے۔ حضرت اسامہؓ کے غلام کہتے ہیں کہ وہ دو شنبہ اور پنج شنبہ کو روزہ رکھتے
 تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے
 ہو گئے ہیں، فرمایا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ دو شنبہ
 اور پنج شنبہ کو روزہ رکھتے تھے۔ نقوش - رسول نمبر - جلد ہفتم - ص ۱۲۸۰

حضرت ابوالدرداءؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ میرا گنبد
 حضرت عامر انصاریؓ کے مکان کی طرف ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ غلام اپنے گنبد والوں
 اور بیٹوں کو آنحضرت کے واقعات و ولادت سناتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہی
 دن تھا یعنی پیر کا دن (جب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم دنیا میں رونق فرما
 ہوئے تو حضور نے یہ دیکھ کر فرمایا ”ان اطفال صبیح لاک ابواب الرحمة و
 الاملائے کلہم يستغفرون لک من فعل فحلاک یحل بحالاک“
 بیشک اللہ نے تمہارے لیے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور تم فرشتے
 تمہارے لیے بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ جو شخص تمہارے جیسا کام کرے گا
 وہ ایسا ہی اجر پائے گا۔ رسول الکلام فی بیان المولد والقیام (۱۳۰۱ھ) / التقریر
 فی مولد المسراج المنیر از امام محمد بن حسن محدث اندلسی - ص ۲۲۵، ۲۲۳ / ”الفتیہ“
 امرتسر - میلاد نمبر ۱۹۳۲ - ص ۱۹

ایسے حالات پڑھ کر ہمیں کرید ہوئی کہ پیر کے دن کی اہمیت پر کچھ اور حقائق بھی معلوم کیے جائیں۔ اس نقطہ نظر سے دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ حضور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدِ گرامی اور والدہ مکرمہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہما کی شادی بھی پیر کے دن ہوئی تھی، اس دن جمادی الاخریٰ کی پہلی تھی (ماہنامہ الوارث کراچی۔ اپریل ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۷، ۳۸۔ مضمون اسلامی مہینوں کے فضائل از سید معراج جامی) پھر جیسا کہ کتاب کے آئندہ ابواب میں تفصیلی ذکر آئے گا، ام المؤمنین حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح بھی پیر ہی کے دن ہوا تھا اور پیر ہی کی اہمیت اور فضیلت کے باعث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی پیاری بیٹی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ اسی دن کی ہوگی۔ پیر کے دن کی ایک اہمیت کے حوالے سے حدیث پاک میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دو شنبہ (پیر) کے دن درخت کو پیدا کیا۔ (ڈاکٹر محمد عبدالہ میانی "علمنا اولادکم محبت رسول اللہ" ص ۴۶) درخت کو کسی خصوصیات حاصل ہیں۔ ایک یہ کہ یہ سایہ دار ہوتا ہے، اس کی ٹھنڈی چھاؤں میں انسان، حیوان سب کو آرام ملتا ہے۔ انسانیت کے لیے اس کے مفید ہونے کے بارے میں ماہرین جمادات بہت کچھ لکھتے ہیں لیکن اہل محبت کے نزدیک درخت سبز ہوتا ہے۔ گویا یہ گنبدِ خضر کے رنگ میں رنگا ہوا ہوتا ہے اور سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک سراپا کو دیکھ کر آپ کی طرف جبک جاتا تھا۔ بحیرا راہب سے جب حضرت ابوطالب نے پوچھا کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نبی ہونے کا یقین کیسے ہے تو اس نے جواب دیا کہ جب یہ پہاڑ سے اتر رہے تھے تو درخت انہیں سجدہ کرتے تھے درخت کی اہمیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں اس کا وجود رکھا ہے۔ کتابوں میں ہے کہ درخت بھی محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں۔ یہ

بھی ملتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھولوں کے بادشاہ گلاب کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پسینہ مبارک سے پیدا کیا۔ (شہناز کوثر - قوس قزح - ص ۱۳۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخت کی نسبت کئی لحاظ سے بہت موقع ہے۔ جب اقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غار ثور سے پیر کے دن نکلے۔ اور امّ مہجد کے خیمے پر قیام فرمایا۔ وہیں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز کے وقت وضو فرمایا جس جگہ وضو کا پانی ٹھہرا تھا وہاں ایک عجیب و غریب درخت درخت پیدا ہوا جس پر نہایت خوش ذائقہ پھل لگتے تھے۔ یہ پھل بیماروں کے کام آتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات تک وہ درخت رہا۔

وصال کے بعد وہ درخت بھی سوکھ گیا۔ (عبد العزیز ہزاروی - سیرۃ مصطفیٰ ص ۱۸۴) یعنی اس درخت کی ابتدا پیر کے دن ہوئی اور پیر کے دن ہی یہ سوکھ گیا۔

جوں جوں پیر کے دن کی خصوصیات اور اہمیت کے متعلق تحقیق کی گئی، نئی نئی باتیں معلوم ہوئیں۔ پتا چلا کہ پیر کے دن اور پنج شنبہ کے دن امت کے اعمال پیش ہوتے ہیں (طبقات ابن سعد، حصہ چہارم) پیر (دوشنبہ) اور جمعرات (پنج شنبہ) کو امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوتے ہیں۔ اگر امت کے اعمال نیک ہوں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شکر ادا فرماتے ہیں اور اگر اعمال بد ہوں تو خدا تعالیٰ سے اپنی گنہگار امت کی بخشش کی دعا فرماتے ہیں۔ (سید محمد عابد - رحمة للعالمین ص ۳۶۱)

پیر کے دن کی اہمیت کے ان دلائل کے پیش نظر، کوشش کی گئی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیر کے دن کے حوالے سے جو خاص واقعات ہوئے، ان کے بارے میں تحقیق کی جائے چنانچہ معلوم ہوا کہ حجر اسود کی تنصیب کے معاملے پر قبائل عرب میں متوقع لڑائی کو بھی پیر کے دن روکا گیا۔ اللہ کریم نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل کی تو ان کے پسندیدہ دن پیر کو۔ نزل وحی کے قریباً تین سال بعد اعلان نبوت بھی اسی دن کیا گیا۔ سرکار

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے معراج پر بلایا تو پیر کو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے مانگنے کی دعا بھی پیر کے دن کی گئی۔ ہجرت مدینہ میں بھی پیر کے دن کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ کفار سے جو جنگیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی قیادت میں لڑی گئیں ان میں سے بہت سے غزوات یا تو پیر کے دن لڑے گئے یا ان غزوات کے لیے سفر کا آغاز پیر کے دن کیا گیا۔ غزوة احزاب (خندق) کے لیے فتح کی دعا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خیمہ مبارک میں اہماں اب مسجد فتح ہے پیر کے دن مانگی۔ مختلف سرایاں بھی دو شنبہ سے متعلق دکھائی دیتے ہیں۔ صلح حدیبیہ، عمرہ القضا، فتح مکہ اور حجۃ الوداع میں بھی دو شنبہ صاف نظر آتا ہے۔ جب حضور آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت خراب ہوتی تو دوسری بیویوں سے اجازت لے کر آپ پیر کے دن ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما کے ہاں منتقل ہو گئے۔ اس کے بعد دوسرے پیر ۱۲ ربیع الاول کو وصال ہوا۔ مولانا عبدالرؤف دانا پوری۔ اصح السیر۔ ص ۵۱۱، ۵۱۲۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پیر کے دن دنیا میں بھیجا اور پیر ہی کے دن انہیں واپس بلایا۔

اللہ کریم نے پیر کے دن کو مختلف حیثیتوں سے اہمیت عطا کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ میں پیر کا دن بہت واضح دکھائی دیتا ہے تو ہمارے لیے ضروری ٹھہرتا ہے کہ ہم بھی اس دن کو بہت اہمیت دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وادیت پاک کے حملے سے بھی اس دن کو یاد رکھیں اور منائیں، روزہ رکھیں، درود و سلام کی کثرت کریں۔ محافل میلاد برپا کریں۔ اس دن ابو لہب نے حضرت ثویبہ کو میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشی میں آزاد کر دیا تھا تو پیر کا دن عورتوں کی آزادی کا روزہ اول بھرا۔ ہمارے لیے ضروری ہے کہ کہ قرآن مجید، احادیث مقدسہ اور سیرت طیبہ میں جتنی آزادی عورتوں کو دی گئی ہے اور جو اہمیت انہیں حاصل ہے اس سے سب مواخراٹ نہ کریں۔

والدین مصطفیٰ ام کی شادی پیر کے دن ہوئی، آئندہ خدیجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح پیر کو ہوا۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت ام کلثومؓ کی شادی بھی اسی دن ہوئی تو کیا یہ مناسب ہوگا کہ آج کل بھی لوگ شادیاں پیر کے دن کیا کریں۔ حجر اسود کو کعبۃ اللہ کی دیوار میں رکھنے پر، قبائل میں جو جھگڑا ہونے والا تھا، وہ بھی پیر کے دن ٹلا تو کیا پیر کو صلح معافی اور لڑائی جھگڑے ختم کرنے کے دن کے طور پر منایا جانا بہتر نہ ہوگا۔ اسی طرح ہمیں انفرادی اور اجتماعی کاموں کا آغاز اس مبارک دن سے کرنا زیادہ اچھا ہوگا اور جب پیر کو امت کے اعمال حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں تو کتنا اچھا ہو، اگر ہمارے اعمال اس کیفیت میں پیش ہوں کہ ہم اس وقت اپنے آقا و مولا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور ہدیہ درود و سلام پیش کر رہے ہوں۔

خدا کرے، ہم پیر کے دن کے پیش نظر اپنے کاموں کی ابتداء اس دن کریں

اور اس دن زیادہ سے زیادہ عبادت کریں اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں زیادہ سے زیادہ درود پاک پیش کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوں۔ آمین۔

شہناز کوثر

ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور

ولادتِ پاک

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا میں تشریف لانے کے لیے پیسہ کے دن کا انتخاب کیا گیا۔ نور بخش توکل کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کے دن فجر کے وقت پیدا ہوئے۔ جس وقت آسمان پر ستارے نظر آ رہے تھے ۲ اس بات پر تمام سیرت نگار متفق ہیں کہ پیر کا دن تھا۔ اور ربیع الاول کا مہینا تھا ۳ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دو شنبہ کو پیدا ہوئے۔ دو شنبہ ہی کو نزولِ وحی ہوئی اسی دن ہجرت کی اور دو شنبہ ہی کو مدینہ منورہ میں داخل ہوئے ۴ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ آپ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں اسی دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر وحی کی ابتدا ہوئی ۵

سیرت نگاروں کے ساتھ ساتھ شعراءِ کرام نے بھی عیدِ میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے موضوع پر شعر کہتے ہوئے دو شنبہ (پیر) کا ذکر کیا ہے فارسی کی ایک منظوم سیرت "نبی نامہ عرف جملہ احمدی" کی جلد اول ہمارے ذخیرہ کتب میں موجود ہے لیکن اس کے اولین صفحات پر شاعر کا نام درج نہیں ہے کتاب مطبع مفید عام اکبر آباد سے ۱۲۹۹ھ میں چھپی۔ کتاب ناقص الآخر ہے۔ اس میں پیر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادتِ پاک کے متعلق یہ شعر ہیں۔

بگویند جملہ زائل سے سیر کہ روزِ دو شنبہ سعادت اثر
بود روزِ میلادِ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ وعلیہ السلام ۳
اردو کے چند لغت گو شعراءِ کرام کے اس موضوع پر اشعار ملاحظہ فرمائیں

حسن رضا خاں بریلوی :

قربان لے دو شنبے تجھ پر ہزار جمعے
وہ فضل تو نے پایا صبح شب ولادت ۷

حافظ پسیلی بھٹی :

۶۷۵

بعد آدم شش ہزار و ہفصد و پنجاہ سال
جب ہوئے پورے تو وہ نور خدا پیدا ہوئے
دن دو شنبہ کا تھا وہ اور بارہویں تاریخ تھی
صبح صادق تھی کہ وہ شمس الصبحی پیدا ہوئے ۸

حافظ جوئی پوری :

دو شنبہ کو ہوئے پیدا محمد سرور عالم
دوازده تھی ربیع اول کی شان مولد حضرت ۹

مفتی احمد یار خاں سالک نعیمی :

ماہ ربیع الاول آیا رب کی رحمت ساتھ میں لایا
وقت مبارک رات سہانی صبح کا ترکا ہے نورانی
پیر کا دن، تاریخ ہے بارہ فرس پہ چمکا عرش تارا ۱۰
صیبر القادری بدایونی :

مبارک بارہویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا
شرف کی رات، عزت کی سحر، توقیر کا دن تھا ۱۱
دو شنبہ کی مبارک صبح تکبیروں کے نعموں میں
محمد مصطفیٰ روحی فدا، صل علی آئے ۱۲

اختر الحمادی الصنیانی :

ہے اوج پر کوکب دو شنبہ
آئی سحر شب دو شنبہ ۱۳

عزیز حاصل پوری

افضل الايام ہے یوم دوشنبہ نور کا
اس مبارک یوم کا ہے لمحہ لمحہ نور کا ۱۴

صائب براری، (کراچی)

بوقت صبح صادق، بارہویں شب روزِ دوشنبہ

ہوتے ماہِ ربیع الاول میں شاہِ دین پیدا ۱۵

رانا بھگوان داس بھگوان (لاٹکانہ)

وہ ربیع الاول و دوشنبہ وقتِ سحر

مرحبا اہلاً وسہلاً حضرت خیر البشر ۱۶

صائم چشتی (فیصل آباد)

پیر کے دن جانوں کا پیر آگیا

بے مثال آگیا، بے نظیر آگیا ۱۷

راجا رشید محمود (ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور)

دن ایک سے خداتے بناتے سمجھی مگر

اک "روز" محترم نہ کیوں سارے دنوں سے ہو

یہ دن خدا کا ہم پر ہے احسانِ بہت بڑا

تشریف لائے دنیا میں سرکارِ پیر کو ۱۸

ہو واجب ہم پر احسان کبریٰ کا

تو لد جب ہوئے سرکارِ والا

مہینا تھا ربیع الاول میں کا

دوشنبہ دوسرا، تاریخ بارہ ۱۹

حواشی

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تاریخ ولادت بعض سیرت نگاروں نے ۸ ربیع الاول بتائی ہے آج کل محمود پاشا فلکی کے حوالے سے لوگ ۹ ربیع الاول بھی لکھنے لگے ہیں۔ (شبلی نعمانی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول مطبوعہ دینی کتب خانہ لاہور۔ ص ۱۷۶/ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد اول۔ ص ۲۰/ پرویز، غلام احمد۔ معراج انسانیت۔ ص ۷۸/ افضل حق، چودھری۔ محبوب خدا۔ ص ۲۰/ ابوالکلام آزاد۔ رسول رحمت (مرتبہ غلام رسول مہرا) ص ۳۷)

لیکن البدایہ والنہایہ (حصہ دوم۔ المکتبۃ المعارف، بیروت ۱۹۷۷ء ص ۲۶۰) بلوغ الامانی شرح الفتح الربانی (جلد دوم۔ مطبوعہ بیروت ص ۱۸۹) اور السیرۃ النبویہ (از ابن کثیر۔ حصہ اول۔ مطبوعہ دار المعرفہ بیروت۔ ص ۱۹۹) میں حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عباس رضی سے روایت نقل ہے کہ حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت عام الفیل میں پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔ سیرت ابن اسحاق کا انگریزی ترجمہ لندن یونیورسٹی کے عربی پروفیسر اے گلریوم نے کیا ہے جو آکسفورڈ یونیورسٹی پریس سے ۱۹۵۵ء میں چھپا۔ اس میں بھی

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کا دن ۱۲ ربیع الاول (پیر) لکھا ہے (ص ۶۹) ابن ہشام، ابن کثیر، ابن جوزی، ابن حجر عسقلانی، طبری اور یوسف بن اسماعیل نبہانی (رحمہم اللہ) سب ۱۲ ربیع الاول ہی لکھتے ہیں (سیرۃ ابن ہشام) اردو ترجمہ عبد الجلیل صدیقی (جلد اول۔ ص ۱۸۲/ السیرۃ النبویہ از ابی القداہمیل ابن کثیر حصہ اول۔ ص ۱۹۹/ الوفا باحوال المصطفیٰؐ (مترجم عبد الحکیم شہرہ) دلگداز پریس لکھنؤ۔ ص ۲۰/ احمد بن حجر۔ المراد الشافعی الوافر۔ دار الایضاد بیروت۔ ص ۳۲/

نقوش - رسول نمبر جلد اول - ص ۱۷ / الانوار المحمودیہ - مترجم پروفیسر غلام ربانی عزیز
 ص ۲۲ (یہ کتاب علامہ قسطلانی کی مشہور زمانہ تصنیف "المواہب اللدنیہ" کی
 تلخیص ہے جو علامہ نبہانی نے کی)

بڑھتی کے مشہور علماء کرام کی اکثریت نے ۱۲ ربیع الاول ہی کو حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت لکھا ہے (شاہ ولی اللہ محدث دہلوی - سرور
 المحزون ترجمہ نور العیون - مطبع محمدی لاہور - ۱۹۹۱ - ص ۳ / شیخ عبدالحق محدث
 دہلوی - مدارج النبوة (مترجم غلام معین الدین نعیمی) ص ۲۳ / احمد رضا خاں
 بریلوی، اعلیٰ حضرت - نطق السلال بارخ ولاد الحبیب والوصال - ص ۴ /
 تبرکات صدر الافاضل (مترجم غلام معین الدین نعیمی) ص ۱۹۹ / عنایت احمد
 کاکردی، مفتی - تواریخ حبیب الہ - ص ۱۴ / سر سید احمد خاں - سیرت محمدی ص
 ۲۱ / سید امیر علی - روح اسلام (مترجم محمد ہادی حسین) ص ۸۱ / امۃ اللہ نسیم مولانا
 ابوالحسن علی ندوی کی ہمیشہ (ہمارے حضور) - ص ۲۲ / محمد ولی رازی - ہادی
 عالم - ص ۲۳ / خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی - رسول نمبر ۱۹۶۴ - ص ۱۱۰ (مشہور
 ماہر تقویم مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی مصنف "تقویم تاریخی" کا مضمون
 "سیرت کی بعض ضروری تاریخیں") / عمر ابوالنضر - نبی امی - (مترجم شیخ محمد احمد
 پانی پتی) ص ۵۶ / محمد سلیمان ندوی، سید - رحمت عالم - ص ۱۳ / نور بخش
 توکلی - سیرت رسول عربی - ص ۲۳ / ساجد الرحمن - سیرت رسول - ص ۶ /
 عبدالشکور فاروقی لکھنوی - ذکر حبیب - ص ۲۷ / محمد کرم شاہ، پیر بنیالقرآن
 جلد پنجم - ص ۶۶۵ / الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر - میلاد نمبر - ۱۹۳۲ - ص ۴۰)
 مضمون مجالس میلاد نبوی از مولانا حکیم محمد عالم آسی (اردو دائرہ معارف اسلامیہ
 جلد ۱۹ - ص ۱۲ / محمد عاشق الہی میرٹھی، مولانا - تاریخ اسلام - ص ۳۵ / خواجہ
 حسن نظامی - میلاد نامہ اور رسول بیتی - اشاعت دہم ۱۹۳۸ - ص ۲۴ /
 حیرت دہلوی، میرزا - الحمد - مطبوعہ دہلی - ص ۱۳۵ - اور بہت سے دوسرے -

ماہنامہ نعت لاہور نے اپنے خاص نمبر "میلاد النبی حصہ اول" (اکتوبر ۱۹۸۸ء) کے لیے سید محمد سلطان شاہ سے مقالہ "یوم ولادت رسول خدا" لکھوایا جو بعد میں اصنافوں کے ساتھ "یوم ولادت مصطفیٰ" کے نام سے کتابی شکل میں شائع ہوا۔ اس کتاب میں تفصیلی بحث کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔ پیر (دوشنبہ) کے دن میں تو کوئی اختلاف ہے ہی نہیں!

علامہ شبلی نے محمود پاشا فلکی کی "تحقیق" پر انحصار کیا ہے اور ان کے نتیجے میں بہت سے لوگ اب محمود پاشا کا نام لے کر ۹ ربیع الاول لکھنے لگے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے کے تقویمی حسابات ممکن ہی نہیں (تفصیل کے لیے دیکھیے سید محمد سلطان شاہ کی کتاب - ص ۷۱-۷۳) چنانچہ دورِ حاضر کے مشہور عالم مفتی محمد شفیع مرحوم لکھتے ہیں "اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کی تحسین میں چار اقوال مشہور ہیں۔ دوسری، آٹھویں، دسویں بارہویں مشہور قول بارہویں تاریخ کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزار نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر نے اختیار کیا ہے اور محمود پاشا فلکی مصری نے جو نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے، یہ جمہور کے خلاف ہے سند قول ہے" (محمد شفیع، مفتی - سیرت خاتم الانبیاء - ناشر بیگم عائشہ باوانی وقف کراچی - ۱۴۰۲ھ - ص ۱۸ / نعت (ماہنامہ) لاہور - میلاد النبی حصہ اول - اکتوبر ۱۹۸۸ء - ص ۳۲ - ایڈیٹر نعت کا نوٹ)

مولانا ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں "ربیع الاول کی کون سی تاریخ تھی اس میں اختلاف ہے لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ آپؐ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے تھے۔ اس کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں

یہی تاریخ مشہور ہے (ابوالاعلیٰ مودودی، علامہ - سیرت سرورِ عالم - ص

۹۳، ۹۴)

مشہور شیعہ عالم آفتاب جعفر سبحانی اس موضوع پر یوں رقمطراز ہیں -
 "محدثین شیعہ میں معروف ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سترہ
 ربیع الاول بروز جمعہ طلوع فجر کے بعد دنیا میں آئے۔ اور اہل تسنن کے درمیان
 معروف یہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ولادت سوموار کے
 دن بارہ ربیع الاول کو ہوئی ہے۔ مقررین نے تمام اقوال کو جمع کیا ہے"
 (جعفر سبحانی - فروغِ ابدیت (مترجم نصیر حسین) ص ۱۰۱) یہی بات ہاشم رسولی
 مقلاتی نے اپنے مضمون "پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے والدین
 میں لکھی ہے لیکن حاشیے میں یہ بھی ہے "البتہ شیعہ محدثین کے درمیان ثقۃ الاسلام
 کلینیؒ بھی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تاریخ ولادت کے سلسلے میں اہل
 سنت کے ہم عقیدہ ہیں اور انہوں نے بارہ ربیع الاول ہی کو اختیار کیا ہے۔
 (دوماہی "توحید" قم (ایران) اگست ستمبر ۱۹۹۱ - ص ۱۶۳)

یہ شیعہ محدث (کلینی) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال مبارک کے متعلق
 بھی دوسرے شیعہ سیرت نگاروں سے مختلف راستے رکھتے ہیں۔ چنانچہ نقوش
 میں ہے "ابن سعد نے اس (پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی رحلت
 کی تاریخ دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ بیان کی ہے۔ یہ تاریخ اس اعتبار
 سے متفق علیہ ہے کہ کلینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے (کلینی ابواب
 التاريخ بحوالہ نقوش - رسول نمبر - جلد دوم - صفحہ ۶۰ - مضمون "سیرت نبوی
 توقیت کی روشنی میں" از مولوی اسحاق النبی علوی) دورِ حاضر کے نامور مورخ
 ڈاکٹر حمید اللہ کہتے ہیں "سنی مسلمانوں میں یوم ولادت ربیع الاول کی بارہویں
 کو منایا جاتا ہے۔ (حمید اللہ، ڈاکٹر، محمد - رسول اکرم کی سیاسی زندگی، ص ۴۷)
 "سیرۃ الرسول من القرآن" (صفحہ ۸۸) از سید محمد رضوان اللہ اور انتظام اللہ

شہابی میں بھی ۱۲ ربیع الاول بروز دو شنبہ لکھا ہے۔ اور خواجہ عبدالقدوس صدیقی نے اپنی تالیف "رسول اللہ کا نظام زندگی" (صفحہ ۱۲) میں بھی ۱۲ ربیع الاول ہی کو تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح خواجہ محمد مرتضیٰ کی تالیف "خدا کی رحمت" طبع سوم - ۱۲۹۷ھ مطبع نو لکھنؤ، کانپور - (ص ۱۰، ۱۱) اور حکیم رحمان علی کی "المشاہد" (طبع اول - ماہ اگست ۱۹۰۶ء مطابق رجب المرجب ۱۳۲۲ھ مطبع منشی نو لکھنؤ ص ۳) میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیدائش مبارک ۱۲ ربیع الاول بروز دو شنبہ کو تسلیم کی گئی ہے۔

ان حقائق کی روشنی میں شاید یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اپنی پیدائش کا دن پیر بتایا۔ جب صحابہ کرام اور تابعین اور بعد کے جلیل القدر علماء کرام سیرت نگاروں اور مؤرخین نے یہ دن ۱۲ ربیع الاول کو قرار دیا۔ تو کسی محمود پاشا فلکی یا اس کے متبع کا کہنا کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور ۱۲ ربیع الاول ہی کو عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تسلیم کرنا درست ہے۔

۲۔ نور بخش توکلی - سیرت رسول عربی ص ۲۳

۳۔ اشرف علی تھانوی، مولانا - حبیب خدا - ص ۲۹ / ابو الحسن علی ندوی، مولانا

نبی رحمت ص ۱۰۲ / غلام احمد حریری - سیرۃ سرور انبیا ص ۷۱ / سید اولاد حید

فوق بلگرامی - اسوۃ الرسول - جلد دوم - ص ۸ / محمد میاں صدیقی - خطبات رسول ص

۱۷ / عطار اللہ خان عطار، مولانا - رحمت دو عالم - ص ۶۷ / غلام نبی، حکیم

ایم اے - سیرا پائے اقدس - ص ۵ / ماہ نو - سیرت پاک کے مضامین کا انتخاب

مطبوعہ ۱۹۶۶ء ص ۱۵ / شبلی - سیرت النبی - جلد اول - ص ۱۷۶ / محمد صالح نقشبندی

سرور عالم ص ۲۷

۴۔ احمد بن حنبل / بیہقی / عزیز الرحمن، مفتی - رسالت ص ۹

۵۔ مسلم شریف بروایت حضرت قتادہ / نعت (ماہنامہ) لاہور - اکتوبر - میلاد

النبیؐ نمبر (حصہ اول) ص ۲۳ (مضمون بالمولد النبوی الشریف از ڈاکٹر محمد عبدہ میانی /
 نعت (ماہنامہ) لاہور نومبر ۱۹۸۸ء - میلاد النبیؐ نمبر (حصہ دوم) ص ۲۱ (مضمون
 محافل میلاد از راجا رشید محمود)

۶۔۔۔۔۔ نبیؐ نامہ عرف حملہ احمدی - جلد اول - مطبوعہ مطبع مفید عام، اکبر آباد ۱۲۹۹ھ
 ص ۱۴۔

۷۔۔۔۔۔ حسن رضا بھٹی - ذوق نعت - ص ۲۸ / نعت (ماہنامہ) لاہور - میلاد
 النبیؐ حصہ دوم - نومبر ۱۹۸۸ء - ص ۱۰۵۔

۸۔۔۔۔۔ حافظ پیلی بھٹی، حافظ خلیل الدین حسن - نغمہ روح - نظامی پریس بدایوں
 بار اول - ۱۳۲۸ھ / راجا رشید محمود (مرتب) نعت حافظ - ص ۲۲۹ / نعت

(ماہنامہ) لاہور - میلاد النبیؐ حصہ سوم - دسمبر ۱۹۸۸ء - ص ۷۰۔

۹۔۔۔۔۔ حافظ جونپوری - حافظ الاسلام - حصہ دوم - ص ۲۳۔

۱۰۔۔۔۔۔ سالک نعیمی، مفتی احمد یار خاں - دیوان سالک - ص ۱۰، ۱۱۔

۱۱۔۔۔۔۔ منیار قادری، بدایونی، علامہ یعقوب حسین - نغمہ ربانی - آستانہ بک ڈپو

دہلی - ص / نعت (ماہنامہ) لاہور - میلاد النبیؐ حصہ اول - ص ۳۷۔

۱۲۔۔۔۔۔ انیس احمد نوری (مرتب) مجموعہ نعت حصہ دوم - ص ۱۸۱۔

۱۳۔۔۔۔۔ اختر الحامدی، سید محمد مرغوب - نعت محل - ص ۱۶۷ / نعت (ماہنامہ) لاہور

میلاد النبیؐ حصہ سوم - دسمبر ۱۹۸۸ء - ص ۹۔

۱۴۔۔۔۔۔ عزیز نے حاصل پوری - جام نعت - ص ۵۔

۱۵۔۔۔۔۔ صابر براری - جام طہور - ص ۲۳۔

۱۶۔۔۔۔۔ محفل (ماہنامہ) لاہور - خیر البشر نمبر - ص ۲۱۹۔

۱۷۔۔۔۔۔ صائم چشتی - بہاران مسکرا پیس - ص ۱۰۔

۱۸۔۔۔۔۔ ملتان روڈ نیوز (ہفتہ وار اخبار) لاہور - ۱۶ اگست ۱۹۹۰ء - ص ۳۔

۱۹۔۔۔۔۔ راجا رشید محمود کے زیر ترتیب مجموعہ قطعات نعت سے۔

پہلے دو شبہ (پیر) کے معجزات

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کائناتِ عالم میں تشریف آوری دو شبہ (پیر) کو ہوئی۔ حیاتِ طیبہ کے اس پہلے پیر کو ایوانِ کسریٰ میں زلزلہ آگیا اور اس کے چودہ کنگرے گر گئے۔ نارِ فارس بجھ گئی جو ایک ہزار سال سے نہیں بجھی تھی اور اس کے علاوہ بحیرہ ساوہ خشک ہو گیا۔

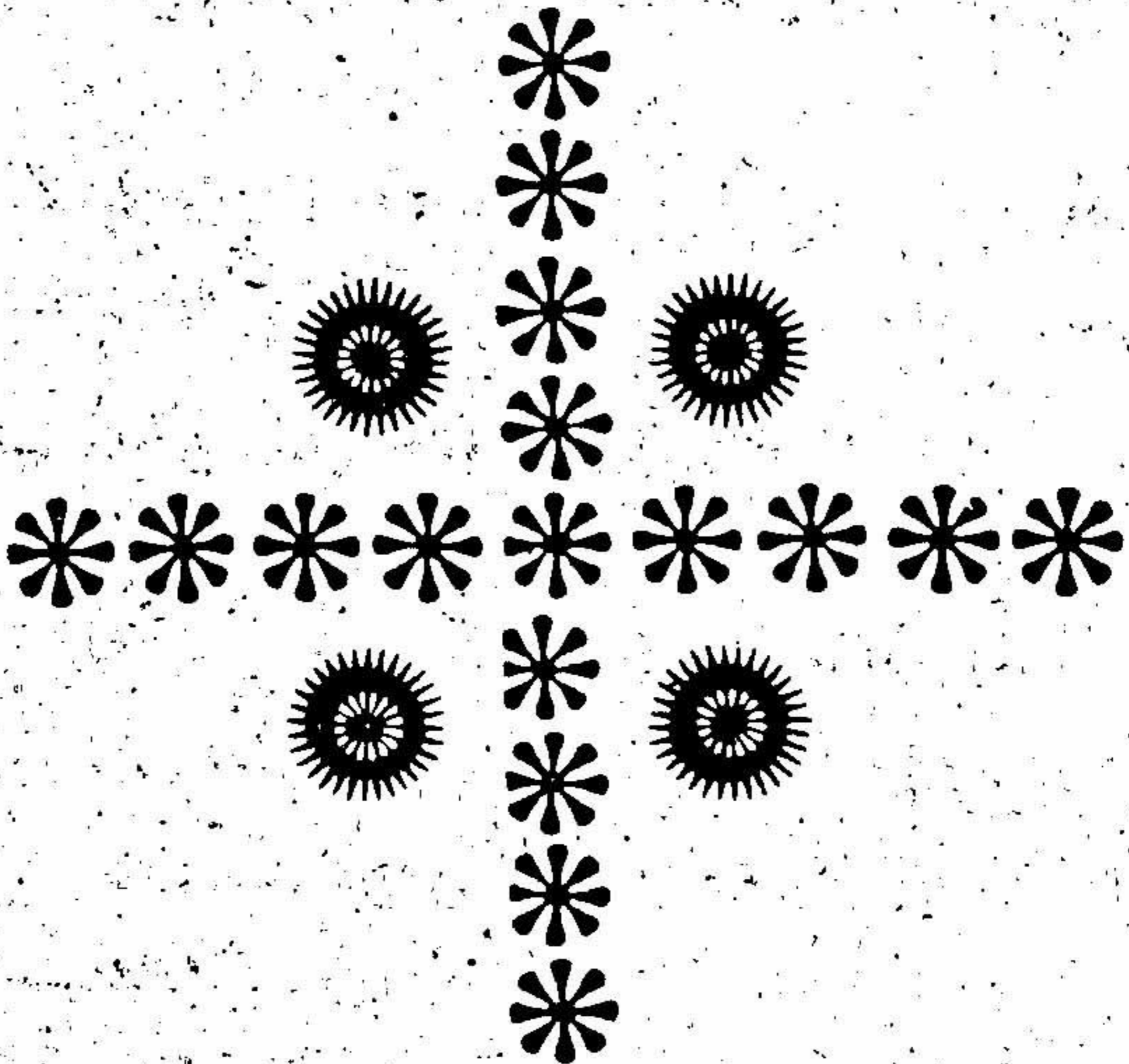
حضرت حبیب خالق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو میرے بدن سے ایک نور طلوع ہوا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے۔ آپ کسی گندگی کے بغیر، پاک صاف پیدا ہوئے۔ عثمان بن ابی العاص کی والدہ فرماتی ہیں کہ ولادت کے وقت جدھر نظر جاتی تھی، نور ہی نور تھا۔ قریش مکہ کے چند معتبر افراد ورقہ بن نوفل، زید بن عمر بن نفیل، عبید اللہ بن جحش اور عثمان بن حویث ایک بت کے پاس جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک رات انہوں نے اس بت کو منہ کے بل گرا ہوا پایا۔ انہوں نے اس بات کو مکروہ جانتے ہوئے اس بت کو سیدھا کھڑا کر دیا۔ مگر وہ پھر منہ کے بل گر گیا۔ بعد میں عثمان بن حویث نے بتایا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی رات تھی۔

سید محمد عابد اس واقعے میں یوں اضافہ کرتے ہیں کہ جب بت ہر بار

اوندھا کرتا رہا تو عثمان بن حویث نے کہا کہ آج ضرور کوئی اہم واقعہ ہو گیا ہے۔ اس پر بت کے اندر سے آواز آئی کہ بت گرنے کی وجہ ایک نوری فرزند ہے جن کے نور نے مشرق سے مغرب تک کے میدانِ نور سے روشن کر دیئے ہیں۔ اور روئے زمین کے تمام بت اس کی تعظیم میں سر بسجود ہو گئے ہیں۔ اس کی وجہ سے دنیا بھر کے بادشاہوں کے دل دہل گئے ہیں۔ شاہِ فارس کی آگ بجھ گئی ہے

- ۵ — محمد عابد، سید۔ رحمة للعالمین^۲۔ ص ۱۲۷، ۱۲۸
- ۶ — عنایت احمد کاکوری۔ تواریخ حبیب اللہ۔ ص ۳ / الخصال الکبریٰ
جلد اول (مترجم راجا رشید محمود، سید حامد لطیف) ص ۱۰۳
- ۷ — لغت (ماہنامہ) لاہور۔ اگست ۱۹۹۱ء۔ ”فیضانِ رضا“ ص ۷۳
- ۸ — شواہد النبوة۔ ص ۵۷ / محمد عابد، سید۔ رحمة للعالمین^۲۔ ص ۱۲۲، ۱۲۵ /
عبدالمصطفیٰ محمد اشرف۔ سیرت سید المرسلین^۳۔ جلد اول۔ ص ۳۶۰
- ۳۶۱ -
- ۹ — یوسف بن اسماعیل بہانی۔ انوارِ محمدیہ (مترجم پروفیسر غلام ربانی)
ص ۲۰
- ۱۰ — سیرت سید المرسلین^۳ جلد اول۔ ص ۳۵۷ / آغا اشرف۔ مرقع نبوت
ص ۵۴ / عبدالمالک بن عثمان نیشاپوری۔ شرف النبی (مترجم
اقبال احمد فاروقی) ص ۳۴ / محمد رضا، شیخ۔ محمد رسول اللہ۔ (مترجم
مولوی محمد عادل قدوسی) ص ۳۰ / احمد بن زین دحلان مکی قاضی۔ سیرت
دحلانیہ۔ (مترجم صائم چشتی) ص ۱۴۰۔
- ۱۱ — عبدالعزیز، ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰ^۴۔ ص ۵۴ / محمد عابد، سید
رحمة للعالمین^۲۔ ص ۱۲۱ / عبدالرحمن جامی۔ شواہد النبوة۔ ص ۵۶
- ۱۲ — شاہ نقی علی خاں، مولانا۔ انوارِ جمال مصطفیٰ^۴۔ ص ۱۰۴
- ۱۳ — سیرت دحلانیہ۔ ص ۱۴۲
- ۱۴ — نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب^۵۔ ص ۲۱ / انوارِ محمدیہ۔ ص ۳۶ /
مدارج النبوت (دوسرے) ص ۲۴ / بنت منظور حسین المہیہ ظرافت احمد
تھانوی۔ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ص ۲۹۔
- ۱۵ — انوارِ محمدیہ۔ ص ۳۹، ۴۰۔
- ۱۶ — مقام مصطفیٰ^۴۔ ص ۱۲۵

- ۱۷ — شواہد النبوة - ص ۵۷ / مدارج النبوة (دوم) - ص ۲۷ / انوار محمدیہ
 ص ۲۲ (المواہب اللدنیہ علامہ قسطلانی کی تالیف ہے جس کی تلخیص
 علامہ یوسف بن اسماعیل بہمانی نے "انوار محمدیہ" کے نام سے کی ہے
 زیر نظر کتاب پروفیسر غلام ربانی عزیز کی مترجمہ ہے۔)
- ۱۸ — نقی علی خاں، مولانا، سرور القلوب بذكر المحبوب - ص ۱۲
- ۱۹ — عبدالرحمن جامی - شواہد النبوة - ص ۵۵، ۵۶
- ۲۰ — سیرت دہلانیہ - ص ۱۳۵ / الخصائص الکبریٰ جلد اول - ص ۱۰۱ / ابن
 جوزی - الوفا - ص ۱۲۲
- ۲۱ — انوار جمال مصطفیٰ - ص ۱۰۶
- ۲۲ — عبدالمصطفیٰ محمد اشرف - سیرت سید المرسلین - جلد اول - ص ۳۸۲ تا
 ۳۸۴ / محمد عابد، سید - رحمة للعالمین - ص ۱۲۸، ۱۲۹ -



عورتوں کی آزادی کا آغاز

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کی خوش خبری لے کر حضرت ثویبؓ بھاگی بھاگی اپنے مالک ابولہب جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چچا بھی تھا کے پاس پہنچیں اور فرمایا کہ تمہارے بھائی عبداللہؓ کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے۔ ابولہب نے خوشی کی یہ خبر سن کر اپنی لڑکی حضرت ثویبہؓ کو آزاد کر دیا۔^۱ گویا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس دنیا میں تشریف لاتے ہی سب سے پہلے عورتوں کو آزادی کی نوید سنائی۔ بعد میں سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیمات کی وجہ سے ہر قسم کی طاقتور طاقتوں کے ہر قسم کے بندھنوں سے جس طرح عورتوں کو آزادی ملی، وہ حضرت ثویبہؓ کی آزادی کا تکملہ تھا۔

الوفا اور مدارج میں ہے کہ ابولہب نے ثویبہؓ کو آزاد کرنے کے بعد حکم دیا کہ وہ آپ کو دودھ پلائیں۔^۲ بہر حال حضرت ثویبہؓ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بعد حیاتِ طیبہ کے پہلے پیر کو آزاد ہوئیں اور انہیں آپ کی رضاعی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔^۳ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں، اور مدینہ طیبہ میں تشریف لانے کے بعد بھی، اس رضاعی ماں کے لیے کپڑے، اشیا اور تحفے تحائف بھیجتے اور جب حضرت ثویبہؓ کی وفات کی خبر سنی تو آپ غمگین ہو گئے۔^۴

حواشی

۱۔ اردو زبان میں لکھی جانے والی سیرت کی بیشتر کتابوں میں ثویبہؓ لکھا جاتا ہے حالانکہ اصل نام ثویبہؓ ہے۔

۲۔ انوار محمدیہ، ص ۲۳ / مسلم شریف / محمد عابد، سید۔ رحمۃ اللعالمین، ص ۱۲۹ /

عبدالعزیز ہزارومی - سیرت مصطفیٰ ص ۶۰ / عبدالمصطفیٰ محمد اشرف -
سیرت سید المرسلین (جلد اول) ص ۳۸۰، ۳۸۱ / معارج النبوت (جلد دوم)
ص ۱۱۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ص ۶۰ / نور بخش توکلی -
سیرت رسول عربی ص ۲۳ -

۳ — الوفا - ص ۱۲۸ / مدارج النبوت (جلد دوم) ص ۲۹
۴ — حضرت ثویبہؓ نے اپنے بیٹے مسروح کے علاوہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب
کو بھی چند دن دودھ پلایا تھا۔ اس طرح مسروح کے علاوہ حضرت حمزہؓ
بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت حمزہؓ رضاعی
بھائی ہونے کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خالہ زاد بھائی بھی
تھے کیونکہ حضرت حمزہؓ کی والدہ ہالہ حضرت آمنہؓ کی حقیقی بہن تھیں (الوفا

ص ۱۳۷، ۱۳۸ / سیرت و صحابہ - ص ۱۳۳)

حضرت حمزہؓ مقوم اور صفیہ کی ماں ہالہ بنت امیہ تھیں حضور صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کے نانا امیہ اور حضرت حمزہؓ کے نانا امیہ حقیقی بھائی
تھے (سیرت احمد مجتبیٰ ص ۵۲ / ابن عبدالشکور - سیرت سید الشہداء حضرت
حمزہؓ ص ۱ / عبدالرؤف دانا پوری - مع السیر - ص ۳ -

۵ — مدارج النبوت (جلد دوم) ص ۲۹ / معارج النبوت (جلد دوم) ص ۱۱۰ /
عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ص ۶۱ / انوار محمدیہ ص ۲۳ / الوفا
ص ۱۲۸ / سیرت رسول عربی ص ۲۶ / نقوش - رسول نمبر جلد اول - ص
۷۰۳ / عزیز الرحمن مفتی - رسالتناہ - ص ۱۲
۶ — معارج النبوت (جلد دوم) ص ۱۱۱، ۱۱۲ / الوفا - ص ۱۳۸

ابولہب کے عذاب میں تخفیف

حضرت ابن عباسؓ بن عبد المطلب سے روایت ہے کہ ابولہب کی وفات کے بعد میں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا۔ میں نے پوچھا، تیرا کیا حال ہے۔ اس نے کہا جس روز سے میری کشتی گردابِ حیات میں پھنسی ہے۔ عذاب و عتاب کی موجوں کے تلاطم میں گرفتار ہوں لیکن ہر دو شنبہ کی رات جس میں تویبہؓ آزاد ہوئی تھیں، میرے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ میری دونوں انگلیاں سیاہ اور وسطی سے پانی کا قطرہ مل جاتا ہے۔^۱

مدارج النبوت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں تویبہؓ کو آزاد کرنے پر ہر پیر کے دن ابولہب پر سے اٹھایا جاتا ہے۔^۲

حواشی

- ۱ — مدارج النبوت (جلد دوم) ص ۱۱۰، ۱۱۱ / انوارِ مجدیہ - ص ۲۳، ۲۴ / محمد عابد، سید - رحمة للعالمین ص ۱۲۹ / عبدالعزیز ہزاروی - سیرت مصطفیٰ ص - ص ۶۰، ۶۱ / عبدالمصطفیٰ - سیرت مصطفیٰ ص ۶۰ / الوفا - ص ۱۳۸ / عبدالمصطفیٰ محمد اشرف - سیرت سید المرسلین ص (جلد اول) ص ۳۸۱ / سیرت رسولِ عربی ص ۲۲
- ۲ — مدارج النبوت - ص ۲۹ -



حضرت خدیجہ سے نکاح

حضرت خدیجہؓ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نکاح بھی دو شنبہ کے دن ہوا۔ اسید معراج جامی اپنے مضمون میں اس بات کا اٹاذا کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عقد مبارک جب کہ آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی، ماہ جمادی الاول کی ۱۹ تاریخ بروز دو شنبہ حضرت خدیجۃ البکریہؓ سے ہوا۔ ۲ ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبوب بیوی تھیں۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شرافت اور ایمان داری سے متاثر ہو کر خود نکاح کا پیغام بھجوا یا۔ ۳ ۲۵ برس تک آپ کے ساتھ رہیں۔ ان ۲۵ برسوں میں وہی آپ کی مشیر اور وزیر رہیں۔ آپ سے بے پناہ محبت کرتی تھیں۔ اپنے پیغمبر شوہر پر سب سے پہلے ایمان لائیں۔ ۴ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رفاقت میں سب مصائب و مشکلات کو خذہ پیشانی سے برداشت کرتیں۔ ہر معاملے میں آپ کی مونس و غم خوار رہیں۔ ۵ انہوں نے اپنی تمام دولت یتیموں، ۶ بیواؤں، بے کسوں اور حاجت مندوں کے لیے وقف کر دی۔ ۷ جب پانچ نمازیں فرض نہ تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نوافل ادا کرتے تھے تو آپ ان کے ساتھ نوافل پڑھتیں۔ ۸

حضرت ابراہیمؑ کے سوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ سے ہوئی۔ ۹ انہیں جبریل علیہ السلام نے سلام بھیجا اور جنت میں ایسا گھر بننے کی بشارت دی جو موتیوں کا ہوگا۔ ۱۰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت خدیجہؓ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کی۔ ۱۱ جب فوت ہوئیں تو آپ قبر میں خود اتارے۔ ۱۲ آپ اکثر انہیں یاد کرتے اور تعریف کرتے۔ ۱۳ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد جب بھی قربانی کرنے تو ان کی سب سہیلیوں کو پہلے بھجواتے اور بعد میں کسی اور کو دیتے۔ ۱۴

جب ان کا کوئی رشتہ دار آتا تو آپ اس کی بے حد خاطر مدارات فرماتے ۱۵

حواشی

- ۱ — ضیائے حرم (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبی نمبر۔ نومبر، دسمبر ۱۹۸۹ء۔ ص ۳۳۵
- ۲ — الوارث (ماہنامہ) کراچی۔ اپریل ۱۹۹۱ء۔ ص ۳۷ (مضمون "اسلامی مہینوں کے فضائل" تحریر سید معراج جاہلی)
- ۳ — شبلی نعمانی۔ سیرت النبی (حصہ اول) ص ۱۹۰ / سیرت رسول عربی ص ۵۶ / سیرت احمد مجتبیٰ ص ۱۱۰ / سعید انصاری ندوی، عبد السلام ندوی۔ سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات۔ ص ۲۲ / طالب الهاشمی۔ تذکار صحابیات ص ۳۹ / سعید انصاری، مولانا۔ سیر الصحابیات ص ۲۲ / سلمان۔ منصور پوری رحمۃ للعالمین (حصہ اول) ص ۲۲ / الرحیق المختوم ص ۱۱۰، ۱۱۱ / محمد شریف، قاضی۔ اسوۃ حسنہ۔ ص ۳۷ / عبد العزیز ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰ ص ۸۶ / عبد المصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ ص ۷۷
- ۴ — سرور عالم کے سفر مبارک۔ ص ۵۹ / عبد المصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ ص ۱۱۷
- ۵ — تذکار صحابیات۔ ص ۲۱ / سیرت احمد مجتبیٰ ص ۱۶۵، ۱۶۰ / سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات۔ ص ۳۱، ۲۷ / سلمان۔ منصور پوری رحمۃ للعالمین (حصہ اول) ص ۲۹، ۲۵ / سیرت رسول عربی ص ۷۳ / محمد شریف، قاضی۔ اسوۃ حسنہ۔ ص ۵۳ / عبد العزیز ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰ ص ۹۶۔
- ۶ — سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات۔ ص ۲۶ / تذکار صحابیات۔ ص ۲۱، ۲۲ /

سیر الصحابیات - ص ۲۷ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۵۹ / عبدالمصطفیٰ
اعظمی - سیرت مصطفیٰ ص ۱۱۷، ۱۱۹ -

۷ — تذکار صحابیات - ص ۲۱، ۲۲

۸ — سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۲۵ / سیر الصحابیات - ص ۲۶

۹ — سیرت احمد مجتبیٰ ص ۱۱۲ / سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۲۹ /

تذکار صحابیات - ص ۲۲، ۲۵ / سیر الصحابیات - ص ۳۰ / الرحیق المختوم - ص

۱۱ / محمد شریف اقصیٰ - اسوۃ حسنہ - ص ۲۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ

ص ۷۹ -

۱۰ — الرحیق المختوم - ص ۲۰ / سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۳۰، ۳۱ /

سیر الصحابیات - ص ۳۳

۱۱ — سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۲۹، ۳۰ / تذکار صحابیات - ص ۲۳ /

سیر الصحابیات - ص ۳۱ / الرحیق المختوم - ص ۱۱۱ / سیرت رسولِ عربی - ص ۵۶ /

عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ص ۷۹ -

۱۲ — عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ص ۱۱۷ / سیر الصحابیات - ص ۲۹ /

سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۲۸

۱۳ — تذکار صحابیات - ص ۲۳، ۲۲ -

۱۴ — سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۳۰ / تذکار صحابیات - ص ۲۲ /

سیر الصحابیات - ص ۳۲ -

۱۵ — تذکار صحابیات - ص ۲۲ - سعید الصاری ایک واقعہ اس انداز میں نقل کرتے

ہیں -

”ایک دفعہ حضرت خدیجہؓ کے انتقال کے بعد ان کی بہن ہالہ آنحضرت صلی اللہ

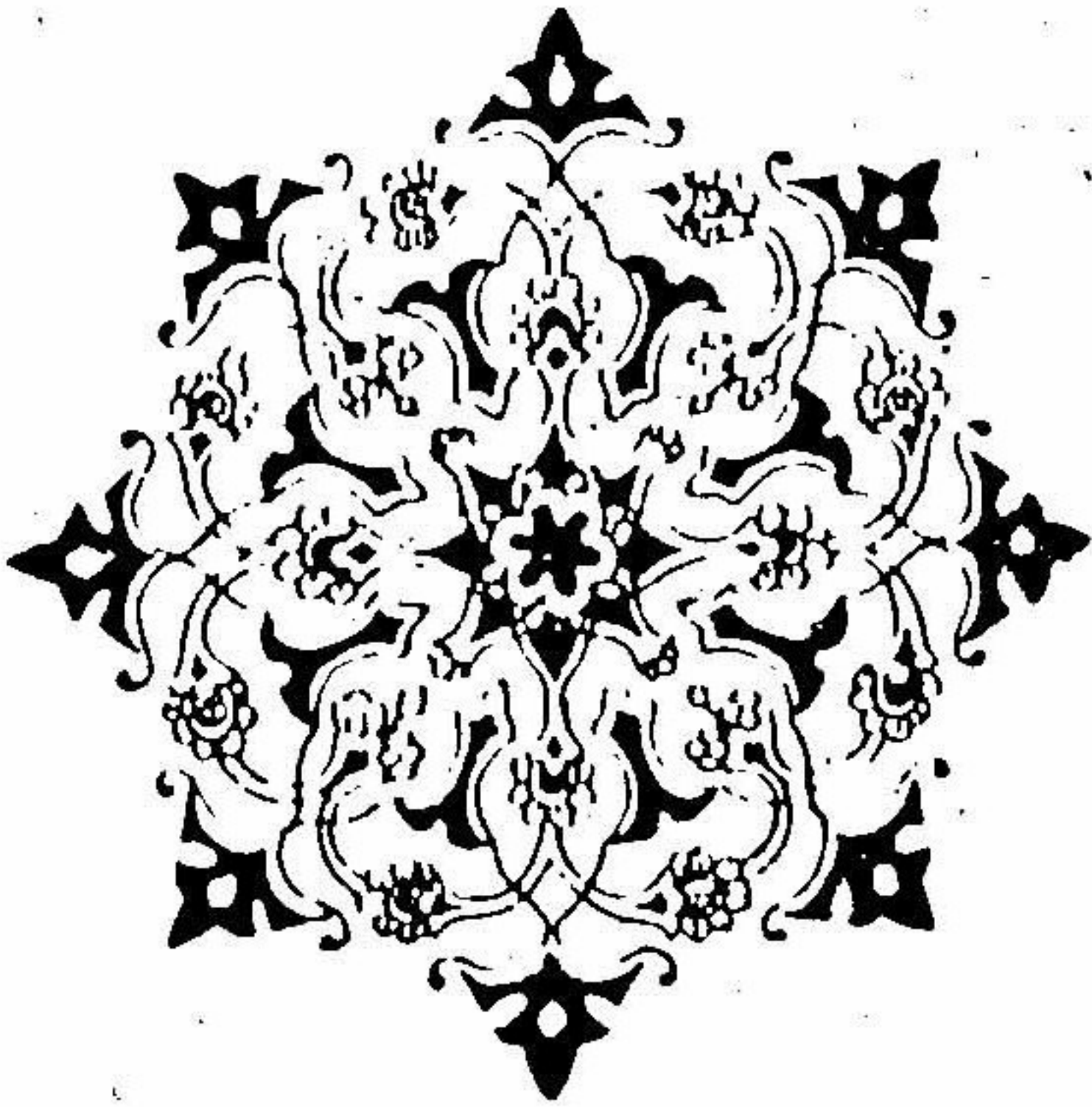
علیہ وآلہ وسلم سے ملنے آئیں اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ ان کی آواز

حضرت خدیجہؓ سے بہت ملتی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز

سنی تو آپ کو حضرت خدیجہؓ یاد آگئیں۔ آپ جھجک اٹھے اور فرمایا کہ ”ہالہ
 ہوں گی“ (سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات ص ۳۱/ سیر الصحابیات۔

ص ۳۲)

حضرت خدیجہؓ اور ہالہ حقیقی بہنیں ہیں۔ ان دونوں کی والدہ کا نام فاطمہؓ تھا
 ہالہ کا صرف ایک ہی بیٹا تھا جس کا نام ابو العاص بن الربیع ہے جسے
 امین بھی کہتے تھے یہ ابو العاص وہی ہیں جن سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نے اپنی بیٹی زینب کا نکاح کیا تھا۔ (اللہ یار خاں، مولانا۔ بنات
 رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ ص ۵)



حجرِ اسود کی ترمیم

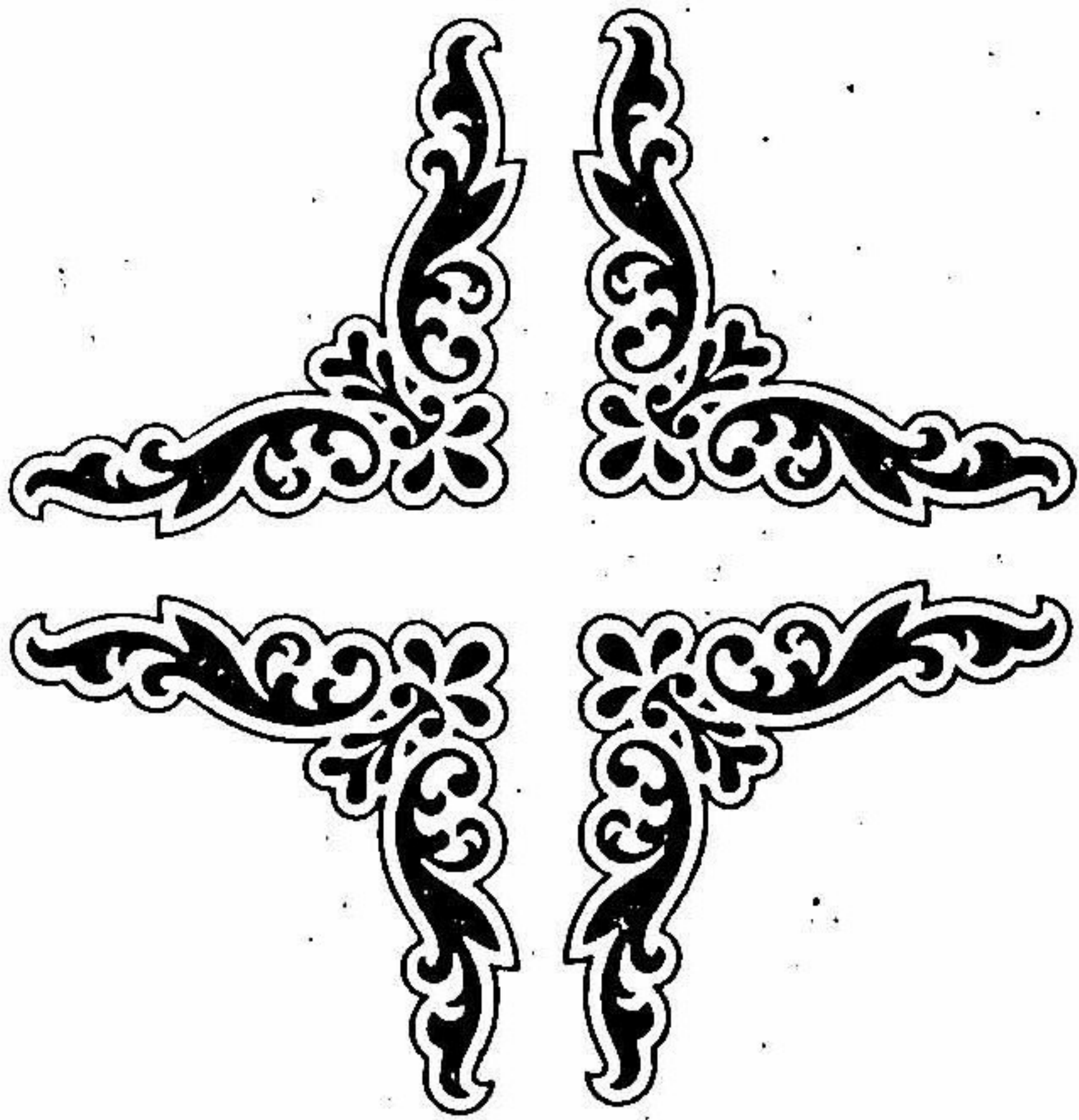
خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرِ اسود اپنے دست مبارک سے رکھا اور وہ پیر کا دن تھا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ۳۵ برس میں قریش نے خانہ کعبہ کے اس شکاف کو بند کرنا چاہا جو بارش کے سیلاب سے پرگیا تھا اور از سر نو اس کی تعمیر کرنا چاہی۔ روم سے یا قوم نامی ایک شخص آیا ہوا تھا جو فنِ تعمیر کا ماہر و استاد تھا اس سے کہا گیا کہ اس کی تعمیر کرے۔ تمام قریش پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔۔۔۔۔ حجرِ اسود کو اپنی جگہ نصب کرتے وقت قریش میں نزاع و اختلاف واقع ہو گیا۔ ہر قبیلہ اس اعزاز کا دعویٰ کرتا تھا۔ قریب تھا کہ ان میں جنگ اور خون ریزی کی نوبت آجائے۔ مگر ان میں یہ قرار پایا کہ جو شخص صبح کے وقت سب سے پہلے مسجدِ حرام میں داخل ہو، اسے ثالث بنا لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے پہلے مسجدِ حرام میں داخل ہوئے۔ سب نے کہا امین تشریف لائے۔ اور سب آپ کی ثالثی پر راضی ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چادر مبارک کو بچھایا اور حجرِ اسود کو اس کے درمیان رکھا اور فرمایا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک آدمی آئے اور اس کا کنارہ پکڑے۔ جب وہ سب اٹھا کر اس کی جگہ لائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجرِ اسود کو اٹھا کر اپنے دست مبارک سے اس کی جگہ نصب فرمادیا۔

اس طرح ہر قبیلہ اس ثواب یا اس سعادت میں بھی شریک ہو گیا اور کسی کو ایک دوسرے پر کوئی فوقیت بھی حاصل نہ ہوتی جو باعثِ فساد ہو سکتی تھی۔

حواشی

- ۱ — عبدالرحمن چشتی، شیخ۔ حضرت محمد مصطفیٰؐ۔ ص ۵ (مترجم واحد بخش سیال) /
 باڈلے۔ الرسولؐ۔ ص ۶۲ (مترجم ایم ایس ناز، ڈاکٹر) / عزیز الرحمن،
 مفتی۔ رسالتنامہ۔ ص ۹ / عبدالرحمن ابن جوزی "الوفا" ص ۲۹۹
- ۲ — عبدالحق محدث دہلوی، شیخ۔ مدارج النبوت (جلد دوم) ص ۴۵
- ۳ — مولوی (ماہنامہ) دہلی۔ رسولؐ نمبر۔ صفر و ربیع الاول ۱۳۵۱ھ۔ ص
 ۵۷ (مضمون "رسالت سے پہلے" از ڈاکٹر سعید احمد)



نزولِ وحی

حضرت ابوقتاہ رضی اللہ عنہ کو حضور نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ پیر
کو میں پیدا ہوا اور اسی دن مجھے پیغمبر بنایا گیا جس میں مجھ پر وحی نازل کی گئی۔
علی اصغر جو دھری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "جب آپ کی عمر کے انتالیس
سال تین ماہ اور سولہ دن گزر چکے تو نور بیع الاول بروز دو شنبہ بمطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء
رات کے وقت جب کہ آپ غارِ حرا میں تشریف لے گئے، جبریل امین حاضر ہوئے۔
"الرحیق المختوم" میں ہے کہ ہماری تحقیق کے مطابق یہ واقعہ ۲۱ رمضان المبارک
دو شنبہ کی رات پیش آیا اس روز اگست کی ۱۰ تاریخ تھی، یوں قمری حساب سے آپ
کی عمر چالیس سال چھ ماہ بارہ دن اور شمسی حساب سے ۳۹ سال ۳ ماہ ۲۲ دن تھی۔
"معارج النبوت" کے مطابق اس واقعہ کے وقت آپ کی عمر چالیس سال چھ ماہ تھی۔
دو شنبہ ۲۴ رمضان المبارک تھا۔ محمد کلیم ارائیں کے مطابق اس وقت آپ کی عمر مبارک
چالیس سال گیارہ دن تھی اور نور بیع الاول ۲۱ میلاد مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز
دو شنبہ یہ واقعہ ہوا۔ کچھ سیرت نگار کہتے ہیں کہ اس وقت آپ کی عمر مبارک چالیس
بیس ایک دن تھی۔ سلمان منصور پوری کا خیال ہے کہ ۹ ربیع الاول ۶۱۰ء میلادی
مطابق ۱۲ فروری ۶۱۰ء بروز دو شنبہ حضرت جبریل امین آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔
نزولِ وحی کے وقت آپ کی عمر تقریباً تمام سیرت نگاروں نے الگ الگ بیان کی
ہے۔ نزولِ وحی کی تاریخ اور عیسوی اور ہجری مہینے کی تعیین کے معاملے میں بھی اختلافات
ہیں لیکن تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ نزولِ وحی کا واقعہ پیر کے دن ہوا۔
سیرت کی تقریباً تمام کتابوں میں نزولِ وحی کا واقعہ ایک ہی انداز میں لکھا گیا ہے
کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت جبریل علیہ السلام کو دیکھ کر ڈر گئے اور اس واقعہ کے

بعد نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے۔ بیوی (حضرت خدیجہؓ) سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو۔ جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ خدیجہ الکبریٰ نے کہا، نہیں آپ کو ڈر کا ہے۔ میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے، سچ بولتے، راندوں، یتیموں، بیکسوں کی دستگیری کرتے، مہمان نوازی فرماتے اور مصیبت زدوں سے مدد ہی کرتے ہیں۔ خدا آپ کو کبھی اندوہ گین نہ فرمائے گا۔ اب خدیجہ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی اس لیے وہ نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ساتھ لے کر اپنے رشتے کے چھیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں..... وہ جھٹ بول اٹھا کہ یہی ہے وہ ناموس جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ ورقہ بن نوفل تو آپ کی بات سن کر لپکار اٹھا ہے کہ آپ نبی ہیں یعنی آپ کی نبوت کی تصدیق کرتا ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس بات سے بے خبر ہیں۔

شبلی کی کتاب میں ہے کہ حافظ ابن حجر کے مطابق نبوت سے پہلے سفرِ شام میں (بمقام بصری) جس درخت کے نیچے آپ بیٹھے تھے اس کی تمام شاخیں آپ پر جھک آئیں جس سے بحیرانے آپ کے نبی ہونے کا یقین کیا۔ جب کہ صحیح مسلم میں یہ حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو نبوت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ جب کہ صحاح میں موجود ہے کہ نبوت سے پہلے فرشتوں نے آپ کا سینہ چاک کیا اور جسمانی آلائش نکال کر پھینک دی۔ تو خود ان روایتوں کے روایت کرنے والے کیوں کہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ فرشتہ کا ٹھکانا ایسا واقعہ تھا جس سے آپ اس قدر خوف زدہ ہو جاتے تھے کہ ایک دفعہ تسکین ہو کر بھی بار بار اضطراب ہوتا تھا اور آپ اپنے آپ کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ کرتے تھے اور بار بار حضرت جبریلؑ کو اطمینان دلانے کی ضرورت ہوتی تھی۔ کیا اور کسی پیغمبر کو بھی ابتداء ہی سے کبھی شک ہوا تھا؟ حضرت موسیٰؑ نے درخت سے آواز سنی کہ میں خدا ہوں، تو کیا ان کو کوئی شبہ پیدا ہوا؟ اس پر شبلی لکھتے ہیں "حافظ

ابن حجر وغیرہ کی پیروی کرنے کی ہم کو ضرورت نہیں۔ ہم کو پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ خود اصل روایت بہ سند مرفوع متصل ہے یا نہیں۔ یہ روایت امام زہری کے بلاغات میں سے ہے یعنی سند کا سلسلہ زہری تک ختم ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھتا۔ چنانچہ خود شارحین بخاری نے تصریح کر دی ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسے عظیم الشان واقعہ کے لیے سند مقطوع کافی نہیں۔

قرآن مجید کی تفسیر میں شیعہ عالم مولانا حافظ سید فرمان علی نزول وحی کے واقعے کے متعلق اپنے موقف کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

”بروایت حیات القلوب، آپ جب کوہ حرا سے عازم خانہ ہوئے تو ہر وہ چیز جو راستے میں پڑی، وہ چاہے درخت ہوں یا گل بوٹے، اس نے آپ کو ”السلام علیک یا رسول اللہ“ کہہ کر سلام کیا۔ جب آپ گھر میں داخل ہوئے تو آپ کو انوارِ باری گھیرے ہوئے تھے۔ خدیجہؓ نے پوچھا کہ میں آج کیا دیکھ رہی ہوں، فرمایا جبریل آئے تھے اور انہوں نے کارِ رسالت شروع کرنے کی طرف متوجہ کیا ہے اور سورۃ اقرآ کی تلاوت کی ہے۔ یہ سن کر خدیجہؓ الکبریٰ کی بانچیس کھل گئیں۔ کہا میں اس کے آثار آپ میں پہلے سے ہی دیکھ رہی تھی، پھر فوراً کلمہ پڑھا“ ۱۱

ہمارے نزدیک ابن حجر، شبلی اور حافظ فرمان علی وغیرہ کا موقف درست ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ ولادت، بچپن، لڑکپن، جوانی اور اس کے بعد نزول وحی تک کی حیات طیبہ کا ہر لمحہ تو یہ گواہی دے کہ یہ نبی ہیں۔ اور بحیرا رہب دیکھے تو وہ پکار اٹھے کوئی اور نیک آدمی اٹھے تو وہ مان لے، شجر و حجر تک تو شہادت دے رہے ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے محبوب پیغمبر ہیں اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کچھ پتا نہ ہو!! جبریلؑ کی آمد اور نزول وحی کا آغاز انہیں پریشان کر دے۔ انہیں کچھ تسلی حضرت خدیجہ دیں اور باقی یقین و رقبہ بن نوافل دلائل کہ وہ نبی ہیں۔ در آنحالیہم خود آقا حضور صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہوں کہ وہ تو اس وقت بھی نبی تھے جب حضرت آدمؑ کی ابھی مٹی بھی نہ گوندھی گئی تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اس

دنیا میں تشریف لاتے ہی نہ صرف یہ جانتے ہوں بلکہ اعلان بھی فرمادیں کہ وہ اللہ کے بندے اور صاحب کتاب نبی ہیں۔ اور نبی الانبیاء، سر تاج الانبیاء، امام الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء کو چالیس برس کے بعد بھی ورقہ بن نوفل کی یقین دہانیوں کے بغیر کپکپی سے نجات نہ ملے۔ العیاذ باللہ!

حواشی

- ۱ — الرحیق المختوم ص ۱۱۸
- ۲ — علی اصغر چو دھری "عہد نبوی کے نادر واقعات" ص ۱۱
- ۳ — الرحیق المختوم ص ۱۱۸
- ۴ — معارج النبوت (جلد دوم) ص ۲۰۸
- ۵ — محمد کلیم اراٹیں "سرور عالم کے سفر مبارک" ص ۵۳
- ۶ — محمد شفیع، مفتی، مولانا "سیرۃ رسول اکرم" ص ۸۶ / عبد الرحمن ابن جوزی، علامہ "النبی الاطهر" ص ۵۴
- ۷ — محمد سلیمان سلمان منصور پوری، قاضی۔ رحمۃ للعالمین، جلد اول ص ۴
- ۸ — سلمان منصور پوری۔ "رحمۃ للعالمین" ص ۲۸، ۲۷
- ۹ — شبلی سیرت النبوی۔ جلد اول۔ ص ۲۰۵، ۲۰۶۔
- ۱۰ — ایضاً ص ۲۰۶
- ۱۱ — سید فرمان علی، حافظ، مولانا "ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم" ناشرین چاند کمپنی لاہور۔ ص ۲ (بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۸)

اعلانِ نبوت

شروع شروع میں آپے اسلام کی دعوت خفیہ طریقے سے دیتے۔ ایک ایک دو دو کر کے آدمی آتے اور مسلمان ہوتے۔ اس طرح تین تین سال گزر گئے۔ تین سال بعد آیت نازل ہوئی کہ ”جس چیز کا آپ کو امر ہوا ہے، اس کی علانیہ دعوت دیجیے اور مشرکین سے اعراض کیجیے“۔ اس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی کہ ”اپنے قریبی ناناں والوں کو ڈرائیے اور اپنے تابع مومنین کے لیے بازوؤں کو جھکاتے رکھتے صبح سویرے آپ نے صفا کی چوٹی سے پکارا ”یا صباحا یا صباحا“ یعنی ہاتھ صبح کا خطرہ، یہ نعرہ اس وقت لگایا جاتا جب کوئی شدید خطرہ لاحق ہو عرب چونکہ رات میں شب خون نہیں مارتے تھے۔ اس لیے ہتھیار کھول دیتے تھے۔ شب خون کا وقت صبح کا مقررہ کر رکھا تھا۔ جب کبھی یہ نعرہ لگتا تو اسے صبح کا ڈاکا سمجھا جاتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی بد اعمالیوں سے آنے والے عذاب کے حملے سے ڈرانے کے لیے یہ نعرہ لگایا۔ تمام اہل شہر دامنِ صفا میں سمٹ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لوگو! اگر میں تمہیں بتاؤں کہ اس پہاڑ کی اس جانب ایک بھاری لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے تو کیا تم میری بات کو سچ مانو گے؟
سب نے بیک زبان جواب دیا۔ تم صادق ہو اور امین بھی۔ ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ کہتے نہیں سنا اور تم بلندی سے دوسری طرف بھی دیکھ سکتے ہو۔

فرمایا تو سنو۔ میں تمہیں شدید عذاب سے ڈرانے والا ہوں۔ اپنی جانوں کو بچاؤ۔ اللہ نے مجھے اپنے قریب ترین عزیزوں کو خبردار کرنے کا حکم دیا ہے تم قریش کے لوگ میرے اقارب ہو۔ میں تم کو اللہ سے کچھ دلوانے اور آخرت میں

تمہیں کسی حد سے بہرہ ور کرنے کا اختیار نہیں رکھتا۔ الایہ کہ تم لا الہ الا اللہ کے قائل ہو جاؤ۔ تب میں تمہارے رب کے یہاں اس کی شہادت دوں گا۔ اس کلمہ کی بدولت عرب تمہارے تابع اور عجم تمہارا مطیع ہو جائے گا۔^۱
 یہ اعلان نبوت بھی دو شنبہ کے دن ہوا۔ پیر کے اس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چالیس سالہ مثالی زندگی اہل قریش کے سامنے رکھ کر نبوت کا باقاعدہ اعلان کیا۔

تمام انبیاء کرام نے اپنی دعوت کا آغاز عام طور پر کسی معجزے سے کیا۔ جب اس معجزے سے لوگوں کی عقلیں عاجز آگئیں کہ یہ بات عقل سے ماوراء ہے تو ان انبیاء کرام کے مخاطبین اس حقیقت کا سامنا کرنے کے لیے عملاً تیار ہو گئے کہ اب جو بات یہ کہیں گے، وہ اگرچہ ہماری سمجھ سے ماوراء ہی کیوں نہ ہو، اس میں کوئی نہ کوئی حقیقت ضرور ہوگی۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی نبوت کا باقاعدہ اعلان کرتے ہوئے قریش مکہ کے سامنے کوئی معجزہ پیش کر کے کفار کی عقلوں کو سلب کرنے کے بجائے ان کے سامنے اپنی زندگی کے چالیس برس رکھے کہ ان چالیس برسوں میں کفار کے درمیان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بچپن اور جوانی گزری تھی۔ اور ادھیڑ عمر تک پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے اس بات کی دعوت دی کہ میری زندگی کے ان چالیس برسوں کے کسی ایک لمحے پر بھی انگلی اٹھا سکتے ہو تو بتاؤ۔ اس بات کا مقصد صرف لوگوں کی عقلوں کو عاجز کرنے کے بجائے ان کو سوچنے اور غور و فکر کرنے پر اکسانا تھا۔ اس پر قریش مکہ، جن کے درمیان آپ کی حیات طیبہ کے چالیس سال گزرے تھے، کسی ایک لمحے پر بھی انگلی نہ اٹھا سکے۔ وہ سب پکار اٹھے کہ آپ نے کبھی جھوٹ تک نہیں بولا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو ہماری امانتوں کے امین ہیں۔ آپ کے کردار پر تو ہم کسی آلائش سے گرواؤد ہونے کا شبہ بھی نہیں کر سکتے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار مکہ کو عقل سے کام لینے کی راہ پر چلایا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کی چالیس سالہ حیات مبارکہ پر نظر دوڑائی اور کہیں کوئی خامی نہ پا کر اس حقیقت کا اعلان کیا کہ حضور صادق اور امین ہیں۔ تو سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ کے ایک ہونے اور اپنے اس کارمول ہونے کا اعلان فرمایا۔ جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یقین کر لیا کہ اب کفار نے سوچنا سمجھنا شروع کر دیا ہے اور اب عقل کی بات شاید ان کی سمجھ میں آئے تو اعلان نبوت فرمایا ۱

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انبیاء سابقہ سے الگ انداز میں اپنی نبوت و رسالت کا یہ اعلان پیر کے مقدس دن فرمایا۔ جس کی بنیاد یہ ہے کہ اپنے مخاطبین کو غور و فکر کی دعوت دی جائے، اور اپنے ماننے والوں کو بھی عقل استعمال کرنے کی راہ سبھائی جائے۔ دعوت اسلام کے آغاز کا یہ اندازہ "افلا یتدبرون القرآن" تک پہنچا ۵ اسی رخ نے مسلمانوں کو علم الابدان، علم الافلاک، علم الجبال اور علم الارض حاصل کرنے کی راہ پر لگایا۔ افلا ینظرون الی الہ بل کیف خلقت و الی السماء کیف رفعت و الی الجبال کیف نصبت و الی الارض کیف سطحت ۶

حواشی

- ۱۔ رسالتناہ - ص ۲۶، ۲۷
- ۲۔ سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۵ / رسالتناہ - ص ۲۷
- ۳۔ الوفا - ص ۲۹۹
- ۴۔ اس واقعے کے چند دن بعد یہ آیت نازل ہوئی۔ "اور جس کو اللہ کے سوا تم پوجتے ہو، جہنم کے ایندھن ہوں گے اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے"۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حرم کعبہ میں جب کہ توحید کا اعلان فرمایا۔ کفار ان قریش کے نزدیک یہ حرم کی توہین تھی ہر طرف سے آپ پر پل پڑے۔ اہل ایمان کو اطلاع ہوئی تو دوڑے

اُسے۔ انہی میں حضرت عارث بن ابی ہالم حضرت خدیجہؓ کے پہلے شوہر
کی اولاد بھی تھے۔ شمع رسالتؐ کو بچانے کے لیے پروانہ وار ٹوٹ پڑے
ہر طرف سے تلواریں پڑیں۔ جاننا رفتہ جاں ہار گیا۔ حرم کعبہ میں حق و باطل
کی پہلی آویزش میں کسی حق پرست کا یہ اولین نذرانہ جان و تن تھا۔
(سیرت احمد مجتبیٰؐ - ص ۲۱۸)

مخبر بدایونی نے اپنی کتاب "حرف ثنا" میں اس واقعے کو یوں نظم کیا ہے
گھرا تینوں کے بھر مٹ میں اکیلا دین کا ہادیؐ
حقیقت میں یہی ہے بندہ مؤمن کی آزادی
برہنہ ہو کے چمکیں اس طرف ناپاک شمشیریں
ادھر تقدیر کی دمساز تھیں پہلے سے تدبیریں
یہ سننا تھا کہ عارثؓ بن ابی ہالم کو جوش آیا
جھپٹ کر زلفہ کفار میں وہ سر فروش آیا
بچا یا حملہ کفار سے حتم رسالتؐ کو
شہادت پاک کے خود رخت ہوا گلزارِ جنت کو
کوئی جذبہ تو دیکھے صف شکن مرد مسلمان کا
ہوا تھا سب سے پہلا خون یہ ایک اہل ایمان کا

(مخبر بدایونی - حرف ثنا - ص ۱۱۹، ۱۲۰ / نعت (ماہنامہ) لاہور - مئی ۱۹۹۱ء)

شہیدانِ ناموس رسالتؐ نمبر حصہ پنجم - ص ۶ -

۵۔ النساء - ۴: ۸۲ (یہ لوگ قرآن میں غور کیوں نہیں کرتے)

۶۔ الناشیہ - ۱۴۱، ۸۸ تا ۲۰ (تو کیا یہ لوگ اونٹ کی طرف غور نہیں کرتے

کہ کیسا پیدا کیا گیا ہے اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور

پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح نصب کیے گئے ہیں اور زمین کی طرف کہ

کس طرح بچھانی گئی ہے۔)

حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کی دعا

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ "اے اللہ! عمر بن خطاب اور ابو جہل بن ہشام (عمر و بن ہشام یعنی ابو جہل) میں سے جو شخص میرے نزدیک زیادہ محبوب ہے اس کے ذریعے سے اسلام کو قوت پہنچا"۔ جب وحی کے ذریعے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ عمر و بن ہشام یعنی ابو جہل اسلام سے محروم رہے گا تو دعا کی "اے اللہ! عمرؓ سے اسلام کی مدد کر"۔ ۱ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حضرت عمرؓ کو اسلام کے لیے مانگنے کی یہ دعا دو شنبہ (پیر) کے دن کی تھی۔ ۲

"اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حمایت کے لیے حضرت عمرؓ کو مشرف باسلام کر کے اپنے سچے رسول مقبول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی دعا کو قبول کیا۔ اسلام میں حضرت عمرؓ کی شمولیت مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی۔ حضرت عمرؓ کے مسلمان ہونے سے اسلام کو تقویت ملی اور اسلام مضبوط ہوا۔"

حضرت عمرؓ کے اسلام قبول کرنے کے متعلق ایک روایت یہ ہے کہ حضرت عمرؓ تلوار لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ اقدس کی طرف بڑے ارادے سے جا رہے تھے کہ راستے میں نعیم بن عبداللہؓ مل گئے۔ انہیں جب حضرت عمرؓ کے ارادے کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے حضرت عمرؓ کو بتایا کہ تمہاری بہن فاطمہ اور بہنوئی — مسلمان ہو چکے ہیں۔ پہلے ان کی خبر تو لے لو۔ غصے سے بھرے بہن کے گھر پہنچے۔ دیکھا کہ بہن قرآن مجید کی آیات پڑھ رہی ہیں۔ انہیں اور ان کے خاوند کو مارا پیٹا مگر جب ان آیات کا مطالعہ کیا تو

دل پر بہت ہیبت طاری ہو گئی اور دل آیاتِ قرآنی سے متور ہو گیا۔ فوراً حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔

ایک اور روایت ہے کہ حضرت عمر سے منسوب ہے کہ انہوں نے فرمایا
”میں اسلام سے کوسوں دور تھا۔ جاہلیت میں شراب پیتا تھا اور بڑے چاؤ سے
پیتا تھا۔ ہماری ایک محفل جنتی تھی جس میں قریش کے اکثر نوجوان شامل ہوتے تھے
ایک رات میں اس محفل میں پہنچا تو وہاں کوئی نہ تھا۔ میں نے دل میں کہا اگر میں
مکہ کے فلاں مے فروش کے پاس چلوں تو شاید مجھے شراب مل جائے اور میں
پی سکوں لیکن وہ بھی مجھے نہ ملا۔ اب میں نے سوچا کہ چلوں کعبے کے سات
یا ستر طواف کر لوں۔ اسی نیت سے مسجد میں پہنچا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نماز پڑھ رہے تھے۔ رخِ شام کی طرف تھا اور کعبہ آپ کے اور شام کے
درمیان تھا۔ آپ رکنِ اسود اور رکنِ یمانی کے درمیان نماز ادا فرما رہے تھے۔
آپ کو دیکھ کر مجھے خیال آیا۔ آپ کا کلام سننے کا یہ بہترین موقع ہے سنوں تو
سہی۔ آخر آپ کہتے کیا ہیں؟ لیکن اندیشہ یہ تھا کہ اگر قریب گیا تو مجھے دیکھ کر
آپ ڈر جائیں گے۔ اس خیال سے میں حجرِ اسود کی طرف سے غلافِ کعبہ میں
گھس گیا اور بے پاؤں چلنے لگا۔ آپ نماز میں قرآنِ پاک کی تلاوت فرما
رہے تھے۔ چلتے چلتے میں آپ کے بالکل قریب پہنچ گیا۔ اب میرے اوپر
آپ کے درمیان غلافِ کعبہ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ قرآنِ پاک کی آیات سن کر
میرے دل پر رقت طاری ہو گئی۔ میں رو پڑا اور اسلام میرے باطن میں در آیا۔ میں
اپنی جگہ کھڑا رہا یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ختم کر لی اور گھر
جانے کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے ہر لیا۔ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گھر کے نزدیک پہنچے تو میں قریب آچکا تھا۔ آہٹ سن کر
آپ نے مجھے پہچان لیا اور ڈانٹ کر پوچھا۔ ابنِ خطاب! اس وقت تم کیوں
آئے ہو؟ میں نے عہد میں کی۔ اللہ! اس کے رسول اور اس کی وحی پر ایمان لانے“

آپ نے حضرت عمر کو ہدایت ملنے پر خدا کا شکر ادا کیا اور فرمایا "عمر! اللہ نے تمہیں ہدایت بخش دی" یہ کہہ کر آپ نے میرے سینے پہ ہاتھ پھیرا اور میرے ثبات و استقلال کی دعا فرمائی۔ اس طرح میں آپ کے دین کی دولت سے مالا مال ہو کر آپ کی خدمت سے واپس ہوا۔

یہ روایت دوسری صورت میں جس سے شاید پہلے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے۔ مسند امام احمد بن حنبل میں بھی آئی ہے۔ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ اسلام سے پہلے میں اس ارادے سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف پہنچاؤں، گھر سے نکلا۔ آپ مجھ سے پہلے ہی مسجد میں موجود تھے۔ میں جا کر آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔ آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی۔ قرآن کے اسلوب نے مجھے حیرت میں ڈال دیا اور میں نے دل میں کہا "خدا کی قسم! قریش صحیح کہتے ہیں یہ شخص شاعر ہے۔" اسی وقت آپ نے یہ آیت پڑھی ترجمہ ہے۔ بے شک یہ ایک بزرگ پیغمبر کا قول ہے۔ کسی شاعر کا کلام نہیں تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔

اب میرے دل نے کہا "یہ کاہن ہے" اور اسی وقت زبان نبوت پر یہ آیت جاری ہو گئیں۔ "اور نہ کسی کاہن کا قول ہے، تم بہت کم نصیحت اندوز ہوتے ہو۔ یہ پروردگارِ عالم کی طرف سے اتارا گیا ہے اور اگر وہ ہم پر کوئی بات گھڑلاتا تو ہم ضرور اس کا دایاں ہاتھ پکڑتے اور اس کے بعد اس کی گردن کاٹ ڈالتے اور تم میں سے کسی کی قوت اسے بچانہ سکتی" جب آپ نے یہ سورت ختم کی ہے تو اسلام پوری قوت سے میرے دل پر اثر انداز ہو چکا تھا "یہ روایت شہرت میں پہلی روایت کے قریب قریب ہے۔ ابن اسحاق نے ان دونوں روایتوں کے اثبات کے بعد لکھا ہے "اللہ بہتر جانتا ہے کون سی صحیح ہے" ۷

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ اگر ہم حق پر ہیں تو پھر چھپ کر نماز پڑھنے کا کیا فائدہ، جب کہ کافر اعلانیہ اپنے بتوں کو پوجتے ہیں۔ خدا کی قسم ہم خانہ کعبہ میں سب کے سامنے نماز ادا کریں گے۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کرام کے ساتھ مل کر خانہ کعبہ میں "اعلانیہ نماز ادا کی۔ اس موقع کے متعلق حضرت فرماتے ہیں کہ قریش نے مجھے اور حمزہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ شامل دیکھا تو ان کے دلوں پر زبردست چوٹ لگی۔ اسی دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا لقب "فاروق" رکھ دیا۔

حواشی

- ۱۔ الرحیق المختوم۔ ص ۱۷۶ / جلال الدین سیوطی۔ تاریخ الخلفاء۔ ص ۱۳۷،
- ۱۴۰ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۱۹۸ / میکیل۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما فاروق اعظم
- ص ۵۶، ۵۷، ۶۳ / محمد ولی رازی۔ ہادی عالم۔ ص ۱۰۰، ۱۰۱ / رسالتنا
- ص ۵۹ / سید محمد عابد، رحمۃ اللعالمین۔ ص ۲۰۴، ۲۰۵ / نقی علی خان، مولانا
- انوار جمال مصطفیٰ۔ ص ۱۱۵ / مودودی، سید ابوالاعلیٰ۔ سیرت سرور عالم۔
- جلد دوم۔ ص ۶۰۹ / پیغمبر اعظم و آخر۔ ص ۳۱۲ / ساجد الرحمن۔ سیرت رسول
- ص ۳۹ / اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۲۲۲ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۱۔
- ص ۱۹۲، ۱۹۶ / سیرت احمد مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۳۰۷ / عبدالعزیز عسفی۔
- جمال مصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۱۰ (حاشیہ) / محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت
- المصطفیٰ۔ ص ۲۸۷ / نبی رحمت۔ ص ۱۳۸ / علی اصغر چوہدری۔ حضرت محمد
- نزول وحی سے ہجرت تک۔ حصہ دوم۔ ص ۱۷۹ / محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرۃ
- المصطفیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۸ / محمد صالح، نقشبندی۔ سرور عالم۔ ص ۶۹ /

سید رضوان اللہ و انتظام اللہ شہابی - سیرۃ الرسول^۲ من القرآن - ص ۱۱۶ /
حیات رسالت^۲ - ص ۱۲۱، ۱۲۳ / پیغمبر انسانیت^۲ - ص ۱۵۰ -

۲ — محمد ولی رازی، ہادی عالم^۲ - ص ۱۰۱ / سیوطی - تاریخ الخلفاء - ص ۱۳۷ /
سیرت رسول^۲ - ص ۳۹، ۴۰ / نقوش رسول^۲ نمبر - جلد ۱۱ - ص ۱۹۳ / سیرت
احمد مجتبیٰ^۲ - جلد اول - ص ۳۰۸ / محمد ادریس کاندھلوی - سیرت المصطفیٰ^۲ -
جلد اول - ص ۲۵۸، ۲۶۲ / سیرت نبوی رسول کریم^۲ - ص ۷۸ -

۳ — تاریخ الخلفاء - ص ۱۲۰ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۱۹۸ / محمد حفیر شاہ
پھلواروی - پیغمبر انسانیت - ص ۱۵۰ / فیض الاسلام (ماہنامہ) راولپنڈی
اگست ۱۹۹۱ء - ص ۵ - (اداریہ)

۴ — ابراہیم سیالکوٹی - سیرت المصطفیٰ^۲ - جلد دوم - ص ۲۹۳ -

۵ — کچھ کتابوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما جب بڑے ارادے

سے گھر سے نکلے تو راستے میں نعیم بن عبد اللہ سے ملاقات ہوئی (شہلی -

سیرت النبی^۲ - جلد اول - ص ۲۲۲ / اصح السیر - ص ۲۷ / پیغمبر اعظم و آخر^۲

ص ۳۱۵ / سیرت رسول^۲ - ص ۴۰ / شہلی نعمانی - الفاروق - حصہ اول و دوم

مکمل - ص ۷۷، ۷۸ / ہیکل - حیات محمد^۲ - ص ۱۸۱ / اسوۃ الرسول^۲ - جلد دوم

ص ۲۳۹ / نقوش رسول^۲ نمبر - جلد ۱۱ - باب ۲۷ - حضرت عمر کا اسلام لانا - ص

۱۹۱، ۱۹۲ / سیرت احمد مجتبیٰ^۲ - جلد اول - ص ۳۰۵ / ۳۰۶ / محمد ولی رازی، ہادی

عالم^۲ - ص ۱۰۱ (حاشیہ) / ابراہیم سیالکوٹی - سیرت المصطفیٰ^۲ - ص ۲۸۶ /

نبی رحمت^۲ - ص ۱۳۷ / علی اصغر چوہدری - حضرت محمد - نزول وحی سے ہجرت

تک - حصہ دوم - ص ۱۷۶ / محمد صالح، نقشبندی - سرور عالم^۲ - ص ۶۷ / سیرۃ

الرسول من القرآن - ص ۱۱۶ / محمد ادریس کاندھلوی - سیرت المصطفیٰ^۲ - جلد اول

ص ۲۵۹، ۲۶۰ / عبد المصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ^۲ - ص ۱۱۰ / مودودی سیرت

سرور عالم^۲ - جلد دوم - ص ۶۰۸، ۶۰۹ / حیات رسالت^۲ - ص ۱۲۰ / عبد الصمد

صارم۔ محمد رسول اللہ^۳۔ ص ۸۷ / محمد جعفر شاہ پھلواروی۔ پیغمبر انسانیت^۲۔ ص ۱۴۸ /
 بیگل۔ حضرت عمرؓ فاروق اعظم۔ ص ۵۶ / سید آل احمد رضوی۔ ہمارے پیارے
 نبی^۲۔ ص ۷۶ / اور کہیں سعد بن ابی وقاص سے ملنے کا ذکر ہے (محمد عابد)
 سید۔ رحمة للعالمین^۳۔ ص ۲۰۸ / عبدالعزیز عرفی۔ جمال مصطفیٰ^۳۔ جلد اول۔
 ص ۲۰۸ (حاشیہ)

۶۔ رسالتنامہ۔ جلد اول و دوم۔ ص ۵۸، ۵۹ / محمد عابد، سید۔ رحمة للعالمین^۳
 ص ۲۰۸، ۲۰۹ / تاریخ الخلفاء۔ ص ۱۳۸-۱۴۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۱۷۹-۱۸۱ /
 سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۳۶، ۲۳۷ / بیگل۔ حضرت عمرؓ فاروق اعظم ص
 ۵۴، ۵۷ / شبلی۔ سیرۃ النبی^۳۔ جلد اول۔ ص ۲۲۱-۲۲۳ / مدارج النبوت۔
 جلد دوم۔ ص ۷۱-۷۳ / اصح السیر۔ ص ۲۸۱، ۲۸۲ / پیغمبر اعظم و آخر^۲۔ ص ۳۱۵ /
 حفظ الرحمن سیوہاروی۔ سیرت نبوی^۳۔ رسول کریم^۳۔ ص ۷۷ / سیرت رسول^۳۔
 ص ۴۰، ۴۱ / اسوۃ الرسول^۳۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۹-۲۴۱ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول
 اللہ۔ ص ۱۹۷، ۱۹۸ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۱۔ باب ۲۴ حضرت عمرؓ کا اسلام
 لانا۔ ص ۱۹۲، ۱۹۳ / سیرت احمد مجتبیٰ^۳۔ جلد اول۔ ص ۳۰۷، ۳۰۸ / ہادی عالم^۳۔
 ص ۱۰۱، ۱۰۲ / جمال مصطفیٰ^۳۔ جلد اول۔ ص ۲۰۹-۲۱۱ (حاشیہ) / سلیمان ندوی
 رحمت عالم^۳۔ ص ۳۳، ۳۴ / محمد ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ^۳۔ ص ۲۸۶
 - ۲۸۸ / نبی رحمت^۳۔ ص ۱۳۷-۱۳۹ / پیغمبر انسانیت۔ ص ۱۴۸-۱۵۱ / سید
 آل احمد رضوی۔ ہمارے پیارے نبی^۲۔ ص ۷۶-۷۸ / حضرت محمدؐ نزول وحی
 سے ہجرت تک۔ حصہ دوم۔ ص ۱۷۷-۱۷۹ / شبلی۔ الفاروق۔ حصہ اول و
 دوم مکمل۔ ص ۷۸-۷۹ / محمد صالح، نقشبندی۔ سرور عالم^۳۔ ص ۶۷-۶۹ / سیرۃ
 الرسول^۳ من القرآن۔ ص ۱۱۶، ۱۱۷ / محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰ^۳۔
 جلد اول۔ ص ۲۶۰، ۲۶۱ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ^۳۔ ص ۱۱۰، ۱۱۱ /
 مودودی۔ سیرت سرور عالم^۳۔ جلد دوم۔ ص ۶۰۹، ۶۱۰ / حیات رسالتنامہ

ص ۱۲۰، ۱۲۱ / سردار گوردت سنگھ - محمد کی سرکار - ص ۲۲ / عبدالصمد
صادم - محمد رسول اللہ - ص ۸۴ - ۸۹ /

۷۔ محمد حسین بیگل - حضرت عمرؓ فاروق اعظم - ص ۵۴، ۵۸ / فیضان اسلام
(ماہنامہ) راولپنڈی - اگست ۱۹۹۱ - ص ۶، ۵ (اداریہ) / سیوطی
تاریخ الخلفاء - ص ۱۳۴، ۱۳۸ / الرحیق المختوم - ص ۱۴۴، ۱۴۸ / اسوۃ
الرسولؐ - جلد دوم - ص ۲۲۳ - ۲۲۵ / بودودی - سیرت سرور عالمؐ
جلد دوم - ص ۲۰۴ / سیرت احمد مجتبیٰؑ - جلد اول - ص ۳۱۲ -

۸۔ "حضرت عمر قبیلہ قریش کے ایک معزز شخص تھے۔ وہ بہت
بارعب، پر جلال اور طاقتور شخصیت کے مالک تھے۔ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس کی بڑی خواہش اور آرزو تھی کہ وہ مسلمان ہو
جائیں۔ آپ اس کے لیے دعا بھی فرمایا کرتے تھے۔ (نبی رحمت ص ۱۳۶)
حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے چند دن بعد ہی آپ کو حضور (صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا وزیر بنا لیا تھا۔ بروایت ابو سعید خدریؓ آنحضرت
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا: "میرے دو وزیر آسمان والوں
میں سے ہیں۔ وہ توجراہیل اور میکائیل ہیں اور میرے دو وزیر زمین
والوں میں سے ہیں۔ وہ ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔" (حیات رسالت ص ۱۲۲)

سردار گوردت سنگھ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام کے واقعہ میں لکھتے
ہیں کہ جب حضرت عمرؓ نے بارگاہ رسالتؐ میں اسلام قبول کر لیا تو حضور
اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے مجھ پر کیا کر دیا تھا
آپ کے کلام اور زبان میں کیا تاثیر ہے کہ مجھے وہ آنکھ نصیب ہوئی
ہے جس سے میں آپ کا حسن و جمال دیکھوں۔ اسے شاہ امام مجھ پر
رحمت کی نظر کریں۔ (سردار گوردت سنگھ - محمد کی سرکار - ص ۲۸)

”یہ بلند قامت انسان، قوی شانوں والا۔ دونوں کھانوں کے وقت صرف پانچ لقمے کھاتا۔ اس سے زیادہ کبھی نہ کھاتا، کچھ بے عید نہیں اگر بافق العادۃ کاموں کے انجام دینے کا سرچشمہ ان کی یہی عادت ہو۔ جب آپ خلیفہ بنے تو ہمیشہ مسلسل پندرہ رات دن بلا انقطاع کام کرتے اور کسی قسم کی تھکن محسوس نہ کرتے۔ آپ کبھی بھی کسی مجرم کی سزا سے صرف نظر نہ کرتے، نہ سزائیں تخفیف کرتے مگر یہ بھی محال تھا کہ کسی بے گناہ کو ستائیں۔

آپ دس سال خلیفۃ المسلمین رہے اور قلیل عرصہ میں دنیا کی تین بڑی بھاری سلطنتوں کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ یعنی ایران، مصر اور شام کو داخل اسلام کر لیا مگر باوجودیکہ آپ دنیا کے قدیم کے ایک بڑے حصہ پر حکومت کر رہے تھے، زمین پر بوزیا بچھا کر بیٹھے جو کھجور کے پتوں سے بنا ہوتا تھا۔ سردارانِ قریش نے جو یہ دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی حمایت میں لے لیا ہے جب کہ اس سے پیشتر حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی انہیں اپنی حمایت میں لے چکے تھے۔ تو وہ ڈر گئے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ایک پہلوان تھے مگر اہل قریش ان کی بہ نسبت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ ڈرتے تھے۔ کیونکہ وہ آپ کی دلیری، عزم، غیرت اور وفاداری سے خوب شناسا تھے۔ اہل مکہ کہا کرتے تھے ”شیطان“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب سے بھاگتا ہے“ (عبد الصمد صادم۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۹۰)

ابراہیم سیالکوٹی مسٹر برٹ کی کتاب ”اسلام اینڈ ایٹس فونڈیشن“ کے حوالے سے لکھتے ہیں ”اس زمانہ یعنی ۶۱۴ء میں ایک شخص عمر بن خطاب نے اسلام قبول کیا۔ جس کے طویل قد و قامت اور نہایت جسمانی قوت اور بہادرانہ دلیری اور شجاعانہ جو انہوں نے اس کو امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا ایک موزوں ساتھی اور جوڑ بنا دیا“ (ابراہیم سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ جلد

دوم - ص ۲۹۳، ۲۹۴

۹۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے مسلمان ہونے کا کھل کر اعلان کیا۔ یہ بات قریش میں فوراً پھیل گئی۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گئے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی پوری طرح مقابلہ پر آگئے۔ اور آخر کار مخالفین اور دشمنان اسلام شکستہ و نامراد ہو کر ہمت ہار کر بیٹھ رہے۔ (سیرت ابن ہشام - ص ۳۴۰ / نبی رحمت ۲ - ص ۱۳۰ / شبلی - الفاروق - ج ۱ - ص ۸۰) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کرنے پر کفار نے انہیں مارنا شروع کر دیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا "جو بن پڑے کر لو۔ خدا کی قسم۔ اگر ہم لوگ تین سو کی تعداد میں ہوتے تو پھر مکے میں یا تم ہی رہتے یا ہم ہی رہتے۔" (الرحیق المختوم - ص ۱۸۲ / پیغمبر انسانیت ۲ - ص ۱۵۲، ۱۵۳)

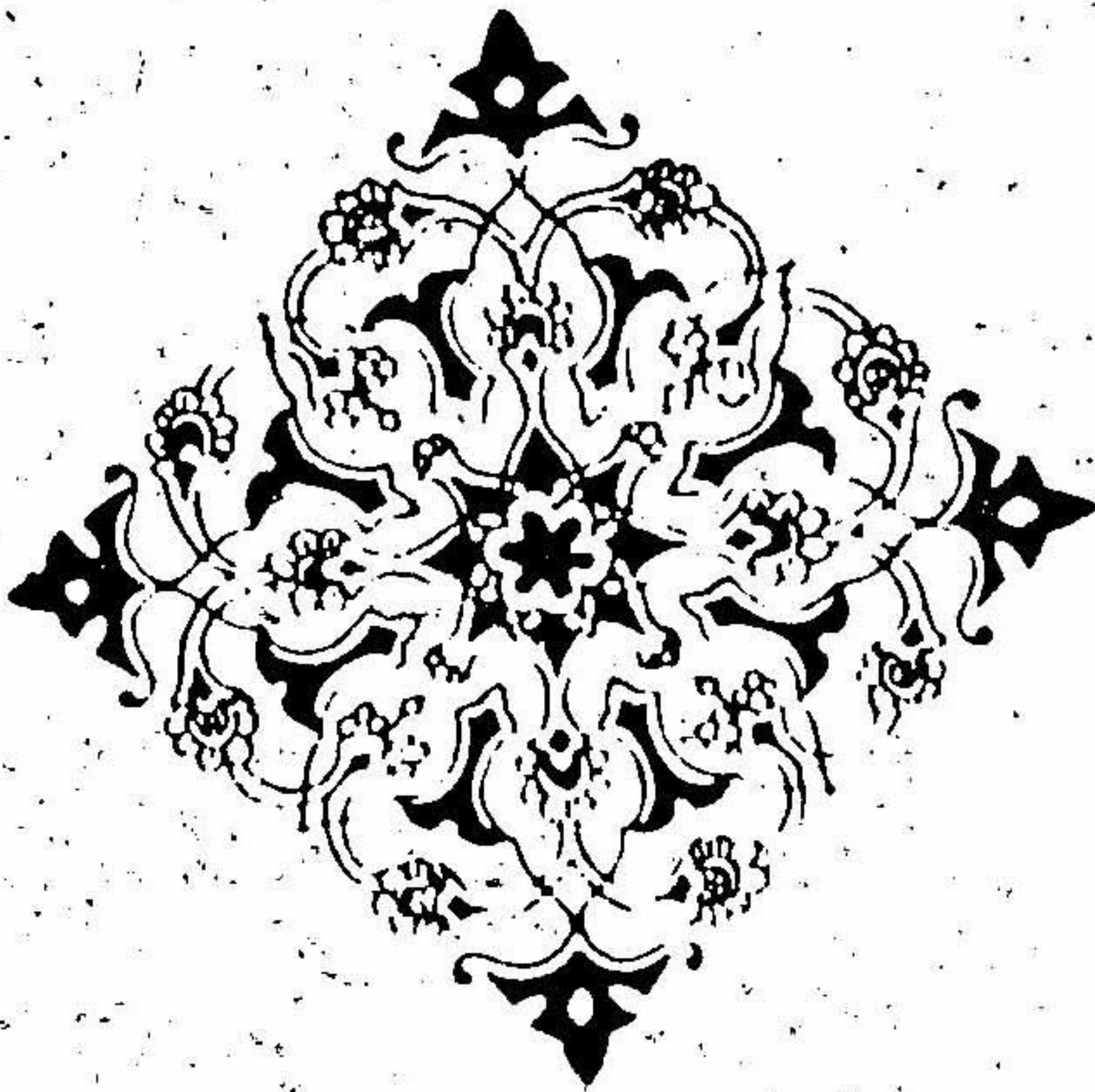
"بزاز اور حاکم نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے تو مشرکین نے کہا کہ مسلمانوں نے آج ہم سے سارا بدل لے لیا اور اللہ تبارک و تعالیٰ نے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ هُمْبِكِ اللَّهُ وَمَنْ أَتَبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ" نازل فرمائی۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ جب سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لائے، ہم عزت دار ہو گئے۔

ابن سعد اور طبرانی میں ابن مسعود سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا اسلام، اسلام کی فتح تھی۔ آپ کی ہجرت نصرت تھی اور آپ کی امامت رحمت تھی۔ ہم میں طاقت نہیں تھی کہ ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھ سکیں لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسلام لے آئے تو آپ نے مشرکین سے اتنا لڑائی جھگڑا کیا کہ انہوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا اور ہم بیت اللہ شریف میں نماز پڑھنے لگے۔ (تاریخ الخلفاء - ص ۱۲۳، ۱۲۴ / نقوش - رسول نمبر - جلد ۱ - ص

۱۹۶ - باب نمبر ۲۴ "حضرت عمر کا اسلام لانا"

۱۰۔ الریح المختوم۔ ص ۱۸۳، ۱۸۴ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۲۲ / مؤدی
 سیرت سرورِ عالم ۳۔ جلد دوم۔ ص ۶۱۰، ۶۱۱ / صحیح السیر۔ ص ۲۸، ۲۹ / سلیمان ندوی
 رحمتِ عالم ۳۔ ص ۳۲، ۳۵ / انوارِ جمال مصطفیٰ ۳۔ ص ۱۱۵ / پیغمبرِ اعظم و آخر
 ص ۳۱۴ / سیرتِ رسول ۳۔ ص ۲۱ / نقوش۔ رسولِ نمبر۔ جلد ۱۱۔ ص ۱۹۵ / سیرت
 احمد مجتبیٰ ۳۔ جلد اول۔ ص ۳۰۸، ۳۰۹ / شبلی۔ الفاروق۔ حصہ اول و دوم مکمل
 ص ۸۰ / محمد صالح۔ سرورِ عالم ۳۔ ص ۴۰ / سیرۃ الرسولؐ من القرآن۔ ص ۱۱۴ /
 شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ ۳۔ ص ۱۹۹ / محمد ادریس کاندھلوی۔ سیرت المصطفیٰ ۳
 جلد اول۔ ص ۲۴۲، ۲۴۳ / راجا محمد شریف۔ حیاتِ رسالتناہ۔ ص ۱۲۳ /
 عبدالصمد صادم۔ محمد رسول اللہ ۳۔ ص ۹۰ / عہدِ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۶۶ /
 پیغمبرِ انسانیت ۳۔ ص ۱۵۳، ۱۵۴ / سید آل احمد رضوی۔ ہمارے پیارے نبیؐ
 ص ۷۸ / محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔ سیرت المصطفیٰ ۳۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۳۔
 ”رسالتناہ“ میں ہے کہ جب مسلمان خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے کے ارادے
 سے نکلے تو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما لیے سب سے آگے
 جا رہے تھے۔ ان کے پیچھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی
 اللہ عنہما کے ساتھ تھے اور سب سے پیچھے باقی تمام صحابہ رضی اللہ عنہم قریش نے انہیں آتے دیکھا
 تو حضرت عمرؓ سے کہا۔ عمرؓ آپ تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ان کے ساتھیوں
 سمیت پکڑ کر لے آئے۔ حضرت عمرؓ نے جواب میں کافروں کو کلمہ طیبہ سنا دیا
 تو کافر حیران رہ گئے، انہوں نے حضرت عمرؓ پر حملہ کر دیا مگر حضرت عمرؓ نے
 جوابی حملہ کر کے انہیں بھگا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کے ہمراہ
 خانہ کعبہ میں نماز ادا کی۔ ایک روایت کے مطابق اس روز تک صرف ۳۹ لوگ
 مسلمان ہو چکے تھے۔ اور حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام سے مسلمانوں کی تعداد
 چالیس ہو گئی۔ (رسالتناہ۔ حصہ اول و دوم۔ ص ۵۹، ۶۰ / ابراہیم میر سیالکوٹی
 سیرت المصطفیٰ ۳۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لقب فاروق کے بارے میں "ابن سعد کہتے ہیں کہ ذکوان کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نام فاروق کس نے رکھ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابن عباس سے روایت کی ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اہل آسمان بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسلام کی وجہ سے خوش ہو گئے ہیں۔" (تاریخ الخلفاء - ص ۱۲۳ / سیرت محمدیہ - جلد اول - ص ۲۳۷ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۷۳ / سیرت احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۳۰۹ / محمد ادریس کاندھلوی سیرت المصطفیٰ - جلد اول - ص ۲۶۲)۔



واقعہ معراج

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو جوہر تخلیق کائنات ہیں، کو اپنے پاس ملاقات کے لیے بلایا۔ سیرت نگاروں کے مطابق یہ واقعہ پیر کے دن ہوا۔ ۱۔ نبینے کے متعلق سیرت نگار آپس میں متفق نہیں۔ ربیع الاول اور مختلف مہینوں کا ذکر کرتے ہیں۔ ۲۔ مگر زیادہ تر کے مطابق یہ معجزہ رجب میں ظہور پذیر ہوا۔ ۳۔ جب جبریل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے آئے تو آپ اپنے چچا ابوطالب کی بیٹی ام ہانی رضی اللہ عنہا کے گھر سو رہے تھے۔ ۴۔ معراج کا بلاوا خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دولت سرا میں کیوں نہ پہنچا اور حضرت جبریلؑ اس وقت کیوں حاضر ہوئے جب سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے گھر نہ تھے اس کی توجیہ راجا رشید محمود یوں بیان کرتے ہیں۔

” شہادت کی کاملیت و اکملیت کے خیال سے اور اپنے محبوب سے وصال کے

لیے اللہ عزوجل نے آپ کو بلا بھیجا۔ جبریل امین علیہ السلام پیغام لائے لیکن اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی قیام گاہ سے بلایا جاتا تو جبریلؑ کے لیے دو ہی صورتیں تھیں یا آپ کی اجازت کے بغیر گھر میں داخل ہوتے یا باہر سے آپ کو اجازت کے لیے پکارتے مرنوں کے لیے یہ دونوں صورتیں ممکن نہیں اس لیے اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور سے بلا بھیجنے کا اہتمام کیا گیا۔ ۵

ابن قیمؒ لکھتے ہیں کہ ” صحیح قول کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے جسم مبارک سمیت براق پر سوار کر کے حضرت جبریل علیہ السلام کی معیت میں مسجد حرام سے بیت المقدس تک کی سیر کرائی گئی پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں نزول فرمایا اور انبیاء کی امامت فرماتے ہوئے نماز پڑھائی اور براق کو مسجد کے دروازے کے حلقے سے باندھ دیا تھا۔ ۶

دو رکعت نماز پڑھ کر آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیت المقدس سے باہر آئے تو جبریلؑ ایک برتن میں شراب اور دوسرے میں دودھ لے کر آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دودھ کا پیالہ پسند فرمایا۔ تو حضرت جبریلؑ نے فرمایا کہ آپ نے فطرت کو اختیار کیا ہے ۵۔ "رسالت مآب" میں ہے کہ اگر آپ شراب اختیار کر لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی، دودھ پینے سے آپ کی امت دین فطرت پر ثابت قدم رہے گی ۱۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام انبیاء کرامؑ کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد تمام انبیاء نے اپنا اپنا تعارف کروایا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی ہوئی نمایاں خوبیاں بیان کیں۔ سب کے بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد و ثنا کے بعد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رحمتہ للعالمین بنا دیا اور تمام انسانوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا مجھے بشیر و نذیر قرار دیا، قرآن پاک مجھ پر نازل کیا جس میں ہر چیز کو واضح طور پر بیان کیا ہے، میری امت کو "امت وسط" بنایا، میرے نام کو بلند کیا اور مجھے فاتح اور خاتم قرار دیا۔"

حضرت ابراہیمؑ نے تمام انبیاء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "آپ تمام حضرات سے افضل ہیں۔"

پھر حضرت جبریلؑ علیہ السلام حضور محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو آسمانوں کی سیر کے لیے لے گئے۔ پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ بن مریم اور یحییٰ بن زکریا سے، تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ سے، چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون بن عمرانؑ چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ بن عمران اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیمؑ (علیہم السلام) سے ملاقات ہوئی۔ ان تمام انبیاء نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا اقرار کیا۔ آپ پر سلام بھیجا اور معراج کی مبارک باد دی۔

حضرت جبریلؑ سدرہ سے کچھ آگے ایک مقام پر رک گئے اور عرض کیا اگر

اس مقام سے بال برابر بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں گا ۱۱۔

چنانچہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تنہا آگے بڑھ گئے اور بارگاہِ جلالِ الہی تک پہنچے جہاں اللہ سے ہم کلامی کا شرف نصیب ہوا۔ اور اس موقع پر حواری شادات ہوتے ان میں سے چند یہ ہیں۔

ہر روز پچاس نمازیں فرض کی گئیں، سورہ بقرہ کی آخری دو آیات (۲۸۵، ۲۸۶) تعلیم فرمائی گئیں، شرک کے سوا دوسرے سب گناہوں کی بخشش کا امکان ظاہر کیا گیا ارشاد ہوا کہ جو شخص نیکی کا ارادہ کرتا ہے، اس کے حق میں ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے مگر جو بُرائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کے خلاف کچھ نہیں لکھا جاتا اور جب وہ اس پر عمل کرتا ہے تو ایک ہی بُرائی لکھی جاتی ہے۔ ”سیرتِ احمدِ مجتبیٰ“ میں اس بات کا اضافہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو نیکی کا ارادہ کرے اس کے اعمال میں ایک نیکی کا ثواب درج ہوگا مگر جو اس نیکی کو عملی جامہ پہناتے اس کو دس نیکیوں کا ثواب ملے گا ۱۲

جب حضورِ رحمتِ ہر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم واپس چھٹے آسمان پر پہنچے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ معراج کا کیا تحفہ لاتے؟ فرمایا پچاس نمازیں۔ حضرت موسیٰ نے کہا، مجھے اپنی امت کا تجربہ ہے۔ اس کی پابندی آپ کی امت سے بھی نہ ہو سکے گی۔ تحفیف کی درخواست پر کم ہوتے ہوتے پانچ فرض نمازیں رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ نے مزید کمی کا مشورہ دیا۔ فرمایا مجھے بار بار اپنے رب سے عرض کرتے ہوئے حیا آتی ہے۔ اتنے میں ندا آئی، پانچ نمازیں نافذ کر دی گئیں۔ لیکن ان کا ثواب پچاس کے برابر ہوگا ۱۵ خود حضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہ بعد میں میں جبریل کے پاس واپس آیا تو انہوں نے بشارت دی کہ آج کی رات (پیر) آپ کو وہ مرتبہ حاصل ہوا کہ کسی نبی مرسل اور مقرب فرشتے کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس کے بعد حضرت جبریل نے مجھے جنت کے منازل کی سیر کرائی اور دوزخ کو میرے سامنے پیش کیا گیا ۱۶

معراجِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واپسی پر حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے جنت میں امّ ہانیؑ کے قدموں کی آہٹؑ، حضرت بلالؓ کی اذان کی آواز اور
 قدموں کی چاپؑ اور حضرت زید بن حارثہؓ کو جنت میں ایک نہایت خوبصورت
 سرخ و سپید کنیز کی خوشخبری اور جنت کی بشارت دی ۱۹

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب معراج سے واپس تشریف لائے تو بستر کو
 گرم اور زنجیر کو ہلتا ہوا پایا ۲۰

کفار کو معلوم تھا کہ آپؐ کبھی بیت المقدس نہیں گئے اس لیے آپ سے نشانیاں
 پوچھیں آپ نے ان کے تمام سوالات کے درست جوابات دیئے تو ان کی زبانیں گنگ
 ہو گئیں ۲۱ حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کا یہ اہم ترین واقعہ اور نبی الانبیاء
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ بہت بڑا معجزہ پیر (دوشنبہ) کے دن ظہور میں آیا۔

اللہ تعالیٰ سے بالمشافہ راز و نیاز

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف
 ہوتے۔ محبوب و محب کی ملاقات کی کیفیات کیا تھیں، قاب قوسین کے قرب کی
 تفصیلات کیا ہیں، ”اودانی“ کی حدیں کیا تھیں ”فاوحی الی عبدہ ما اوحی“۔
 جو کچھ خالق و مالک نے اپنے محبوب بندے اور رسول کو دیا تھا، دیا جو کہنا
 تھا کہا۔ راز و نیاز کے انداز میں ہونے والی باتیں کیا تھیں، کون کچھ بتا سکتا
 ہے۔ بس، جو کچھ ہمیں بتانا مقصود تھا، احادیث مبارکہ کے ذریعے ہم تک
 پہنچا دیا گیا ہے۔ زیر نظر موضوع کے پیش نظر سب سے اہم بات یہ ہے
 کہ محبوب و محب کا یہ وصال، راز و نیاز کی یہ باتیں پیر کے دن ہوئیں
 یعنی حیات طیبہ کا یہ اہم واقعہ بھی پیر کے دن (دوشنبہ) کو ہوا۔

- ۱ — عزیز الرحمن مفتی۔ ” رسالتآب “ حصہ اول، دوم۔ ص ۷۷ / محمد عابد
 سید ” رحمۃ للعالمین “۔ ص ۲۵۹ / معارج النبوت۔ جلد دوم ص
 ۴۰۱ / سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۷۵ / سیرۃ محمدیہ ترجمہ
 المواہب اللدنیہ۔ ص ۲۵۶ / تاریخ الختمین بحوالہ ماہنامہ نعت لاہور۔ مارچ
 ۱۹۸۹ مضمون ” معراج، کیوں اور کیسے “ (تحریر عبدالقواب) ص ۳۱ /
 ماہنامہ نعت لاہور۔ اپریل ۱۹۸۹ مضمون ” وصلِ حبیب “ (تحریر مولانا
 نعیم الدین مراد آبادی) ص ۱۵
- ۲ — معارج النبوت (جلد دوم) ص ۴۰۱ / یوسف بن اسماعیل نہمانی، علامہ۔ جلد
 اول۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۷۲ / النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ
 ص ۱۶ / سیرتِ محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ۔ ص ۲۵۵، ۲۵۶ / مصباح
 الدین شکیل شاہ۔ سیرت احمد مجتبیٰ ص ۴۰۰، ۴۰۱ / الرحیق المختوم ص ۲۳۷ /
 رسالتآب ص ۷۷ / شہناز کوثر۔ ” قوس قزح “ ص ۱۸، ۱۹
- ۳ — سیرت رسولِ عربی ص ۹۲ / نقوش۔ رسولِ نمبر جلد ۷۔ ص ۳۰۳ / محمد
 سلیمان سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین (جلد اول) ص ۷۰ / سرورِ عالم
 کے سفر مبارک ص ۷۵ / محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمین ص ۲۵۹
- ۴ — رسالتآب ص ۷۷ / ولید الاعظمی۔ معجزاتِ سرورِ عالم (ترجمہ حافظ محمد
 ادریس) ص ۲۲ / ” نعت “ ماہنامہ، لاہور۔ مارچ ۱۹۸۹۔ ص ۲۲
- ۵ — ” نعت “ (ماہنامہ) لاہور۔ مارچ ۱۹۸۹ مضمون ” معراجِ سرکارِ صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم “ تحریر راجا رشید محمود / ص ۹۸۔
 ماہنامہ ” نعت “ کے اسی شمارے میں راجا رشید محمود کی ایک نظم ” خواہش
 وصل کی تکمیل “ بھی شامل ہے۔ اس نظم کے آفاذ میں بھی انھوں نے اس

پہلو پر ان الفاظ میں گفتگو کی ہے۔

کوئی محو خواب تھا، سویا ہوا تھا فرش پر۔
 کوئی ملنا چاہتا تھا اس سے بامِ عرش پر۔
 حکم کا بندہ کوئی سدرہ سے بٹھا آگیا
 وہ کسی کو اب کسی کے پاس لے جانے کو تھا
 بے اجازت گھر میں وہ داخل نہ ہوتا تھا کبھی
 کرنا پڑتا تو یقیناً اب بھی وہ کرتا یہی
 آج چونکہ اپنے حجرے میں کوئی سویا نہ تھا
 مسئلہ اذنِ حضورِ کا نہ یوں پیدا ہوا
 نیند سونے والے کی لیکن آہم اتنی رہی
 کم عبادت کرنے کی تلقین کرتا تھا کوئی
 کیا فرستادہ کسی کا عدالت اس میں خلل
 ایک ہی نکلا بالآخر سارے ان عقود کا حل
 سونے والے کے قدم سے مل رہا تھا پر کوئی
 جاگ اٹھا لمسِ عقیدت آشنا پا کر کوئی

(صفحہ ۱۰۶)

۶ — معارج النبوت میں ہے کہ جب جبریلؑ خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق
 آپ کے لیے جنت سے براق لانے کے لیے گئے تو وہاں چالیس ہزار
 براق چر رہے تھے اور ایک براق عمگین اور آزرہ ایک کونے میں سر
 جھکائے رو رہا تھا۔ جبریلؑ نے اس کے پاس جا کر اس کا حال پوچھا
 اس براق نے بتایا کہ ہزار سال پہلے میں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
 نام سنا تھا۔ اس روز سے آپ کی محبت و عشق میں مبتلا ہوں۔ جب
 سے آپ کا نام سنا ہے کچھ کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ حضرت جبریلؑ

نے اس براق کو آپؐ کی سواری کے لیے پسند فرمایا (معارج النبوت
(جلد دوم) ص ۴۰۰)

جب آپؐ براق پر تشریف رکھنے لگے تو اس نے گزارش کی کہ آج
رات میں سعادت وصال سے مشرف ہوں، آنجنابؐ کی روح افزا
روح اور جاں بخش راتھ سے آسودہ اور مطمئن ہوں۔ کل قیامت کو
جب فلک پیمیا، عالم آراء برق آسا بے شمار براق آپؐ کی خدمت میں
ہوں گے، ایسا نہ ہو کہ آپؐ مجھ سے صرف نظر کر کے ان کی طرف
ملقت ہوں اور مجھے بیکار چھوڑ دیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم
مجھ میں اس بات کی طاقت نہ ہوگی۔ میری درخواست قبول فرمائیں۔
اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو تسلی دی اور وعدہ فرمایا کہ
قیامت کے دن میں تجھ پر ہی سواری کروں گا۔ اس فیصلے پر براق خوش
ہو کر آپؐ کے آداب بجالایا۔ (معارج النبوت جلد دوم ص ۴۰۶)

۷۔ —————
الرحیق المختوم۔ ص ۲۳۸ / الخصال الکبریٰ (جلد اول) ص ۲۹۹، ۳۲۲ /
رسائل کتاب ص ۴۸، ۴۹ / سیرت احمد مجتبیٰ ص ۴۰۴ / باڈلے۔ "الرسول"
(مترجم الیم الیس ناز) ص ۱۴۴ / غلام احمد حریری۔ سیرت سرور انبیاء۔ ص
۸۴ / سرور عالم کے سفر مبارک۔ ص ۴۸ / محمد عابد سید۔ رحمة للعالمین ص ۲۶ /
معارج النبوت (جلد دوم) ص ۴۱۱۔

۸۔ —————
الخصائص الکبریٰ (جلد اول) ص ۲۹۹ / سلمان منصور پوری۔ رحمة للعالمین
جلد اول ص ۴۳ / الرحیق المختوم ص ۲۴۱ / "الرسول" ص ۱۸۲ / سیرت
احمد مجتبیٰ ص ۴۰۸۔

۹۔ —————
رسائل کتاب ص ۸۲

۱۰۔ —————
رسائل کتاب ص ۴۹، ۸۰ / معارج النبوت (جلد دوم) ص ۴۱۱، ۴۱۳ /
سیرت احمد مجتبیٰ ص ۴۰۴۔

۱۱ — الرحیق المختوم ص ۲۳۸، ۲۳۹ / الخصائص الکبریٰ ص ۲۹۹، ۳۰۰ / رسالتیٰ ص ۸۰، ۸۱ / الرسول ص ۱۷۷-۱۸۱۔

۱۲ — سیرت احمد مجتبیٰ ص ۲۱۲ / تلامعین واعظ الکاشفی الہروی، معارج النبوت جلد دوم ص ۲۵۰ / الخصائص الکبریٰ (جلد اول) ص ۳۰۳۔

۱۳ — سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۷۹، ۸۰ / محمد عابد سید - رحمة للعالمین ۲۔

ص ۲۶۰ / رسالتیٰ - ص ۸۲، ۸۳ / بادلے "الرسول" - ص ۱۸۲ / الرحیق

المختوم - ص ۲۳۹ / سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۲ / معارج النبوت جلد دوم ص ۲۵۵۔

۱۴ — سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۲۔

۱۵ — سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۳، ۲۱۴ / سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۷۹، ۸۰ /

الرحیق المختوم - ص ۲۳۹، ۲۴۰ / الخصائص الکبریٰ (جلد اول) - ص ۳۰۳، ۳۰۴ /

بادلے - "الرسول" ص ۱۸۲ / محمد عابد سید - رحمة للعالمین ۲ - ص ۲۶۰، ۲۶۱ /

فوق بلگرامی سید اولاد خیدر - اسوة الرسول جلد دوم - ص ۲۶۰ / رسالتیٰ

ص ۸۸۔

۱۶ — رسالتیٰ ص ۸۸ / الرحیق المختوم ص ۲۴۱ / معارج النبوت (جلد دوم) ص ۵۰۷-۵۲۲۔

۱۷ — سعید انصاری، مولانا - "سیر الصحابیات" - ص ۱۵۲

۱۸ — سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۲

۱۹ — محمد عابد سید - رحمة للعالمین ۲ - ص ۲۶۱

۲۰ — ولید الاعظمی - معجزات سرورِ عالم - ص ۲۹

۲۱ — معارج النبوت (جلد دوم) ص ۵۴۰ / الثواب محمدیہ ص ۷۲ / محمد عابد

رحمة للعالمین ص ۲۶۱ / سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۸۱، ۸۲ / شواہد

النبوة - ص ۱۰۲ / سیرت احمد مجتبیٰ - ص ۲۱۵۔

حضرت ابوبکرؓ کیلئے صدیق کا لقب

حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے جب اس مقدس سفر کے حالات قریش مکہ سے بیان فرمائے تو انہوں نے حسب معمول تالیاں بجائیں اور تمسخر اڑایا۔ کچھ لوگ حضرت ابوبکر کے پاس آئے اور کہا کہ تمہارے دوست یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) یہ کہتے ہیں کہ میں آج رات بیت المقدس گیا اور صبح سے پہلے واپس آ گیا۔ کیا تم اس کی بھی تصدیق کرو گے؟ حضرت ابوبکرؓ نے پوچھا کہ کیا رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ایسا ہی فرمایا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ اس پر انہوں نے کہا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے تو بالکل سچ فرمایا ہے۔ میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور میں تو اس سے بھی بڑھ کر آپ کی بیان کردہ آسمانی خبروں کی صبح و شام تصدیق کرتا رہتا ہوں، چنانچہ اسی روز سے آپ کا لقب "صدیق" ہو گیا۔ اس طرح حضرت ابوبکرؓ کو صدیق کا لقب بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیر جیسے مبارک دن کو ملا۔

حاشیہ

۱۔ نقوش رسولؐ نمبر جلد ۷۔ ص ۳۰۳ / رسالت کتاب ص ۹۰، ۹۱ / محمد عابد سید
رحمۃ للعالمین ص ۲۶۱ / نبی رحمت ص ۱۴۷، ۱۴۸ / انوار محمدیہ ص ۶۲ /
معجزات سرور عالم ص ۲۲، ۲۵ / سیرت و احادیث مجتبیٰ ص ۲۱۵ / سرور عالم
کے سفر مبارک ص ۸۱ / معارج النبوت (جلد دوم) ص ۵۲۔

ہجرتِ مدینہ

طبری اور ابن سعد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ مکرمہ سے دو شنبہ کے دن نکلے۔

ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد، مسعودی، مقدسی، طبری اور اکثر مستشرقین اور شیعہ علماء قائل ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کے دن مدینہ پہنچے۔ البتہ چند انگریز سیرت نگار اور مولانا شبلی کے نزدیک مدینہ پہنچنے کی تاریخ ۸ ربیع الاول ہے۔ اسحاق النبی علوی اس بات کو غلط ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "میرے نظریہ تقویم کے بموجب ۱۲ ربیع الاول ۱ھ کو دو شنبہ ہی کا دن تھا کیونکہ اس سال مکی ماہ ربیع الاول کی پہلی تاریخ پنج شنبہ ۱۱ نومبر ۶۲۲ء کے مطابق تھی جس کے حساب سے ۱۲ ربیع الاول کو دو شنبہ کا دن اور جولین تاریخ ۲۲ نومبر ۶۲۲ء ہونا چاہیے جو روایات کے عین مطابق ہے۔"

شبلی لکھتے ہیں کہ قبائلیں چودہ دن قیام کے بعد جمعہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ شہر تشریف فرما ہوئے۔

اسحاق النبی علوی شبلی کے جواب میں لکھتے ہیں کہ صحیح روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ "قبائلیں آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ورود دو شنبہ کو ہوا تھا تو چودہ دن کے بعد پندرہویں دن پھر دو شنبہ ہی ہو گا نہ کہ جمعہ"۔ اس کے بعد اسحاق علوی اپنا خیال یوں ظاہر کرتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ اس عرصے میں آپ شہر آتے جاتے رہے۔

مسلمانوں نے دس سال کا طویل عرصہ مکہ میں کفار کے ساتھ سخت مشکل میں گزارا۔ اس عرصے میں مسلمانوں کے ساتھ ظلم کی انتہا کی گئی مگر اسلام سے محبت

اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عشق میں مسلمانوں نے ان مصائب و آلام کو برداشت کیا اور ان کے صبر و استقامت میں کوئی کمی نہ آئی۔ آخر ہجرت کا حکم ہوا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے اس محبوب اور پسندیدہ شہر مکہ سے ہجرت کر کے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور پسندیدہ شہر مدینہ میں تشریف لے آئے اور اس شہر کو اپنی دائمی رہائش کے لیے چن لیا۔ اسلام میں ہجرت مدینہ کو بہت اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی وہ موڑ تھا کہ جب پہلی بار مسلمانوں کو کھل کر سانس لینا نصیب ہوا۔ ہجرت مدینہ میں دو شنبہ کا ذکر خصوصیت سے ہوا ہے۔ اہل سیر کے مطابق مکہ سے ہجرت غار ثور سے روانگی قبایم نزول اور مدینہ میں قیام کے سلسلے میں دو شنبہ کا ذکر آتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے ہجرت کرنا بیعت عقبہ کے دو ماہ چند دن بعد ہوا۔ بعض نے ڈھائی ماہ کہا ہے اور بعض نے تین ماہ یا اس کے قریب ماہ ربیع الاول میں جمعرات کا دن کہا ہے لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ ”دو شنبہ“ کا دن تھا۔ بیعت عقبہ ثانیہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا۔ تو صحابہؓ آہستہ آہستہ مکہ سے نکل گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور مکہ میں مقیم رہے حتیٰ کہ قریش دارالندوہ میں جمع ہوئے تاکہ آپ کے بارے میں مشورہ کر سکیں۔ دارالندوہ میں قریش اس متفقہ فیصلے پر پہنچے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قتل کے سوا کوئی چارہ نہیں رہا۔ جب اندھیرا چھا گیا تو کفار اکٹھے ہو کر آپ کے دروازے پر جمع ہو گئے کہ اندھیرا ہونے پر حملہ کیا جاسکے۔ اتنے میں جبریلؑ نے کفار کا سارا منصوبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی چار پائی پر حضرت علیؓ کو سلا دیا۔ اور حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چار پائی پر سبز چادر اوڑھ کر اطمینان سے سو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر تشریف لے آئے۔ مشرکین کی صفیں چیریں اور ایک مٹھی سنگریزوں والی مٹی لے کر ان کے سروں پر ڈالی۔ اللہ نے ان کی نگاہیں پکڑ لیں اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ نہ سکے۔

اس موقع پر کوئی بھی مشرک باقی نہ بچا جس کے سر پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مٹی نہ ڈالی ہو۔ اس کے بعد آپ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے گھر تشریف لے گئے اور پھر ان کے مکان کی ایک کھڑکی سے نکل کر دونوں حضرات نے رات ہی رات یمن کا رخ کیا۔ اور چند میل پر واقع ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں جا پہنچے ۱۸۔ قریش رات بھر آپس میں الجھتے رہے۔ وہ سوچتے تھے کہ بستر پر ہی حملہ کر کے آپ کو قابو کر لیا جائے۔ صبح تک یہی گفتگو چلتی رہی۔ کوئی فیصلہ نہ کر پاتے ۱۹۔

صبح کو حسب معمول حضرت علیؑ خواب سے بیدار ہوئے تو کفار کے ہوش اڑ گئے انہوں نے حضرت علیؑ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا حضرت علیؑ نے جواب میں انہیں پوچھا کہ کیا تمہاری جگہ میں پہرہ دے رہا تھا۔ تمہارا پہرہ کھاتم لوگوں نے انہیں جانے دیا اور وہ چلے گئے۔ اس پر قریش بہت غصے میں آئے، اور حضرت علیؑ کو قید کر کے خانہ کعبہ تک لے گئے۔ چھوڑا سا مارا، اور کچھ دیر بعد چھوڑ دیا۔ حضرت علیؑ کو کفار نے اس لیے چھوڑ دیا تھا کہ کفار نے جو امانتیں ۱۹ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس رکھی ہوئی تھیں، وہ آپ حضرت علیؑ کے سپرد کر گئے تھے کہ یہ امانتیں امانت داروں کے پاس پہنچا کر مدینہ میرے پاس آجانا ۱۸۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکرؓ مکہ سے تقریباً پانچ میل دور ثور نامی ایک پہاڑ پر پہنچے۔ یہ پہاڑ نہایت پریم اور مشکل چڑھائی والا ہے۔ یہاں پھر بھی بہت میں جن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاؤں نہ خمی ہو گئے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اٹھایا اور دوڑتے ہوئے پہاڑ کی ایک غار تک جا پہنچے ۲۰۔ غار ثور پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چاہا کہ غار میں داخل ہوں مگر صدیق اکبرؓ نے عرض کی کہ آپ داخل نہ ہوں جب تک کہ میں داخل نہ ہوں۔ کہ اگر اس میں کوئی سانپ بچھو و غنیرہ ہو تو وہ مجھ کو کاٹے، آپ کو نہ کاٹے۔ اس لیے حضرت صدیقؓ پہلے داخل ہوئے۔ غار میں جھاڑو دی اس کے ایک طرف میں کچھ سوراخ پائے۔ اپنی قیمتی چادر پھاڑ کر ان کو بند کیا مگر دو سوراخ

باقی رہ گئے۔ ان میں اپنے دونوں پاؤں ڈال دیئے۔ پھر عرض کیا۔ اب تشریف لائیے
 آپ داخل ہوتے اور سر مبارک حضرت صدیق اکبرؓ کی گود میں رکھ کر سو گئے۔ ایک
 سو راخ سے کسی چیز نے حضرت صدیق رضی کو کاٹا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ ہلے کہ مبادا رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جاگ اٹھیں۔ حضرت صدیق رضی کے آنسو جو آپ کے چہرہ مبارک
 پر گرنے تو فرمایا "ابو بکر تجھے کیا ہوا۔ عرض کی "میرے ماں باپ آپ پر فدا۔ مجھے
 کسی چیز نے کاٹ کھایا" آپ نے زخم پر لعاب دہن لگا دیا۔ فوراً سب زرد ہوتا
 رہا ۲۱۔

"کفار مکہ نے آپ دونوں کی تلاش میں ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ کھوجیوں کو
 ساتھ لے کر کھڑا دیکھتے دیکھتے غار کے منہ تک جا پہنچے۔ مسند بزار میں ہے کہ اللہ
 تعالیٰ نے میٹھی کو حکم دیا۔ اس نے غار کے منہ پر جالا تن دیا اور جنگلی کبوتروں کو بھیج
 دیا وہ غار کے دروازے پر جا بیٹھے۔ یہ دیکھ کر کفار غار کے اندر جانے سے رک
 گئے۔ جب وہاں پہنچے تو کبوتروں کو اڑتے اور غار کے منہ پر جالا تن دیکھ کر کہنے
 لگے اگر کوئی اس میں داخل ہوتا تو یہ انڈے گر جاتے اور جالا ٹوٹ جاتا۔ چنانچہ یہ
 کہہ کر وہ وہاں سے واپس چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس مخفی تدبیر سے ان کو
 ناسزا دیا واپس کیا ۲۲۔

غار ثور میں حضرت اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا کھانا لے کر آئیں ۲۳۔ حضرت
 ابوبکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیرہ بکریاں چراتے رہتے اور جب رات کا ایک
 حصہ گزر جاتا تو بکریاں لے کر ان کے پاس پہنچ جاتے۔ اس طرح دونوں حضرات
 رات کو آسودہ ہو کر دو دھپی لیتے پھر صبح تڑکے ہی عامر بن فہیرہ بکریاں ہانک کر
 چل دیتے ۲۴۔ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہما ہر روز شام کے وقت غار میں
 آکر ان تمام باتوں کی خبر دیتے جو مکہ میں ہوتیں اور عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ ہر رات
 بکریاں لاتے تاکہ ان کا دودھ لیا جاسکے اور ضرورت کے تحت ذبح بھی کی جاسکیں
 وہ صبح سویرے جا کر دوسرے لوگوں کے چرواہوں میں شامل ہوتے تاکہ ان کے متعلق

کوئی معلوم نہ کر سکے۔ پھر جب ان کے محلے میں لوگوں کی آوازیں دھیمی پڑ گئیں اور معلوم ہو گیا کہ مکے والے تھک ہار کر خاموش ہو کر بیٹھ گئے ہیں تو عبداللہ بن ابی بکرؓ اور عامر بن فہیرہؓ دو اونٹ لے کر آگئے۔ ۲۷

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیقؓ غارِ ثور سے روانہ ہونے لگے تو حضرت اسماء بنت ابوبکرؓ زادِ سفر لے کر آگئیں مگر اس میں لٹکانے والا بندھن لگانا بھول گئیں۔ جب روانگی کا وقت آیا اور حضرت اسماءؓ نے توشہ لٹکانا چاہا تو دیکھا کہ اس میں بندھن ہی نہیں ہے۔ انہوں نے اپنا پٹکا (کمر بند) کھولا اور دو حصوں میں چاک کر کے ایک میں توشہ لٹکا دیا اور دوسرا کمر میں باندھ لیا۔ اسی وجہ سے ان کا لقب ”ذات النطاقین“ پڑ گیا۔ ۲۸

تین دن اور تین راتیں غارِ ثور میں گزارنے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یکم ربیع الاول کو پیر (دوشنبہ) کے دن غارِ ثور سے نکل کر سفر شروع کیا۔ ۲۹ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری کے مطابق غارِ ثور سے نکلنے کے بعد جن اونٹنیوں پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف سفر شروع کیا، ان اونٹنیوں کو اسی سفر کی خاطر فریبہ کیا گیا تھا۔ ۳۰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ ثور سے دوشنبہ کے دن نکلے اور مدینہ طیبہ کی طرف سفر شروع کیا۔ غارِ ثور سے نکلنے کے بعد امِ معبد سے ملاقات ہوئی۔ اور یہاں ایک معجزہ ظہور میں آیا۔ راستے میں امِ معبد کا خمیہ پڑتا تھا۔ یہ خاتون بہت مہمان نواز تھی۔ مسافروں کی خبر گیری میں مشہور تھی۔ ان کے خمیے پر پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے کھانے کی کوئی چیز مانگی۔ وہ بولیں کہ اس وقت تو کچھ بھی موجود نہیں اگر موجود ہوتی تو میں آپ کے کمنے سے پہلے لادیتی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خمیے کے کونے میں ایک مریل سی بکری دیکھی اور امِ معبد سے پوچھا کہ کیا میں اس بکری کا دودھ دوہ لوں۔ امِ معبد بولیں یہ بکری کمزور ہونے کی وجہ سے ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکی۔ اس میں دودھ کہاں، لیکن اگر آپ کو معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برتن مانگا اور لبیم اللہ پڑھ کر بکری کو دوہنا شروع

کیا۔ ہاتھ لگانے کی دیر تھی کہ برتن دودھ سے اتنا بھر گیا کہ باہر گرنے لگا۔ یہ دودھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے پیا اور دو برتن دودھ پی لینے کے بعد تیسری مرتبہ برتن بھر کر ام مہجد کے لیے چھوڑ دیا گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آگے روانہ ہو گئے۔ کچھ دیر بعد ام مہجد کا شوہر آگیا۔ خیمہ میں دودھ کا برتن بھرا دیکھ کر بہت حیران ہوا اور ام مہجد سے پوچھنے لگا یہ کہاں سے آیا ہے ام مہجد نے اسے بتایا کہ ایک بابرکت شخص آیا تھا اور یہ دودھ ان کے قدم کا نتیجہ ہے وہ بولایہی وہ صاحب قریش معلوم ہوتا ہے جس کی مجھے تلاش تھی، ذرا ان کی توصیف تو بیان کرو۔ اس پر ام مہجد نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سراپا بیان کیا ۳۳

ام مہجد کے خیمہ پر ہی ایک اور معجزہ رونما ہوا کہ ام مہجد کے خیمے پر نماز کا وقت آیا۔ آپ نے وضو کیا۔ شان الہی سے جہاں پر آنجناب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے وضو کا پانی ٹھہرا تھا۔ ایک عجیب و غریب درخت وہاں پیدا ہو گیا جن کا نام شجرۃ المبارک تھا۔ اس پر نہایت خوش ذائقہ میوے لگنے لگتے تھے جو بیماریوں کے واسطے شفا دیتے

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال فرما گئے تو وہ درخت بھی خشک ہو گیا ۳۴

قریش نے اعلان کیا تھا کہ جو شخص محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا ابو بکر رضی اللہ عنہما کو گرفتار کر کے لائے گا، اس کو ایک خون بہا کے برابر یعنی سوا اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ سراقہ بن جشم نے سنا تو انعام کے لالچ میں نکلا۔ عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی، وہ گر پڑا۔ دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا۔ اب کی بار گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، گھوڑے سے اتر پڑا۔ مکرر تجربہ نے اس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آکر قریش کے اعلان کا واقعہ سنایا اور درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجیے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے غلام عامر بن فہیر نے چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمان امن لکھ دیا ۳۵

ایک اور شخص جس کا نام بربیدہ اسلمی تھا اور اپنے قبیلہ کا سردار تھا، یہ بھی انعام کے لالچ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تلاش میں نکلا اور آپ کو راہ میں پالیا۔ جب سامنے آیا اور ہم کلام ہوا تو اثر و جذبہ کا ایک تیر تھا جو سیدھا دل میں اتر گیا اور اپنی قوم کے ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہو گیا۔ جوش مسرت سے اپنی سفید پگڑی نیزہ پر باندھ کر اس کا روانہ رشتہ و سعادت کے آگے آگے چل پڑا۔ پگڑی کا پھر پیرا ہوا میں لہراتا اور رقص انگیز انداز سے بشارتیں سناتا چلا جا رہا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو انصاف و عدالت سے بھر پور کر دینے والا آرہا ہے۔ اس طرح رواں دواں، نور و شکست کی ہزار دنیا تیں اپنے جلو میں لیے یہ قافلہ جذب و سرور مدینہ کی طرف بڑھتا گیا۔
اسی سفر میں مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ شام سے واپس آتے ہوئے زبیر بن عوام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ملاقات کی اور آپ کو اور ابو بکرؓ کو پہننے کے لیے سفید کپڑوں کا تحفہ دیا۔^{۳۹}

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۲ ربیع الاول بروز دو شنبہ یعنی (پیر) کو ظہر کے وقت مدینہ میں داخل ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قبا میں منازل بنی عمرو بن عوف میں ٹھہرے اور چودہ دن وہاں قیام کیا۔ قبا کی بستی اس وقت مدینہ منورہ سے ۳ میل دور واقع تھی۔^{۴۰}

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عمرو بن عوف کے قبیلہ کے سردار کلثوم بن ہدم انصاری کے گھر قیام فرمایا۔ یہاں اکثر صحابہؓ پہلے سے ان کے مہمان تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ کی اس بستی میں رہنے کے لیے انہی کے گھر کا انتخاب کیا۔^{۴۱}
کلثوم بن ہدم ایک سن رسیدہ بزرگ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت کے بعد پہلے شخص تھے جن کا ہجرت کے بعد انتقال ہوا۔^{۴۲}

حضرت علیؓ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے مکہ میں تین روز ٹھہر کر اور لوگوں کی جو امانتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تھیں انہیں ادا کر کے پیدل ہی مدینہ کا رخ کیا اور قبا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آگے آئے اور کلثوم بن ہدم کے

یہاں قیام فرمایا ۴۷

کلثوم بن ہدم کی ایک افتادہ زمین عقی جہاں کھجوریں خشک ہونے کے لیے پھیلا دی جاتی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے یہ زمین لے کر مسجد کی بنیاد رکھی۔ اس مسجد کی تعمیر میں دیگر اصحاب کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی لخرن تشویتی و ترغیب کام کرتے تھے۔ شمس بنت نعمان انصاریہ مدنیہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتنا بھاری پتھر اٹھاتے کہ جسم اظہر خم ہو جاتا اور لطن شریف پر مجھے مٹی کی سفیدی نظر آ جاتی، آپ کے اصحاب میں سے اگر کوئی عقیدت مند آ کر عرض کرتا: "یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر خدا اچھوڑ دیجئے۔ میں اٹھاتا ہوں۔ تو آپ فرماتے: نہیں تم ایسا اور پتھر اٹھا لو۔ اور خود اسی کو عمارت میں لگاتے۔ اس تعمیر میں حضرت جبریل آپ کو سمت قبلہ بتا رہے تھے۔ اسی واسطے کہا جاتا تھا کہ اس مسجد کا قبلہ عدل و اقوم ہے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ خزرجی شاعر بھی تعمیر مسجد میں شامل تھے اور کام کرتے ہوئے یوں کہتے جلتے تھے۔

"وہ کامیاب ہے جو مسجد میں تعمیر کرتا ہے اور اٹھتے بیٹھے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا رہتا ہے؟"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز لاتے جاتے تھے ۴۸ اس مسجد کی سب سے بڑی فضیلت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو شنبہ اور پچھنہ کو نماز وہیں پڑھتے تھے ۴۹ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجدِ قبا میں نماز پڑھنا عمر کے برابر ہے ۵۰

حضرت کلثوم بن ہدم کو یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مدینہ میں کئی باتوں میں پہل کر گئے۔ مثلاً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مدینہ میں سب سے پہلے میزان بننے کا شرف حاصل ہوا، مدینہ کی سب سے پہلی مسجد "مسجدِ قبا" ان کی زمین پر بنائی گئی اور یہ وہ صحابی ہیں جو ہجرت کے بعد سب سے پہلے فوت ہوئے۔

حواشی

۱۔ طبری جلد ۲۔ ص ۲۵۴، ابن ہشام۔ جلد ۲، ابن سعد۔ جلد ۱۔ ص ۱۵۷ بحوالہ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۴

۲۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۲، ۱۵۵۔

۳۔ ایضاً۔ ص ۱۵۵۔

۴۔ سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۷۷۔ بحوالہ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۶۔

۵۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۶۔

۶۔ ایضاً۔

۷۔ آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرماتے وقت رب کریم سے دعا فرمائی ” اے اللہ تو نے میری محبوب ترین جگہ سے مجھے ہجرت کرائی۔ اب تو مجھے اس قطعہ زمین میں آباد کر جو تجھے سب سے محبوب اور پسندیدہ ہو (مستدرک حاکم بحوالہ میرے سرکار ۴۔ از راجہ رشید محمود۔ ص ۳۸ / قوس قزح ص ۱۹)۔

” مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ معظمہ سے باہر تشریف لے جاتے وقت ”خزواہ“ پر جو کہ حرم شریف کا ایک مقام ہے کھڑے ہو کر زمین مکہ کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ”خدا کی قسم تیری زمین، خدا کی تمام زمینوں سے زیادہ میرے نزدیک محبوب ہے۔ اگر تیری زمین کے رہنے والے مجھے ہجرت پر مجبور نہ کرتے تو میں اس سے باہر نہ ہوتا“ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۵)

۸۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۶، ۹۷۔

۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ کو جا رہا ہوں مگر تم یہاں رہو اور لوگوں کی جو امانتیں میرے

آئی جسے سن کر وہ دہک گئے اور انہوں نے آپس میں کہا کہ " واللہ، یہ سارے عرب میں ہمارے لیے سخت بدنامی کی بات ہوگی کہ ہم دیواریں پھاند کر رات کو اپنے ہی ایک رشتہ دار کے گھر میں گھسے اور ہم نے اپنے قبیلے کی بیٹیوں کی عزت و آبرو کا لحاظ بھی نہ کیا " یہی بات تھی جس کی وجہ سے یہ لوگ رات بھر باہر بیٹھے رہے اور اس انتظار میں رہے کہ صبح سویرے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھیں تو کیا بارگی آپ پر لوٹ پڑیں۔ (سیرت سرورِ عالم ص ۷۲۳)

۱۴۔ عروۃ بن زبیر۔ معازی رسول اللہ ص ۱۳۲۔

۱۵۔ سلمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین ص ۲۔ جلد اول ص ۸۶ / شبلی۔ سیرۃ النبی ص ۱۷۱۔ جلد اول ص ۱۷۱ / مودودی۔ سیرت سرورِ عالم ص ۷۲۲ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ ص ۲۲۵ / عروہ بن زبیر۔ معازی رسول اللہ ص ۱۳۲۔

۱۶۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قریش کو حد درجہ عداوت تھی تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال و اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا، آپ ہی کے پاس لاکر رکھتا تھا۔ (شبلی۔ سیرۃ النبی۔ جلد اول ص ۱۷۱)

۱۷۔ المشاہدہ۔ ص ۵۔

۱۸۔ سید نجم الحسن لکھتے ہیں کہ غارِ ثور مکہ سے ایک گھنٹہ کی راہ پر ڈھائی میل جنوب کو واقع ہے (سید نجم الحسن۔ چودہ ستارے۔ ص ۲۲)

۱۹۔ "قدیم زمانے میں یمن کو جانے والا راستہ اس کے قریب سے گزرتا ہے مکہ سے کوئی تین چار میل کے فاصلے پر وہ پہاڑ ہے جس پر غارِ ثور واقع ہے سطح سمندر سے اس کی اونچائی کوئی ۳۲۰۰ فٹ ہے مکہ کی سطح سے ۱۲۰۰ فٹ اونچا ہے۔ یہ جبلِ ثور سے زیادہ بلند ہے۔ چوٹی کے قریب ہی یہ غار واقع ہے۔ جبلِ ثور کا سلسلہ کم و بیش چار میل پر پھیلا ہوا ہے۔ پہاڑ کی چڑھائی نامہوار مگر سیدھی ہے اس لیے خاصی دشوار گزار ہے۔ جبلِ ثور پر بلسان کے درخت بہت ہیں جن سے روغن اور ادویات بنائی جاتی ہیں۔ حضرت

اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ایک شخص ثور بن عبد مناف گزرا ہے کہتے ہیں اس نے کسی سفر کے دوران اس پہاڑ پر قیام کیا تھا اس لیے اس کا نام "جبل ثور" پڑ گیا۔ اوپر سے چوٹی کے قریب کوئی دو فرلانگ نشیب میں ایک ڈھلوان اور دشوار گزار راستہ ہے جس کے آخر میں یہ غار ہے جو عام گزرگاہ سے ہٹ کر پہاڑ کی دہنی جانب واقع ہے۔ غار کا رقبہ تقریباً دو مربع میٹر ہے۔ دیوار بہت تنگ ہونے سے ایک آدمی مشکل سے اندر جا سکتا ہے۔ جاتے ہوئے سر کو جھکانا پڑتا ہے۔ سیدھے کھڑے ہو کر داخل ہونا ممکن نہیں۔ اندر غار کی وسعت کچھ زیادہ نہیں ہے۔ اندرونی بلندی پانچ چھ فٹ ہے اور سات آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔ (سیرت احمد مجتبیٰ ۴۔ جلد اول۔ ص ۲۷۵، ۲۷۶)

۲۰۔ سلیمان منصور پوری۔ رحمة للعالمین ۲۔ جلد اول۔ ص ۹۵ / الرحیق المختوم۔ ص ۲۷۶۔

۲۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۷، ۹۸۔

۲۲۔ اسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبوتروں کے اس جوڑے کو خانہ کعبہ پر بسنے کی اجازت دی (چودہ ستارے۔ ص ۲۲) شیخ عبدالحق محدث دہلوی کہتے ہیں کہ حرم مکہ کے کبوتر اسی جوڑے کی نسل سے ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعائے برکت سے یہ قیامت تک شکار اور ہلاک ہونے سے محفوظ رہیں گے (مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۹۹)

۲۳۔ مختصر سیرۃ الرسول ۲۔ ص ۲۸۹ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۹۹ / سیرت احمد مجتبیٰ ۴۔ جلد اول۔ ص ۲۸۱ / شبلی۔ سیرۃ النبی ۳۔ جلد اول۔ ص ۱۷۱ / سیرت سرور عالم ۲۔ جلد دوم۔ ص ۷۲۴ / حیات محمد ۴۔ ص ۲۵۱ / انوار محمدیہ ۲۔ ص ۷۸ / سیرت رسول عربی ۲۔ ص ۱۰۳ / چودہ ستارے۔ ص ۲۲۔

۲۴۔ شرافت نوشاہی، سید شریف احمد۔ تشریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۵۔

۲۵ — محمد احمد پانی پتی لکھتے ہیں کہ عامر کے باپ کا نام فہیرہ تھا۔ طفیل بن عبداللہ کے غلام تھے جو حضرت عائشہؓ کے اخیانی بھائی اور ام رومانؓ کے بیٹے تھے اور قبیلہ ازد سے تعلق رکھتے تھے۔ دوسرے کمزور لوگوں اور غلاموں کی طرح حضرت عامرؓ کو بھی شدید اذیتیں دی گئیں۔ بدن کو لوسے کی سلاخوں سے داغ دیا گیا۔ تپتی ہوئی ریت پر لوسے کی زرہیں پہنا پہنا کر لٹایا گیا۔ بدن پر بھاری بھاری پتھر رکھے گئے۔ عزمینیکہ جو جو اذیتیں دی جاسکتی تھیں، کفار نے انہیں دیں مگر انہوں نے بڑی پامردی، استقلال اور جوان مردی کے ساتھ ان سب کا مقابلہ کیا اور اسلام کا دامن مضبوطی سے پکڑے رکھا۔ حضرت ابو بکرؓ صدیق کا دل بے حد نرم تھا اور ان سے غلاموں کی یہ مصیبتیں نہ دیکھی جاتی تھیں۔ جب انہوں نے حضرت عامرؓ کی یہ حالت دیکھی تو دیگر غلاموں کی طرح انہیں بھی خرید کر آزاد کر دیا۔ جب آپؐ آزاد ہو گئے تو شکم پر دری کے لیے کام کی ضرورت تھی۔ کفار کے ماتحت کام کرنا آپ کو پسند نہ تھا اور نہ ہی کفار آپ سے کوئی کام لینا چاہتے تھے۔ اس لیے آپ حضرت ابو بکرؓ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں رہے اور ان کی بکریاں چرانے کی خدمت اپنے ذمہ لے لی۔

(محمد احمد پانی پتی۔ غلامانِ محمد۔ ص ۱۰۸)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عامر بن فہیرہ کو نازک سے نازک موقع پر اپنا معتمد بنایا۔ (مولانا شاہ معین الدین۔ سیر صحابہ رضی اللہ عنہم۔ جلد دوم، مہاجرین حصہ اول۔ ص ۲۲۴، ۲۲۵)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صفر ۴ ہجری میں قبیلہ کلاب کے سردار ابو بکر کلابی کی درخواست پر ستر قاریوں کی ایک جماعت کو تبلیغ و ارشاد کے لیے بھیجا۔ ان میں عامر بن فہیرہ بھی شامل تھے۔ قبیلہ رعل اور ذکوان نے غداری کے ساتھ اس تمام جماعت کو شہید کر دیا (مولانا سعید احمد۔ غلامانِ اسلام ص ۵۷) صرف دو صحابی بچ سکے۔ ان میں ایک کعب بن زید تھے جن کو کافر مردہ سمجھ

کہ پھوڑ گئے تھے حالانکہ ان میں جان باقی تھی اور دوسرے عمرو بن امیہ صغریٰ رضی
جو اس وقت اونٹوں کو چرانے کی غرض سے جماعت سے الگ تھے۔ جب عمرو
بن امیہ صغریٰ اونٹوں کو چرانے کے بعد واپس آئے تو کفار نے ان کو گرفتار کر
لیا مگر بعد میں عامر بن طفیل نے ایک نذر پوری کرنے کے لیے ان کو چھوڑ دیا۔
(محمد احمد پانی پتی - غلامانِ محمدؐ - ص ۱۱۳)

جب عمرو بن امیہ صغریٰ قید کر لیے گئے تو ایک لاش کی جانب اشارہ کر کے
عامر بن طفیل نے ان سے دریافت کیا کہ یہ کس کی لاش ہے؟ عمرو بن امیہ نے
جواب دیا کہ یہ حضرت عامر بن فہیرہ ہیں۔ وہ کہنے لگے کہ میں نے ان کو شہادت
کے بعد دیکھا کہ آسمان کی طرف اٹھا لیے گئے تھے۔ یہاں تک کہ میں نے ان کو
زمین و آسمان کے درمیان معلق دیکھا تھا اور پھر نیچے رکھ دیئے گئے تھے پس
نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اس واقعہ سے اللہ نے مطلع فرمادیا اور آپ
نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی جام شہادت نوش کر گئے ہیں۔ اور
انہوں نے آخری وقت اپنے پروردگار سے یہ دعا کی تھی کہ ہمارے بھائیوں
کو اس بات کی خبر پہنچادی جاتے کہ ہم تجھ (خدا) سے راضی ہیں اور تو ہم سے
راضی ہے۔ (بخاری شریف - جلد دوم - کتاب المغازی - باب ۴۹۶ - مطبع
حامد اینڈ کمپنی اردو بازار لاہور - ص ۵۵۵)

حضرت عامر بن فہیرہ کو ایک شخص جبار بن سلمیٰ نے شہید کیا تھا۔ جبار بعد
میں مسلمان ہو گیا اور وہ اپنے مسلمان ہونے کی وجہ یہ بیان کرتا تھا کہ جب
میں نے عامر بن فہیرہ کو شہید کیا تو ان کے منہ سے بے اختیار نکلا "قرت
واللہ" یعنی خدا کی قسم! میں تو اپنی مراد کو پہنچ گیا۔ جبار کہتا ہے کہ میں الفاظ
سن کر سخت متعجب ہوا کہ میں نے تو اس شخص کو قتل کیا ہے اور یہ کہہ رہا ہے
کہ میں مراد کو پہنچ گیا ہوں۔ یہ کیا بات ہے؟ چنانچہ میں نے بعد میں لوگوں
سے اس کی وجہ پوچھی تو مجھے معلوم ہوا کہ مسلمان لوگ خدا کے راستے میں جان

دینے کو سب سے بڑی کامیابی خیال کرتے ہیں اور اس بات کا میری طبیعت پر ایسا اثر ہوا کہ آخر اسی اثر کے ماتحت میں مسلمان ہو گیا۔ (محمد احمد پانی پتی۔

غلامانِ محمدؐ - ص ۱۱۳)

۲۶۔۔۔ الرحیق المختوم - ص ۲۴۴ / انوارِ محمدیہؐ - ص ۴۹ / سیرتِ رسولِ عربیؐ - ص ۱۰۲ / مدارج النبوت - جلد دوم / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۸۶ / الوفا - ص ۲۸۵ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہؐ - ص ۲۴۸ -

۲۷۔۔۔ معانی رسول اللہؐ - ص ۱۳۳ / سیرتِ احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۲۸۱ / شبلی سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۴۰، ۱۴۱ / مودودی - سیرتِ سرورِ عالمؐ - ص ۴۲۵ / حیاتِ محمدؐ - ص ۲۵۱، ۲۵۲ / سیرتِ النبی کامل - جلد اول - ص ۵۳۵ -

۲۸۔۔۔ الرحیق المختوم - ص ۲۴۹ / سیرتِ رسولِ عربیؐ - ص ۱۰۰ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۹۴ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۸۶ / الوفا - ص ۲۸۵ / سیرتِ احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۲۴۳، ۲۴۵ / شبلی سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۴۰ / سیرتِ سرورِ عالمؐ - جلد دوم - ص ۴۲۹ / حیاتِ محمدؐ - ص ۲۵۳ / سیرتِ محمدیہؐ - جلد اول - ص ۲۶۶ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرتِ مصطفیٰؐ - ص ۱۳۰ -

۲۹۔۔۔ آستانہ (ماہنامہ) دہلی - رسولؐ نمبر - دسمبر ۱۹۵۳ - ص ۲۴۲، ۲۴۵ / الرحیق المختوم - ص ۲۴۹ / قوسِ قزح - ص ۲۰ / شریف التواریخ - ص ۱۸۵ / سلمان منصور پوری رحمتہ للعالمین - جلد اول - ص ۸۴ / سیرتِ احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۲۸۱ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۱۰۲ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۱۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرتِ مصطفیٰؐ - ص ۱۳۴ / عبد العزیز ہزاروی - سیرتِ مصطفیٰؐ - ص ۱۸۲ / حافظ محمد یونس - خطباتِ سیرت - ص ۳۳ -

۳۰۔۔۔ سلمان منصور پوری - رحمتہ للعالمین - جلد اول - ص ۸۵-۸۶

عبداللہ بن اوفیظ کو راستہ بتلانے کے لیے اجرت دے کر ساتھ لے لیا

گیا تھا۔ وہ سب سے آگے آگے راستہ دکھانے کے لیے چلے۔ (قوس قزح۔ ص ۲۱ / انوارِ محمدیہ ۲۔ ص ۸۰ / سیرتِ رسولِ عربی ۲۔ ص ۱۰۰، ۱۰۳ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۱ / مختصر سیرۃ الرسول ۲۔ ص ۲۸۸، ۲۸۶ / مغازی رسول اللہ ۲۔ ص ۱۳۳ / الوفا۔ ص ۲۸۵ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ۱۔ جلد اول۔ ص ۲۸۱، ۲۷۲ / سیرۃ النبی ۲۔ جلد اول۔ ص ۱۶۱ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ ص ۱۳۲ / مفتی محمد شفیع۔ سیرۃ رسولِ اکرم ۲۔ ص ۱۳۰۔

۳۱۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ وہ بکری، جس کے عھتوں پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہاتھ پھیرا اور اس کا دودھ دوہا تھا، امِ معبدہؓ کے پاس ”رمادہ“ کے زمانہ تک رہی جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہجرت کا اٹھارہواں سال ہے امِ معبدہ کہتی ہیں کہ جب خشک سالی کی وجہ سے زمین پر ایک سبز پتہ بھی ملتا تھا ہم برابر اس سے صبح و شام دودھ حاصل کرتے رہے۔ یہ روایت واقدی کے واسطے سے ابن سعد نے نقل کی ہے کہ بعد میں امِ معبدہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہجرت کی اور اپنے سینہ کو نورِ ایمان سے منور کیا۔

(مختصر سیرۃ الرسول ۲۔ ص ۲۹۵ / انوارِ محمدیہ ۲۔ ص ۸۰)

۳۲۔ امِ معبدہ کا اصل نام عاتکہ بنت خالد خزاعیہ ہے مگر یہ امِ معبدہ کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ مسافروں کی خبرگیری اور ان کی تواضع کے لیے مشہور تھی۔ ہمراہ پانی پلایا کرتی تھی اور مسافروں کو ہاتھ دھو کر سستایا کرتے تھے۔ (سلمان منصور پوری رحمۃ للعالمین ۲۔ جلد اول۔ ص ۸۸ / عبدالعزیز ہزاروی۔ سیرتِ مصطفیٰ ۲۔ ص ۱۸۶)

۳۳۔ سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین ۲۔ جلد اول۔ ص ۸۸ / الرحمن المختوم۔ ص ۲۸۱، ۲۸۲ / سر پائے قدس ۲۔ ص ۱۳۳، ۱۳۴ / انوارِ محمدیہ ۲۔ ص ۸۰ / سیرتِ رسولِ عربی ۲۔ ص ۱۰۶، ۱۰۷ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۰۲، ۱۰۳ / مختصر سیرۃ الرسول ۲۔ ص ۲۹۲، ۲۹۳ / الوفا۔ ص ۲۹۲-۲۹۶ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰ ۲۔ جلد اول۔ ص

۲۸۵-۲۸۴ / سیرت سرورِ عالمؐ - جلد دوم - ص ۴۳۲-۴۳۴ / سیرت محمدؐ
 جلد اول - ص ۲۴۴-۲۴۵ / سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک - ص ۱۰۴، ۱۰۵ / اسوۃ
 الرسولؐ - جلد دوم - ص ۳۱۶ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰؐ - ص ۱۳۵ -
 ۲۲ - عبدالعزیز ہزاروی - سیرت مصطفیٰؐ - ص ۱۸۶ -

۲۵ - ”قریش نے ایک ہنگامی اجلاس کر کے یہ طے کیا کہ ان دونوں کو گرفتار
 کرنے کے لیے تمام ممکنہ وسائل کام میں لائے جائیں۔ چنانچہ مکے سے نکلنے والے
 تمام راستوں پر خواہ وہ کسی بھی سمت جا رہا ہو، نہایت کڑا مسلح پتھر بٹھا دیا گیا
 اس طرح اعلانِ عام بھی کیا گیا کہ جو کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ابو بکر
 رضی اللہ عنہ کو یا ان میں سے کسی ایک کو زندہ یا مردہ حاضر کرے گا، اسے ہر ایک
 کے بدلے سوا اونٹوں کا اگر انقدر انعام دیا جائے گا۔ اس اعلان کے نتیجے میں سوار
 اور پیادے اور نشاناتِ قدم کے کھوجی نہایت سرگرمی سے تلاش میں لگ گئے
 اور پہاڑوں، وادیوں اور نشیب و فراز میں ہر طرف بکھر گئے“ (الرحیق المہتموم ص
 ۲۷۸ / سیرت سرورِ عالمؐ - جلد دوم - ص ۴۲۸، ۴۳۰-۴۳۱ / انوارِ محمدیہؐ - ص ۸۱، ۸۲ /
 سیرۃ النبی جلد اول - ص ۱۶۲ / اسوۃ حسنہ - ص ۸۸، ۸۹ / سیرت رسولِ اکرمؐ - ص ۱۰۴-۱۰۶ /
 سلمان منصور پوری - رحمتہ للعالمینؐ - جلد اول - ص ۸۷ / الوفا - ص ۲۸۹، ۲۹۰ /
 حیاتِ محمدؐ - ص ۲۵۴، ۲۵۵ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۲۲۶ / سیرت احمد
 مجتبیٰؐ - جلد اول - ص ۲۸۳، ۲۸۴ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰؐ - ص ۱۳۴ -
 ۱۳۶ / مفتی محمد شفیع - سیرۃ رسولِ اکرمؐ - ص ۱۳۰، ۱۳۱ / سیرت النبیؐ کامل - ص ۵۳۸
 ۵۳۹ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۹۱ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۵۴

۲۶ - اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سراقہ سے فرمایا (ترجمہ) تیرا
 کیا حال ہو گا جب تجھے کسریٰ کے دو کنگن پہنائے جائیں گے۔ جب رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ حنین و طائف سے واپس آئے تو حیرانہ میں سراقہ نے

وہ فرمانِ امن پیش کیا۔ حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا کہ آج وفا و احسان کا دن ہے سراقہ آگے بڑھے اور ایمان لائے۔ جب عہدِ فاروقی میں ایران فتح ہوا اور کسری ہرمز کے کنگن حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ آئے تو آپ نے قولِ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق و تحقیق کے لیے وہ کنگن سراقہ کو پہنا دیئے اور فرمایا (سب ستمائش اللہ کو ہے جس نے کسری جیسے شاہِ ہجرت کے کنگن چھین کر سراقہ جیسے غریب بدوی کو پہنا دیئے۔ سراقہ نے ساقیہ میں بعد حضرت

عثمان غنیؓ وفات پائی۔ (سیرتِ رسولِ عربیؐ) ص ۱۰۶ (حاشیہ) / سیرتِ سرورِ عالمؐ - جلد دوم - ص ۳۲ / سیرتِ النبیؐ کامل - جلد اول - ص ۵۴۰ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؑ - جلد اول - ص ۲۸۲ / غلامِ نبی، حکیم - سراپائے اقدس - ص ۸

۳۷۔۔۔ شبلی۔ سیرتِ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۴۲ / اسوۃ حسنہ - ص ۸۲، ۸۵۔

۳۸۔۔۔ معراجِ انسانیّت - ص ۲۲۳ / الرحیق المختوم - ص ۲۸۵ / سیرتِ رسولِ عربیؐ

ص ۱۰۸ / الوفا - ص ۲۹۸، ۲۹۷ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؑ - جلد اول - ص ۲۸۸ / سرورِ

عالم کے سفر مبارک - ص ۱۰۵ / عبد المصطفیٰ اعظمی - سیرتِ مصطفیٰؐ - ص ۱۳۷۔

۳۹۔۔۔ مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۹۵ / الوفا - ص ۲۹۱ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؑ - جلد اول

ص ۲۸۹ / سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۴۲ / عبد المصطفیٰ اعظمی - سیرتِ مصطفیٰؐ - ص ۱۳۷۔

۴۰۔۔۔ شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۲۲۵ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۵۶ /

قدس قزح - ص ۲۲، ۲۱ / النجم (پندرہ روزہ) لکھنؤ - ربیع الاقل - ۱۳۳۱ھ -

ص ۱۶ / ابوالنصر - رسولِ عربیؐ - ص ۱۱۶ / المشاہد - ص ۵ / سیرتِ رسولِ عربیؐ -

ص ۱۰۹ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۹۶ / اسوۃ حسنہ - ص ۸۵ / ثنّام الدین محمد

جعفری - جنات النعیم فی ذکر نبی کریمؐ - ص ۹۱ / مدارج النبوت - جلد دوم میں

۱۰۷ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہؐ - ص ۲۲۵۔

علماء سیر کا دو شنبہ کے بارے میں مکمل اتفاق ہے۔

کچھ سیرت نگاروں کے مطابق مدینہ کی سبق قبائلی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تشریف آوری ۸ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔ (سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین)۔
جلد اول۔ ص ۹۱ / محمد یونس، حافظ۔ خطبات سیرت۔ ص ۲۶ / قوس قزح میں
۲۲ / شریف التواریخ۔ ص ۱۸۵ / الرحیق المختوم۔ ص ۲۸۶ / سیرت احمد مجتبیٰ جلد
اول۔ ص ۴۸۹۔

واقعی کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی بارہ مدینہ پہنچنے کے لیے ثابت و متحقق ہے
(واقعی منغزی الرسول ص ۳)

۴۱۔ قوس قزح۔ ص ۲۲ / سید نجم الحسن۔ چودہ سارے۔ ص ۲۲ / جنات النعیم
فی ذکر نبی الکریم۔ ص ۹۱۔

۴۲۔ خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر۔ ۱۹۶۴۔ ص ۱۱۳ (مضمون

سیرت نبوی کی بعض ضروری تاریخیں۔ از مولانا عبدالقدوس ہاشمی)
"سیرت رسول عربی" میں ہے کہ قبا مدینہ سے جنوب کی طرف دو میل

کے فاصلے پر ہے (سیرت رسول عربی۔ ص ۱۰۹)

۴۳۔ "مختصر سیرۃ الرسول" میں لکھا ہے کہ آپ کلثوم بن ہدم یا خارجہ بن زید کے

ہاں مہمان ہوئے۔ (مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۲۹۶)

"الرہیق المختوم" میں ہے کہ آپ کلثوم بن ہدم یا سعد بن خلیثمہ کے مکان پر

رونق افروز ہوئے۔ پہلا قول زیادہ مضبوط ہے۔ (الرہیق المختوم۔ ص ۲۸۷)

مگر سب سے قوی بات یہ ہے کہ قبا کی میزبانی کا شرف تو کلثوم بن ہدم ہی

کو حاصل تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے ملاقات کے لیے حضرت

سعد بن خلیثمہ کے گھر کو استہمال کرتے تھے کیونکہ وہ بال بچوں والے نہ تھے۔ اس

لیے ان کا گھر مردوں کے لیے کھلا ہوتا تھا۔ (سیرت سرور عالم۔ جلد دوم۔ ص

۷۳۷ / سیرۃ النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۵۲۲، ۵۲۳ / اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔

ص ۳۲۱ / سیرت احمد مجتبیٰ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۷)

حضرت سعد بن خلیثمہ کے مکان پر چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں سے

لاقات کیا کرتے تھے اس لیے اس مکان کا نام "منزل العزائب" کے نام سے مشہور ہوا۔ (سیرت احمد مجتبیٰ ۴ - جلد اول - ص ۲۵۴)

۲۳۔ قبائکے ممتاز خاندان انصار کے ایک خوش نصیب انصاری کلمثوم بن ہدم کو اپنے عزیز خانہ میں شرف میزبانی نصیب ہوا۔ جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے پہلے کئی مہاجر ابو عبیدہؓ، مقدادؓ، خبابؓ، سمیلؓ، صفوانؓ، وہبؓ بن سعد، عیاضؓ، عبداللہ ابن محرزؓ، معمر بن ابی سرحؓ اور عمیر بن طوفؓ قیام پذیر تھے (سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۱۰۹)

۲۵۔ سیرت رسول عربی - ص ۱۰۹ / سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۶۲۔

۲۶۔ سیرت سرورِ عالم - جلد دوم - ص ۳۴، (حاشیہ) / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۱۰۔

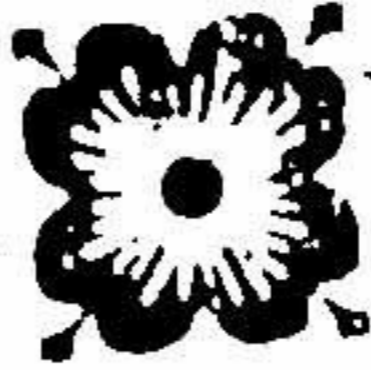
۲۷۔ الرحیق المختوم - ص ۲۸۸ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۹۶۔

"سیرت محمدیہ" میں ہے کہ حضرت علیؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس مکہ سے قبائکے سترہویں یا اٹھارویں ربیع الاول دو شنبہ کے دن پہنچ گئے (سیرت محمدیہ - جلد اول - ص ۲۸۲)

۲۸۔ سیرت رسول عربی - ص ۱۰۹ / سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۶۳، ۲۶۰، ۲۶۱ / سیرت النبی کامل - جلد اول - ص ۵۲۲ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۱۰-۱۱۲ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۱۳ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ - ص ۱۳۱ / خطبات سیرت - ص ۲۴ / سیرت احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۲۹۱، ۲۹۲ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۲۵۱ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۱۰۹، ۱۱۰۔

۲۹۔ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریمؐ - ص ۹۱ / تاریخ مدینہ - ص ۱۳۰، ۱۳۱۔
امیر المؤمنین علیؓ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ مسجد جس کی بنیاد تقویٰ پر ہے، وہ اول دن سے مسجد قبائکے ہے۔
(تاریخ مدینہ - ص ۱۴۰ / قوس قزح - ص ۲۲، ۲۳)

سعد بن ابی وقاصؓ روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا
 مسجدِ قبا میں دو رکعت ادا کرنا میرے نزدیک اس بات سے زیادہ محبوب ہے
 کہ دو مرتبہ بیت المقدس کی زیارت کروں اور کہا کہ اگر تم جان لو کہ اس مسجد
 میں کیا بھید پوشیدہ ہیں تو اس کی زیارت کے لیے ہر امکانی کوشش کیا کرو۔ اور
 اسی طرح سے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے (تاریخ مدینہ - ص ۱۴۱)
 ۵۔ تاریخ مدینہ - ص ۱۴۱ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۱۴ / شریف
 التواریخ - جلد اول - ص ۱۸۵۔



غزوة ابواء

ابن اسحاق اور واقفی وغیرہ کے مطابق غزوة ابواء پہلا غزوة ہے۔ یہ مکہ کیلینڈر کے مطابق صفر میں اور مدنی کیلینڈر کے مطابق جمادی الاول میں دو شنبہ کے دن ہوا۔ شبلی کے مطابق صفر ۲ھ میں آپ ﷺ ساتھ مہاجرین کے ساتھ مدینے سے نکلے اور ابواء تک گئے۔ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا مزار ہے۔ ابواء کا صہبہ مقام فرع ہے جو ایک وسیع قصبہ ہے اور جہاں قبیلہ مزنیہ آباد ہے اور جو مدینے سے تقریباً ۸ منزل (۸۰ میل) ہے۔ یہ مدینہ کی آخری سرحد ہے، ان اطراف میں قبیلہ بنو ضمرہ آباد تھا اور یہ نواح ان کی حدود حکومت میں داخل تھے۔ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چند روز قیام کر کے بنو ضمرہ سے معاہدہ کیا جن کا سردار مخشی بن عمرو ضمری تھا۔ معاہدہ کے یہ الفاظ تھے۔

یہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تحریر ہے، بنو ضمرہ کے لیے۔ ان لوگوں کا جان اور مال محفوظ رہے گا اور جو شخص ان پر حملہ کرے گا، اس کے مقابلہ میں ان کی مدد کی جائے گی۔ بجز اس صورت کے کہ یہ لوگ مذہب کے مقابلہ میں لڑیں۔ پیغمبر (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب ان کو مدد کے لیے بلائیں گے تو یہ مدد کو آئیں گے۔
تمام محدثین، معاذی کی ابتدا اسی واقعہ سے کرتے ہیں۔ صحیح بخاری میں بھی اسی کو اول الغزوات قرار دیا گیا ہے۔

محمد کلیم اراٹوں کے مطابق یہ سفارتی سفر تھا لیکن چونکہ یہ تجارتی شاہراہ تھی اس لیے کہا جاسکتا ہے کہ تربیتی اور سفارتی مقاصد کی تکمیل کے علاوہ یہ سفر تزدیراتی مقصد حاصل کر رہا تھا۔

- کچھ اہل سیر کے مطابق قریش کی ایک جماعت یا قافلہ کے تعاقب کے لیے مسلمان

نکلے اور ابواء کے مقام تک گئے مگر قریش کے قافلے کے نکل جانے کے بعد انہوں نے
بنو ضمرہ سے معاہدہ کر لیا ۷

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کے مطابق "مسلمان لشکر کی ملاقات و دوان کے
مقام پر قریش کے قافلہ سے ہو گئی تھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ کے بغیر ہی واپس
آگئے ۸

برہنہ یہ گلزار احمد کہتے ہیں کہ اس سفر کے دوران مکہ یا کسی اور قبیلہ کے کسی تجارتی
قافلہ سے تعارض کا کوئی ثبوت نہیں اور نہ ہی اس ارادہ سے یہ سفر اختیار کیا گیا ۱
یہ مہم کس غرض سے تھی؟ ابن سعد نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے
قافلے کے لیے نکلے تھے۔ ابن ہشام نے قریش کے قافلہ کے ساتھ بنو ضمرہ کا بھی نام لیا ہے
حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج میں صرف بنو ضمرہ کے لیے نکلنا لکھا ہے اور
یہی امر راجح اور قرین قیاس ہے کیونکہ ابن سعد اور ابن ہشام میں قریش کے قافلہ کا اس
سلسلہ میں کوئی ذکر نہیں ہے کہ وہ کیا ہوا؟ آیا آپ کے پہنچنے سے پہلے نکل گیا یا آپ کے
پہنچنے کی خبر پا کر راستہ بدل دیا، یا آپ کے پہنچنے کے بعد پرج کر نکل گیا یا اس سے مقابلہ
ہوا، پھر بیچ بچاؤ ہو گیا۔ اگر یہ مہم قریش کے قافلہ کی روک ٹوک کے لیے ہوتی اور آپ اسی
قصد سے نکلے تو ضرور اس کا ذکر ابن سعد یا ابن ہشام یا دوسرے ارباب سیر کرتے اور جب
ہیں بھی قافلہ کا کوئی ذکر نہیں ہے تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مہم میں قافلہ قریش
پیش نظر نہیں تھا بلکہ دراصل مقصد بنو ضمرہ سے مصالحت کا معاملہ انجام دینا تھا اور اسی مقصد
کو لے کر آپ خود اس مہم میں شریک ہوئے کیونکہ بغیر آپ کے مصالحت کا ذکر اور قافلہ
قریش کے متعلق کسی کا کوئی ذکر نہ کرنا، اس بات کا قرینہ ہے کہ یہ مہم دراصل بنو ضمرہ سے
مصالحت کے لیے تھی اور اس نظر یہ کے ماتحت تھی کہ مدینہ سے باہر کے قبائل کو مدینہ پر حملہ
کرنے سے مصالحت کے ذریعے روک دیا جائے، اور ان سے امن و امان کا معاہدہ
ہو جائے۔ علامہ شبلیؒ نے بھی "ابواء" کی مہم میں بنو ضمرہ سے مصالحت ہی کا ذکر کیا ہے،
قافلہ قریش کی روک ٹوک کا ذکر نہیں کیا ۱۰

ابواریں اور ایک قول کے بموجب اس سے پہلے ابو عبیدہؓ بن الحارث بن عبدالمطلبؓ جو کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ابنِ علم، چچا زاد بھائی تھے اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے ان کی عمر دس سال زیادہ تھی، اسلام لائے۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۹ (مضمون سیرت نبویؐ توفیقیت کی روشنی میں۔

از مولوی اسحق النبی علوی)

۲۔ کہیں لکھا ہے کہ ساتھ صحابہ ہمراہ تھے۔

(سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۳۰۵ / سیارہ ڈائجسٹ۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۵ / تاریخ

مدینہ۔ ص ۷۸ / توکل کی غزواتِ النبیؐ۔ ص ۱۳ / سیرت احمد مجتبیٰؑ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۰ /

نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۳۳۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۶۶ /

محمد رسول اللہ۔ ص ۳۰۹)

اور کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ ستر صحابہ ہمراہ تھے۔

(سلمان منصور پوری۔ رحمتہ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۶ / الرحیق المختوم۔ ص

۳۲۸ / پیپر عالم۔ ص ۲۲۲ / پیپر اعظم و آخر۔ ص ۲۲۷ / محمد شریف، راجا۔ حیات

رسالتناہ۔ ص ۲۰۶)

اور کہیں ساتھ، ستر صحابہؓ کہا گیا ہے۔

(سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۱۸۳ / عمدہ نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۱۲۹)

مصطفیٰ خاں اسی صحابہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔

(مصطفیٰ خاں، بی بی لے۔ غزواتِ نبویؐ۔ ص ۸) کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ حضور

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اس غزوہ میں دو سو صحابہ گئے تھے۔ (محمد صدیق

قریشی۔ رسول اکرمؐ کی سیاست، خارجہ۔ ص ۲۵۷)

۳۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ کا مزار البوارہ کے مقام پر واقع ہے (ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۸۰/ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۸/ رسول رحمتؐ۔ ص ۲۶۲/ عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۶۶/ رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ۔ ص ۱۹۱، ۲۵۷/ توکل بن غزوات النبیؐ۔ ص ۱۴ (حاشیہ)/ سیرت احمد مجتبیٰؑ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۱/ پیغمبرِ عظیم و آخرؑ۔ ص ۲۲۷/ سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۱۸۵/ مصطفیٰ خان، بی اے۔ غزوات نبویؐ۔ ص ۸/ عہد نبویؐ کے نادر واقعات۔ ص ۱۲۹)

دوشنبہ یعنی پیر کو ایک فضیلت یہ بھی حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ اور آپ کے والد ماجد حضرت عبد اللہؐ کا نکاح چھ ماہ بعد از آنحضرتؐ کی پہلی تاریخ کو ہوا اور وہ دوشنبہ (پیر) کا دن تھا (الوارث (ماہنامہ) کراچی اپریل ۱۹۹۱ء ص ۶۰۳۵۔ مضمون اسلامی مہینوں کے فضائل از سید معراج جامی) غزوہ احد کے موقع پر جنگ کے ارادہ سے کفارِ مکہ کا لشکر جب "البوارہ" کے مقام پر پہنچا تو اس لشکر میں سے کچھ کافروں نے حضرت آمنہؓ کے مزار کو اکھاڑنے اور قبر کی بے حرمتی کا پروگرام بنایا مگر اپنے سربراہوں کے منع کرنے پر وہ اس بُری حرکت سے باز رہے۔ (ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۳۵۵/ سیرت احمد مجتبیٰؑ۔ جلد دوم ص ۳۹۵، ۳۹۶)

مفتی محمد سعید خاں اس واقعہ کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں۔ "کفر کس قدر شقی اور سنگدل ہوتا ہے۔ وہ جب اس شقاوت کا مظاہرہ کرنے پر اتر آتا ہے زندہ تو درکار، جو اس دنیا سے رخصت ہو گئے ان سے بھی ناکرہ گناہ کا بدلہ لینے کے درپے ہو جاتا ہے، جب یہ لوگ البوارہ کے مقام پر پہنچے تو یہ تجویز کیا گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ کی قبر بھی یہیں ہے اسے اکھاڑا جائے جس کے بیٹے کو اللہ نے نبوت سے سرفراز فرمایا تھا اور جس کے ساتھیوں سے یہ بدر میں شکست کھا چکے تھے، اس سے انتقام لینے اور ذمہ داری میں مبتلا کرنے کا ایک اٹوٹا

انداز تھا جو کفر اختیار کرنا چاہتا تھا۔

قائدین کفر تک جب یہ تجویز پہنچی تو انہوں نے اس کے تمام نتائج و عواقب پر غور کیا۔ اور یہ ارادہ ملتوی کر دیا گیا کیونکہ وہ جانتے تھے اس طرح لاشوں کی بے حرمتی کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ کفار مکہ کا لشکر وادی عقیق میں پہنچا جو مدینہ منورہ کی قریبی وادیوں میں شمار کی جاتی تھی اور کسی قدر دائیں جانب ہٹ کر "احد" پہاڑ کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ (تب و تاب جادوانہ - ص ۱۶۲، ۱۶۳)

۴۔ اسوۃ الرسول - جلد دوم - ص ۳۵۸ / رسول اکرم کی سیاست خارجہ - ص ۱۹۰، ۱۹۱ / سیرت احمد مجتبیٰ - جلد دوم - ص ۱۹۲ / محمد رسول اللہ - ص ۳۰۹ / پیغمبر اعظم و آخر - ص ۲۲۸ / پیغمبر عالم - ص ۲۲۲ / الرحیق المختوم - ص ۳۲۸ / مصطفیٰ خان، بی اے - غزوات نبوی - ص ۹ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۳۰، ۱۳۱ -

۵۔ شبلی - سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۲۹۵، ۲۹۶ / سلمان منصور پوری - رحمۃ اللعالمین - جلد دوم - ص ۱۸۶ / سیارہ ڈائجسٹ جلد دوم - ص ۱۶۵ / رسول رحمت - ص ۲۶۲ / سیرۃ سرور انبیاء - ص ۱۰۶، ۱۰۷ / پیغمبر اعظم و آخر - ص ۲۲۸، ۲۲۹ / سرور عالم کے سفر مبارک - ص ۱۸۰ - ۱۸۶ / غزوات رسول اللہ - ص ۳۲۲، ۳۲۳ / پیغمبر انسانیت - ص ۲۸۶ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۲۹ / امام ابن حزم ظاہری - جوامع السیرۃ - ص ۱۲۵ -

۶۔ نقوش - رسول نمبر - جلد چہارم - ص ۳۲۸ / سرور عالم کے سفر مبارک - ص ۱۸۳ -

۷۔ صحیح السیر - ص ۸۱ / الونا - ص ۷۰۲ / سیرت محمدیہ - جلد اول - ص ۳۰۵ / واقدی - مغازی الرسول - ص ۳ / حیات محمد - ص ۲۹۲ / الرحیق المختوم - ص ۳۲۸ / توکل غزوات النبی - ص ۱۳ / رسول اکرم کی سیاست خارجہ - ص ۲۵۷ / سیرت احمد مجتبیٰ - جلد دوم - ص ۱۹۰ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۳۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ - ص ۱۶۶ / محمد شریف راجا حیات رسالت - ص ۲۰۶ -

کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ قبیلہ صنمہ قریش کا قبیلہ ہے۔ اس قبیلہ کا قافلہ تھا جس کو روکنے کے لیے مسلمان گئے تھے۔ وہاں پہنچے تو صنمہ کے سردار نے صلح چاہی تو آپ بھی صلح پر راضی ہو گئے (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۱۳۲،

۱۳۲/ ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۸۰)

اور رسالتاًب میں ہے "آپ اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ سے باہر قریش اور قبیلہ بنی صنمہ کے لیے تشریف لائے۔ جب آپ مقام ابوار میں پہنچے تو سردار محشی بن صنمہ نے صلح کر لی اور آپ یہاں سے واپس آئے۔ جنگ کی نوبت نہیں آئی تھی (عزیز الرحمن، مفتی۔ رسالتاًب۔ ص ۱۲۰)

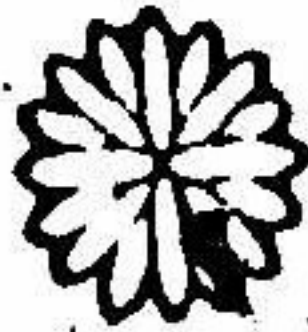
۸۔ تاریخ مدینہ۔ ص ۷۸۔

۹۔ عزوات رسول اللہؐ۔ ص ۳۲۳۔

امام ابن حزم ظاہری اپنی کتاب "جوامع السیرة" میں بھی جب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہیں تو اس میں قریش کے یا کسی اور قافلے کا کہیں ذکر نہیں، صرف معاذہ کا ذکر ہے۔ (جوامع السیرة۔ ص ۱۲۴، ۱۲۵)

۱۰۔ پیغمبر عالم۔ ص ۲۲۴، ۲۲۵ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۸۹، ۲۹۰۔

۱۱۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۲، ۱۳۳۔



غزوة بواط

اس غزوة پر جانے کی تاریخ ابن حبیب کے موجودہ نسخے میں ۳ ربیع الآخر یوم دو شنبہ نظر آتی ہے مگر سابقہ ہی تاریخ مراجعت دو شنبہ ۲۰ ربیع الآخر بیان کی گئی ہے۔ یہ تاریخیں آپس میں مطابقت نہیں رکھتیں اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ و انگلی بجائے ۲ کے ۱۳ تھی کیونکہ ۲۰ کو جب دو شنبہ ہوگا تو اس سے پہلے صرف ۶ اور ۱۳ کو دو شنبہ ممکن ہے۔

”یہ غزوة ربیع الاول شریف میں ہجرت کے تیرھویں مہینہ میں وقوع پذیر ہوا آپ کا لوہار اور علم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے ہاتھ مبارک میں تھا۔ اور مدینہ منورہ میں آپ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو اپنا خلیفہ اور قائم مقام بنایا۔ دو سو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ساتھ لے کر قریش کے ایک قافلہ کا راستہ روکنا چاہتے تھے جس میں سو قریش شریک تھے۔ اور امیہ بن خلف بھی تھا اور اڑھائی ہزار اونٹ اس قافلہ کے ہمراہ تھے۔ آپ مقام بواط تک جو کہ رضوی کے ایک طرف چھوٹے چھوٹے پہاڑی سلسلے پر مشتمل ہے۔ بواط اور مدینہ منورہ سے چار منزل کا فاصلہ ہے۔ اس دفعہ بھی دشمنوں سے ملاقات اور ٹڈ بھیر نہ ہوئی۔ اور مدینہ منورہ کی طرف مراجعت فرما ہوئے۔“

تقریباً تمام اہل سیر غزوة بواط کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ سعد بن ابی وقاص کے پاس سفید رنگ کا جھنڈا تھا۔ شاہ مصباح الدین شکیل لکھتے ہیں کہ اس غزوة میں علم بردار حضرت سعد بن ابی وقاص تھے۔ جھنڈا سفید رنگ کا تھا۔ یہ تجارتی کارواں ڈھائی ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اس کی حفاظت کے لیے دو سو جنگجو سوار ساتھ تھے۔ قریش کے جاسوسوں کو اس نفل و حرکت کا علم ہو گیا۔ سالار قافلہ امیہ بن خلف

عام راستہ سے ہٹ کر تیزی سے بڑھ گیا۔ اس طرح مسلمان جنگی دستے کی گرفت سے قریش کا کاروان تجارت محفوظ نکل گیا ۲

ابن اسحاق کے حوالے سے ابن ہشام اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحاق کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ربیع الاول میں قریش سے جنگ کا ارادہ لے کر نکلے ۵

عام طور پر سفید رنگ کا جھنڈا امن و سلامتی اور صلح و آشتی کا نشان ہوتا ہے کوئی بھی قوم لڑائی یا قتل و غارت کے لیے سفید جھنڈا استعمال نہیں کرتی۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے تو ایسی بات سوچی بھی نہیں جاسکتی جو رحمتہ للعالمین ہیں جو اپنے جانی دشمنوں کو معاف کرتے اور ان پر رحم کرتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم دو صحابہؓ کو کفار کی ریشہ دوانیوں کا اچھی طرح سے علم ہونے کی وجہ سے حفاظت کے لیے لے گئے ہوں گے۔

بریکیدیر گلزار احمد غزوہ بواط کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "یہ سفر بھی سفارتی مقاصد کے لیے کیا گیا تھا۔ اس غزوہ کے دوران بھی کسی قسم کے قافلہ کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگرچہ اس سفر میں تربیت اور جغرافیائی معلومات بلکہ علمدار گشت کے مقاصد کو شامل کیا جاسکتا ہے۔ امیہ بن خلف کی اس علاقہ میں موجودگی اس غزوہ کو دفاعی مہموں میں شامل کرتی ہے۔ چند ہی روز قبل ابو جہل کے زیرِ کمان مکی لشکر کا علی علاقہ میں آچکا تھا۔ اور لڑائی اس لیے نہ ہوئی کہ عمر الجہینی نے فریقین کو لڑائی سے باز رکھا۔ اب امیہ بن خلف اسی علاقہ میں گشت کر رہا تھا۔ مدنی لشکر کو میدان میں لانا ضروری تھا۔"

پروفیسر محمد صدیق قریشی لکھتے ہیں۔ "میتاقِ مدینہ ہی کی کڑی کے طور پر ربیع الاول ۲ھ میں سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کوہِ رضویٰ کی طرف تشریف لے گئے اور کوہِ بواط کے لوگوں کے ساتھ معاہدہ فرمایا۔"

سید اولادِ حیدر فوق بلگرامی لکھتے ہیں۔ "انہی کے ایسا (یعنی غزوہ بواط کی طرح)

بواط کے کوہستانی قبائل کے ساتھ بھی معاہدہ کیا گیا۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بذاتِ خاص ۱۲ ربیع الاول ۱۰ھ کو ان کے مرکزی مقام رضوی تک تشریف لے گئے۔ ان اطراف میں قبائل جہنی آباد تھے۔ ان کے تمام سرداران قوم کو جمع کر کے شرائط و فوائدِ عہد نامہ سمجھائے اور ان کو بھی شریکِ معاہدہ فرمایا گیا۔

ڈاکٹر محمد حسین مظہر صدیقی اہم مہم کی غرض و غایت کے موضوع پر تفصیلاً لکھتے ہیں کہ اگرچہ اکثر ماخذ میں اس مہم کا مقصد یا نشانہ کاروانِ قریش یا صرف قریش کو بتایا گیا ہے اور کاروان کے بارے میں بعض ماخذ میں کچھ تفصیلات بھی ہیں۔ خاص کر پہلے غزوہ (ابوہریرہ) کے مقابلے میں۔ لیکن پھر بھی بعض تفصیلات تاریخی ہیں۔ یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کاروان کہاں سے کہاں جا رہا تھا؟ پھر اس بار مسلم فوج کی تعداد بعض روایات کے مطابق قریشی کاروان سے دو گنی تھی۔ موقع اچھا تھا۔ اگر کاروان نکل بھی گیا تھا تو اس کا تعاقب آسانی سے کیا جاسکتا تھا۔ کیونکہ مسلمان سب کے سب سوار تھے اور قریشی کاروان خاصاً بڑا تھا۔ وہ پندرہ سو اونٹوں پر مشتمل تھا۔ اوزان کے ساتھ معاون شخص سمجھتے۔ اس لیے وہ تیز رفتاری سے سفر نہیں کر سکتے تھے اور اگر مسلمان بالکل مکہ کے قریب سے ایک کاروان پکڑ کر لا سکتے تھے، جیسا کہ ہم سر یہ نخلہ کے ضمن میں دیکھیں گے (دیکھتے ہیں) تو چند منزل دور اس کاروان کو جا پکڑنے میں کیا چیز مانع ہو سکتی تھی؟ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقصدِ نبویؐ کاروانِ قریش نہ تھا بلکہ ان کی منزل قبیلہ جہینہ کا علاقہ تھا جہاں وہ کسی سیاسی و سماجی مصلحت سے گئے تھے۔ جیسا کہ ابن سعد کے ایک اشارے سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ مقصد یا مصلحت اس کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے کہ پرانے حلیفوں اور دوستوں سے رشتہ اتحاد مستحکم کر لیا جائے اس سلسلے میں ایک اہم نکتہ مدینہ سے آپؐ کی غیر حاضری کی مدت تھی۔ پہلے غزوہ (ابوہریرہ) میں آپؐ پندرہ دن مدینہ سے باہر رہے تھے۔ اور اس غزوہ (بواط) میں ایک ماہ۔ ظاہر ہے کہ یہ دونوں مقامات مدینہ سے ایک یا دو دن کی مسافت

پر واقع تھے۔ باقی مدت آپ وہاں کیوں مقیم رہے؟ ظاہر ہے کہ آپ قریشی کاروان
 کی واپسی کی توقع اتنی مدت میں نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ یہ ظاہر ہوتا ہے کہ علاقہ
 حبشہ میں آپ کا قیام کسی اور مقصد سے تھا اور غالب گمان ہے کہ یہ مقصد اس
 علاقے کے لوگوں سے دوستی کرنا اور مدینہ کی اسلامی ریاست کا حلیف بنانا تھا
 کاروان قریش پر حملہ کرنا اور اس کو لوٹنا کم از کم اس غزوہ کا مقصد تو کسی طور سے
 ثابت نہیں ہوتا اور اس کی تردید خود ماخذ کی داخلی شہادتوں سے ہو جاتی ہے۔
 امام راعب اصفہانی کی کتاب "مفردات القرآن" میں لفظ غزوہ کے معنی
 لکھے ہیں کہ "الغزوہ" کے معنی دشمن سے جنگ کرنے کے ارادے سے نکلنا ہیں۔
 ہیکل کے مطابق مؤرخین کی توجیہات اس لیے تسلیم نہیں کی جاسکتیں کہ جب
 وہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وفات کے دو سو سال بعد آنحضرت (صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی تاریخ مرتب کرنے بیٹھے تو انہوں نے ان گشتی دستوں
 کو بھی جنگی ترک و تاز کا مبنی قرار دیا۔ جارحانہ جنگ کی توجیہ کے لیے تو ایسی عقلی
 دلیل کا ہونا ضروری ہے جو رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی اس سیاست
 کے بھی منافی نہ ہو جس کے مطابق آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے گشتی نمائشوں
 میں بعض مشرک قبائل مثلاً بنو ضمرہ و بنی مدج اور اس کے حلیفوں کے ساتھ
 معاہدہ کیا تھا۔ جن کا مقصد یہ تھا کہ کوئی ایک دوسرے کے دینی عقائد میں محمل
 نہ ہو اور دونوں ایک دوسرے ہمسایہ کے ساتھ حسن سلوک اور حق جواری ادا
 کرنے میں غفلت نہ برتیں۔ اور یہ توجیہ مسلمانوں کے مدینہ میں ابتدائی استقرار
 و استقامت کے منافی نہیں۔ **۱۱** محمد بن جعفر شاہ پھولپوروی اس سفر کو معاہدہ ہی
 قرار دیتے ہیں **۱۲**

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۷، ۱۵۹ (مضمون "سیرت نبوی توفیق کی روشنی میں" از مولوی اسحاق علوی) / قوس قزح۔ ص ۳۲ / نعت (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ حصہ سوم۔ ص ۳۲۔

۲۔ الوفا۔ ص ۷۰۳ / سیکل۔ حیات محمدؐ۔ ص ۲۹۲ / واقعی میخاڑی الرسولؐ ص ۳ / سلمان منصور لودی۔ رحمتہ للعالمینؐ۔ ص ۱۸۶ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۵ / رسالتآب ص ۱۴۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۹ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۳۰۹، ۳۱۰ / اصح السیر۔ ص ۸۱ / پیغمبر اعظم و آخرؐ۔ ص ۲۲۹ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۶۶ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر۔ جلد ۲ ص ۱۷۹، ۱۸۰ / نور بخش توکلی۔ غزوات النبیؐ۔ ص ۱۵ / سیرت احمد مجتبیٰؑ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۳، ۱۹۴ / عبد الصمد رحمانی۔ پیغمبر عالمؐ۔ ص ۲۲۶ / رسول رحمتؐ ص ۲۶۳ / سیرت سرور انبیاء۔ ص ۱۰۸ / سرور عالم کے سفر مبارک۔ ص ۱۹۱ / محمد صدیق قریشی، پروفیسر۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاست خارجہ۔ ص ۲۵۸ / غلام ربانی عزیز۔ سیرت طیبہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۰ / محمد شریف، راجب۔ حیات رسالتآب۔ ص ۲۰۶۔

عبدالحق محدث دہلوی اس غزوہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی سے انکار کرتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو سو صحابہؓ کو غزوہ بواط کے لیے بیجا تاریخ مدینہ۔ ص ۷۹)

۳۔ غزوہ بواط میں سعد بن ابی وقاص کے پاس سفید پرچم تھا جو صلح و امن کی نشانی سمجھا جاتا ہے۔

(نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۹۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۹ / رسالتآب ص ۱۴۱ / مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۱۲۵ / اصح السیر۔ ص ۸۱ / شیخ محمد رضا

محمد رسول اللہ ص ۳۰۹ / سیرت احمد مجتبیٰ ۴ - جلد دوم - ص ۱۹۴ / سیارہ ڈائجسٹ -

رسول نمبر - جلد ۲ - ص ۱۸۰ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ۴ - ص ۱۶۶ / پیغمبر

عالم ۴ - ص ۲۲۶ / محمد شریف راجا - حیات رسالت ۲ - ص ۲۰۶ -

۲ - سیرت احمد مجتبیٰ ۴ - جلد دوم - ص ۱۹۴ -

۵ - ابن ہشام - سیرت النبی کامل - ص ۶۹۱ -

۶ - بریگیڈیر گلزار احمد - عزوات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - ص ۳۲۵

۷ - محمد صدیق قریشی، پروفیسر - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاحت

خارجہ - ص ۱۹۱ -

۸ - اسوۃ الرسول ۲ - جلد دوم - ص ۳۵۹ -

۹ - نقوش - رسول نمبر - جلد ۱۲ - ص ۲۹۱ (مضمون "عہد نبوی کی ابتدائی

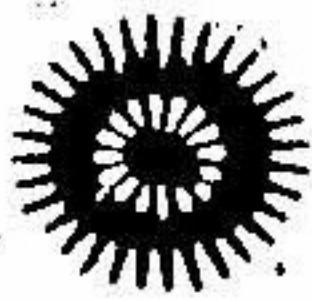
صحیح - محرکات، مسائل اور مقاصد" از ڈاکٹر یونس مظہر صدیقی)

۱۰ - امام رابع اصفہانی - مفردات القرآن - ص ۵۳ (مترجم محمد عبده

فیروز پوری)

۱۱ - ہیکل - حیات محمد - ص ۲۹۴ -

۱۲ - پیغمبر انسانیت - ص ۲۸۶ -



غزوة صفوان

اس غزوة کے کوغزوة بدر اولیٰ اور غزوة صفوان یا صفوان بھی کہتے ہیں۔ ابن حبیب نے اس (غزوة) کی تاریخ ۱۲ جمادی الاخریٰ ۲ھ ہی بیان کی ہے۔ بخلاف اس کے واقعی اور ابن سعد کے نزدیک یہ واقعہ ربیع الاول ۲ھ کا ہے۔ دو تقویمی جدول کی رو سے یہ دونوں مہینے متبادل ہیں، اس لیے ان روایات میں تضاد نہیں رہتا ابن حبیب نے اس کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ ۱۲ جمادی کو دو شنبہ تھا جو اگرچہ حسابی رو سے ۱۳ کو پڑتا ہے مگر یہ ایک دن کا فرق قابل لحاظ نہیں " ۳

اس غزوة کی وجہ یہ تھی کہ کوز بن جابر فہری نے مشرکین کی ایک مختصر سی فوج کے ساتھ مدینے کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور کچھ مولیشی لوٹ لیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر صحابہ کے ہمراہ اس کا تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں واقع وادی صفوان تک تشریف لے گئے لیکن کوز اور اس کے ساتھیوں کو نہ پاسکے۔ اور کسی ٹکراؤ کے بغیر واپس آگئے۔ اس غزوة کو بعض لوگ غزوة بدر اولیٰ بھی کہتے ہیں۔ اس غزوة کے دوران مدینے کی امارت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی علم سفید تھا اور علم بردار حضرت علی رضی اللہ عنہ تھے ۵

کوز بن جابر فہری نے جب چراگاہ پر حملہ کیا تو کچھ درخت کاٹ ڈالے، ایک شخص کو شہید کر دیا اور کچھ جانور پکڑ کر لے گئے ۷

سیرت احمد مجتبیٰ میں ہے کہ شہید ہونے والے شخص کا نام حضرت ذر بن عتقا جو اس چراگاہ کے نگراں تھے ۷

محمد جعفر شاہ پھلواروی بدر اولیٰ کے اصل محرک کا یوں ذکر کرتے ہیں۔ "بظاہر تو محض ایک شرارت سی معلوم ہوتی ہے لیکن درحقیقت یہ ایک بڑا سیاسی اقدام تھا

قریش ایسے بے وقوف نہ تھے جو محض چند مولیشی کے لیے تین سو میل کا سفر ضروری سمجھیں
 کوز بن جابر فہری کا یہ اقدام صرف ایک آزمائشی اقدام (TEST) تھا۔ مقصد یہ
 تھا کہ مسلمانوں کی قوتِ دفاع اور یہود کے جذبہٴ حمایت کا اندازہ کر لیا جائے۔ عموماً
 اہل سیاست کسی پر حملہ کرنا چاہتے ہیں تو پہلے ایک چھوٹی سی چنگاری پھینک دیتے ہیں
 اس سے ان کو اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس چنگاری کا کیا ردِ عمل ہوتا ہے؟ کتنا ہیجان
 پیدا ہوتا ہے؟ عام تاثرات کیا ہوتے ہیں؟ کون حمایت اور کون مخالفت کرتا ہے؟
 دشمن کی قوت کتنی ہے اور اس کے حمایتی کتنے؟ اس کے حوصلے کا اور غیرتِ قومی کا کیا
 حال ہے اور اس کی تدبیر و سیاست کتنی پانی میں ہے؟ ان ہی باتوں کا جائزہ یا
 اندازہ لینے کے لیے یہ چھوٹی سی چنگاری مدینے کی چراگاہ میں ڈالی گئی تھی۔ محض
 اتفاقی شرارت نہ تھی۔ ۸

غلام احمد حیرری کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غزوہ سے
 واپس مدینہ پہنچنے پر حضرت سعد بن ابی وقاص کو کوز بن فہری کی تلاش کے لیے
 بھیجا تھا ۹ "سیرت رسول" میں ہے کہ جب مسلمانوں کو علم ہوا کہ کوز بن جابر فہری
 نے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ کر دیا ہے تو انہوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس سے مولیشی
 چھین لیے مگر کوز بن جابر فہری بچ نکلا۔ ۱۰

"ابن سعد کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس غزوہ میں بھی مسلم فوج کا جھنڈا
 سفید تھا۔ اور علمبردار حضرت علی بن ابی طالب تھے..... اس غزوہ کے بارے میں
 کسی بھی مؤرخ کا، چاہے وہ قدیم یا جدید، دعویٰ نہیں ہے کہ وہ کسی کاروانِ قریش
 کے خلاف تھا اور نہ (کوئی) اس کی کسی سیاسی یا فوجی اہمیت کا ذکر کرتا ہے۔
 حالانکہ یہ بات یاد رکھنے کی بات ہے کہ یہ پہلی اینٹ تھی جو دشمن کی طرف سے
 پھینکی گئی تھی ۱۱ ان واقعات سے ظاہر ہے کہ جنگ کے اسباب کا فرسید اگر
 رہے تھے ۱۲

"اس کے بعد کوز اسلام لے آیا تھا اور اس کا اسلامی کردار بہت اچھا رہا۔"

اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے اسے اس لشکر کا سردار مقرر فرما دیا۔ جسے ان عدنیوں کے تعاقب میں روانہ فرمایا تھا جنہوں نے آپ کے چرواہے کو قتل کر دیا تھا۔ گزشتہ ۸۷ھ میں فتح مکہ کے دن شہید کر دیئے گئے ۱۳

اس سارے واقعے میں کچھ باتیں تاریخی ہیں۔ مثلاً

۱۔ گزبن جابر فہری کا مقصد اگر مسلمانوں کو نقصان پہنچانا تھا تو وہ مختصر سی فوج کے بجائے زیادہ آدمی ساتھ لانا۔ کیونکہ وہ تین سو میل سے زیادہ مسافت طے کر کے مدینہ کی چراگاہ پر حملہ آور ہوا تھا اور مولشی لوٹ کر لے گیا تھا۔ ظاہر ہے کہ مولشیوں کے ساتھ اس کی واپسی کا سفر زیادہ وقت لیتا اور مسلمان اسے لیتے۔ (اودیہ ہوا) یوں گزبن کا یہ اقدام عقل مندی سے بعید معلوم ہوتا ہے۔

۲۔ اگر گزبن کی اس مہم کا مقصد مسلمانوں کو اشتعال دلانا تھا تو اس اشتعال کے مقابلے میں قریش مکہ کا خیال ہو گا کہ مسلمان کوئی انتقامی کارروائی کریں گے لیکن مسلمانوں کی طرف سے فوری طور پر گزبن کے تعاقب میں جانے والے دستے کے ساتھ سفید جھنڈے کی موجودگی عجیب تاثر دیتی ہے۔ خاص طور پر ان حالات میں کہ مسلمانوں نے اپنے مولشی تو واپس لے لیے مگر گزبن بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا۔

۳۔ محمد جعفر شاہ پھلواروی نے اس واقعے کا جو تجزیہ کیا ہے اس میں معقولیت نظر آتی ہے۔ جب کہ یہ واقعہ غزوہ بدر سے تین ماہ پہلے کا ہے لیکن پھلواروی صاحب نے اس کی تطبیق غزوہ بدر پر نہیں کی۔ البتہ گزبن کی اس حرکت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حفاظتاً تقدم کے طور پر مختلف مقامات پر جو فوجی نقل و حرکت فرمائی۔ اس کے بارے میں پھلواروی صاحب نے لکھا ہے کہ اس نقل و حرکت کا مقصد کوئی جنگ نہ تھا بلکہ ایک تو اس پانس کی مختلف آبادیوں سے اس خطرے کے پیش نظر کہ یہ کہیں قریش کا جنگ میں ساتھ نہ دیں۔ ان پر یہ اثر ڈالنا تھا کہ وہ اہل اسلام کو غافل نہ سمجھ لیں بلکہ خود قریش کو بھی یہ بتانا تھا کہ مسلمان جو ابی کاروائیوں کا دم خم رکھتے ہیں۔

ایک مقصد یہ بھی تھا کہ جن قبائل سے اب تک کوئی معاہدہ نہ ہوا تھا۔ ان سے معاہدہ ہو جائے یا معاہدے کی تجدید و توثیق ہو جائے۔ ایک مقصد یہ تھا کہ جہاں دشمنوں کی کچھ سازشی کاروائیوں کا علم ہو، وہاں حالات کا جائزہ لینے کے لیے فوجی دستہ پہنچ جائے اور یہ بھی کہ شاید کوئی بددعا دعوتِ اسلام پر لبیک کہنے والا مل جائے تھا۔

د۔۔۔۔۔ کافر ہمیشہ مسلمانوں اور اسلام کے خلاف سرگرم عمل رہے اور قریش کے ایک رئیس کُرز کی یہ مہم بھی مسلمانوں کے خلاف تھی۔ لیکن طویل مسافت طے کر کے مسلمانوں کے خلاف یہ اقدام کرنے والے کُرز نے اسلام کس وجہ سے قبول کیا۔ تاریخ میں کُرز کے قبولِ اسلام کے واقعے کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ کہیں مسلمانوں کے سفید جھنڈے اور ان کے اس اقدام نے تولد سے اسلام کے قریب نہیں کر دیا تھا کہ وہ اپنے مولیٰ تولے گئے۔ لیکن کُرز کو پچ نکالنے دیا۔ اگر ایسا ہے تو اس کی ایک صورت ہے کہ کُرز کو مار ڈالنے یا پکڑ لینے کی استعداد رکھتے ہوئے مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے اسے جانے دیا ہو۔ بہر حال کُرز کے بارے میں تاریخ خاموش ہے اور اس کے حالات نہیں ملتے۔

کُرز کے اسلام قبول کرنے کے متعلق استیعاب جلد ۱، ص ۲۲۳ کے حوالے سے ڈاکٹر غلام جیلانی برق لکھتے ہیں کہ کُرز اس واقعہ کے بعد جلد مسلمان ہو گیا اور حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اسے شوال ۶ھ میں بنو غزینہ کے چند ڈاکوؤں کے تعاقب میں بھیجا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوشنیاں ہانک کر کے گئے تھے فتح مکہ کے دن یہ راستے سے بھٹک گئے اور کسی مکی نے انہیں مار ڈالا ۱۶

حواشی

۱۔۔۔۔۔ الوفا۔ ص ۶۰۳ / الریحق المختوم۔ ص ۳۲۹ / مع السیر۔ ص ۸۱ / رسولِ رحمت
 ص ۲۶۲ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولِ نمبر۔ حصہ دوم۔ ص ۱۶۶ / عبدالمصطفیٰ اعظمی
 سیرتِ مصطفیٰ۔ ص ۱۶۶۔

- ۲۔ رسالتیاب - ص ۱۲۲ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۱۹۳۔
- ۳۔ نقوشِ رسولِ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۵۴ (مضمون سیرتِ نبویؐ) (توقیت کی روشنی میں) (از مولوی اسحاق النبی علوی)
- ۴۔ ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی - غزوة سفوان کے وقت صحابہ کرامؓ کی تعداد دو سو ہوتے ہیں (نقوش - رسولِ نمبر - جلد ۵ - ص ۵۳۸) (مضمون عہدِ نبویؐ میں تنظیم ریاست و حکومت از ڈاکٹر محمد لیسین مظہر صدیقی)
- ۵۔ الریحق المختوم - ص ۳۹۲ / الوفا - ص ۷۰۳ / سلمان منصور پوری - رحمة للعالمین ۲ - جلد دوم - ص ۱۸۶ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۳۶، ۱۳۷ / المواہب اللدنیہ - ص ۳۰۷ / واقدی - معاذی الرسولؐ - ص ۳ / اصح السیر - ص ۸۲، ۸۱ / ابن ہشام - سیرت النبی کامل - ص ۶۹۳ / رسالتیاب - ص ۱۲۲ / سیکل - حیاتِ محمدؐ - ص ۲۹۳ / توکل - غزوات النبیؐ - ص ۱۶ / محدثِ دہلوی - تاریخ مدینہ - ص ۸۰، ۷۹ / عبدالمصطفیٰ العظمیٰ - سیرتِ مصطفیٰ ص ۱۶۷ / برگزیدہ گلزار احمد - غزواتِ رسول اللہؐ - ص ۳۲۷ / رسولِ اکرمؐ کی سیاستِ خارجہ میں ۲۵۹ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۱۹۲ / سیرتِ سرورِ انبیاء - ص ۱۰۹ / سیارہ ڈائجسٹ - رسولِ نمبر - حصہ دوم - ص ۱۶۶ / رسولِ رحمت - ص ۲۶۴ / پیغمبرِ عالم ص ۲۵۴ / محمد عبدالمعبود - تاریخ المدینۃ المنورہ - ص ۱۸۴ / اسوۃ الرسولؐ - جلد دوم - ص ۳۶۴ / محمد شریف، راجا - حیاتِ رسالتیاب - ص ۲۰۶ / عمر ابوالنصر رسولِ عربیؐ - ص ۱۲۲ / سیرتِ احمد مجتبیٰؑ - جلد دوم - ص ۱۹۷ / پیغمبرِ اعظم و آخرؐ ص ۲۴۹ / جوامع السیرة - ص ۱۲۸ / غلام ربانی عزیز - سیرتِ طیبہ - جلد دوم ص ۴۱۔
- ۶۔ مولیٰ شہانک کمر لے گیا اور نخلستانِ مدینہ میں آگ جلا کر بہت سے اشجارِ مثرہ کو خاک سیاہ کر دیا۔ (سید اولادِ حیدر فوق بگرامی - اسوۃ الرسولؐ -

جلد دوم - ص ۳۶۲

۷۔ رسولِ رحمتؐ - ص ۲۶۲ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۳۲

۸۔ سیرتِ احمدِ مجتبیٰؑ - جلد دوم - ص ۱۹۶

۹۔ محمد جعفر شاہ پھلواری - پیغمبرِ انسانیت - ص ۳۱۲، ۳۱۳

۱۰۔ سیرۃ سرورِ انبیاء - ص ۱۰۹ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۳۲

۱۱۔ شیخ محمد رضا، قاہرہ - محمد رسول اللہؐ - ص ۳۱۰ (ترجمہ مولوی محمد عادل

قدوسی) / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۳۲ / سرورِ عالم کے سفر مبارک

ص ۱۹۲ / توکل، عزوات النبیؐ - ص ۱۶ / سیکل - حیاتِ محمدؐ - ص ۲۹۳

سوال ۶ھ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت گزنہ بن جابر فہری

کی قیادت میں ایک سر یہ بھیجا۔ یہ سر یہ بنو غزینہ کے چند ڈاکوؤں کے تعاقب

میں بھیجا تب جاو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنیاں بانگ کر لے گئے تھے

اور چراگاہ کے نگران کو شہید کر گئے تھے۔ (سلمان منصور لودی - رحمة للعالمین

جلد دوم - ص ۱۹۵ / الرحیق المحتوم - ص ۵۲۵، ۵۲۶ / نقوش - جلد ۱۲ - ص

۹ / نقوش - جلد دوم - ص ۱۸۶ / نقوش - جلد ۵ - ص ۱۳۲ / سیرتِ مجتبیٰؑ - جلد اول

ص ۲۳۹ / پیغمبرِ اعظم و آخرؐ - ص ۵۷۵ / محمد صدیق قریشی، پروفیسر - رسولِ اکرمؐ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سیاستِ خارجہ - ص ۳۵۲، ۳۵۵

۱۲۔ نقوش - رسولِ نمبر - جلد ۱۲ - ص ۲۹۲ (مضمون عہدِ نبوی کی ابتدائی مہینے

محرکات، مسائل اور مقاصد - از ڈاکٹر محمد الیسین مظهر صدیقی)

۱۳۔ ساجد الرحمن - سیرتِ رسولؐ - ص ۸۸

۱۴۔ رسالتناہ - ص ۱۲۲

۱۵۔ پیغمبرِ انسانیت - ص ۳۲۰

۱۶۔ نقوش - رسولِ نمبر - جلد ۲ - ص ۳۸۰، ۳۸۱ (مہات رسولؐ از ڈاکٹر

غلام جیلانی برق)

غزوة دوا عشرہ

غزوة ذی العشرہ جدول تقویم میں صفر ۲ھ مکہ، جمادی الاول مدنی کے مطابق
دوشنبہ (پیر) کو آتا ہے۔ "بواط سے واپسی کے دو یا تین ماہ بعد آنحضرت (صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابو سلمہ بن عبد الاسد کو مدینہ پر اپنا نائب مقرر فرمایا اور خود
سومسلمانوں کا دستہ لے کر وادی ینبع میں مقام عشرہ تک تشریف لائے۔ اس
اطلاع پر کہ ابوسفیان ایک تجارتی قافلہ لے کر ادھر سے گزر رہا تھا لیکن وہ بھی راستہ
بدل کر صاف نکل گئے۔ ابوسفیان تجارتی سامان لے کر شام کی طرف جا رہے تھے
یہ اواخر جمادی الاولیٰ بشمول اوائل جمادی الاخریٰ ۲ھ ۶۲۳ء ماہ اکتوبر کا واقعہ
ہے۔ اس غزوة میں قبیلہ بنی مدیجہ اور ان کے حلیفوں سے معاہدہ ہو گیا۔ یہ لوگ
بنی نمرہ کے معاہدہ و حلیف تھے ۵۔

کچھ سیرت نگار ابوسفیان کے اس قافلے کا ذکر کرنے کے بجائے صرف معاہدے
کی حقیقت کا ذکر کرتے ہیں کہ "جمادی الاخریٰ ۲ھ ہجری میں بنو مدیجہ کا قبیلہ امتیاز
خاص رکھتا تھا۔ وہ کثیر التعداد تھے اور خوشحال و صاحبِ جائداد بھی۔ ذوالعشرہ
ان کا مقام سکونت تھا۔ جو ینبوع اور مدینہ کے درمیان واقع ہے۔ آنحضرت (صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم) ممتاز صحابہ رضاکے ساتھ خود تشریف لے گئے۔ مردارانِ قوم کو جمع
کر کے جب ان کو اس معاہدہ کے فوائد و منافع سمجھائے تو یہ لوگ بھی فوراً آپ
کے ساتھ اس معاہدے میں شریک ہو گئے۔ کئی کتابوں میں ذکر ہے کہ مسلمان
ابوسفیان کے قافلے کے تعاقب میں نکلے تھے مگر جب اس کو نہ پاسکے تو ذی العشرہ
کے بنو مدیجہ سے معاہدہ کیا۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ بنی مدیجہ سے معاہدہ
ہوا جو نمرہ کے حلیف تھے۔ کہیں مدیجہ اور بنی نمرہ دونوں کا ذکر ہے بغیر حرب و

قتال کے ۹ ہرگیڈیر گلزار احمد بھی غزوہ عشرہ کو سفارتی اغراض کا سفر قرار دیتے ہیں۔

”ہجرت کے سولہ مہینوں کی یہ روند اسے جس میں تین سہریے اور تین غزویے ہیں۔ ان کے متعلق اسلام کے دوستوں ہی کو نہیں، اسلام کے دشمنوں کو بھی اعتراف ہے کہ ان سرایا اور غزوات میں ۱۱ مسلمانوں نے نہ کسی کو قتل کیا (۱۲) نہ غارت گری کی (۱۳) نہ قریش کے قافلہ کے سوا عرب کے کسی قبیلہ کے قافلہ کی آمد و رفت میں کوئی روک ٹوک کی۔ ان واقعات کی روشنی میں صاف دماغ لوگ اس اعتراف پر مجبور ہو گئے کہ مسلمانوں کا مقصد ان سرایا اور غزوات سے نہ کسی کی جان لینی تھی اور نہ کسی کا مال لوٹنا تھا۔ نہ قریش کے سوا کسی دوسرے قبائل عرب کے تجارتی قافلے کی راہ میں کوئی دشواری پیدا کرنی تھی کیونکہ اگر یہ مقصد ہوتا تو اس کے لیے کوئی مانع نہ تھا... یہ سمجھنا کہ ”و اصل ان غزوات و سرایا سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقصد قریش کے کارواں کی خون ریزی اور ان کو لوٹنا ہوتا تھا لیکن کارواں کی یہ خوش قسمتی ہوتی تھی کہ وہ بچ بچ کر نکل جاتا تھا اور ہاتھ نہ آتا تھا اس کو انتہا درجہ کی غیابت اور بلاوت تو کہا جاسکتا ہے، دانشمندانہ فہم نہیں کہا جاسکتا ہے۔“

”انسان جب غیر معقول جذبات کی رو میں بہ جاتے تو اس کی چشم بصیرت اندھی ہو جاتی ہے۔ اہل مکہ اپنی عداوت و دشمنی میں اتنے اندھے ہو چکے تھے کہ نہ تو انہیں اسلام پر غور کرنے کا موقع ملا اور نہ انہیں مسلمانوں کے بلند کردار کو نگاہ غور سے دیکھنے کا موقع نصیب ہوا۔ انہیں اس حقیقت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو پیغام لائے ہیں وہ ان خطراتِ مزعومہ کا حامل نہ تھا۔ وہ پیغام لوٹ مار کو روکنے کے لیے تھا نہ کہ اسے ہوا دینے کے لیے۔ وہ دین انسان کی اقتصادی، معاشی حالت درست کرنے کے لیے تھا نہ کہ اسے برباد کرنے کے لیے۔ وہ جذبہ انتقام کو عدل میں تبدیل کرنے کے لیے تھا نہ کہ اسے ابھارنے کے لیے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انہی اعلیٰ اقدار کو اجاگر کرنے کے لیے آئے تھے نہ کہ ان کے مزعومہ

خطرات کو صحیح ثابت کرنے کے لیے... گرز بن جابر فہری کا یہ حملہ اعلان تقاضا قریش مکہ کی جنگی تیاریوں کا۔ اس لیے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے محظماً تقدم کے طور پر اس پاس کے مختلف مقامات پر فوجی نقل و حرکت فرمائی۔ اس نقل و حرکت کا مقصد کوئی جنگ نہ تھا" ۱۱

ایک روایت کے مطابق حضرت علیؓ کو "الوتراب" کا لقب بھی غزوة عثیرہ میں ملا تھا" ۱۲

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۵۹ (مضمون سیرت نبویؐ توفیق کی روشنی میں۔ از مولوی اسحاق النبی علوی)

۲۔ سیرت کی کتابوں میں اس غزوة میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ جانے والے صحابہؓ کی تعداد کے بارے میں اختلافات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً بریگیڈیر گلزار احمد کے مطابق ساٹھ یا ستر صحابہ کرامؓ تھے۔ (غزوات رسول اللہ ص ۳۲۶) ہیکل صحابہؓ کی تعداد سوتباتے ہیں۔ (حیات محمدؐ ص ۲۹۲) اور کچھ کتابوں میں ڈیڑھ سو صحابہ کرامؓ کا ذکر ہے۔ (اسمان منصور پوری۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۶/سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۶/پیغمبر اعظم و آخرہ ص ۲۵۰) کچھ سیرت نگار دو سو صحابہؓ کا ذکر کرتے ہیں (رسالہ الثماب۔ ص ۱۴۱/سیرت احمد مجتبیٰ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲) اور زیادہ تر سیرت نگار صحابہ کرامؓ کی تعداد کے بارے میں کوئی حتمی بات کہنے کی بجائے ڈیڑھ سو یا دو سو صحابہؓ کا ذکر کرتے ہیں۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۹/مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۵/پیغمبر عالم ص ۲۲۶/سرور عالم کے سفر مبارک۔ ص ۱۹۵/رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ ص ۲۵۹/غزوات النبیؐ۔ ص ۱۶/سیرت محمدیہ۔ ص ۲۰۶/محمد رسول اللہؐ۔ ص ۳۱۰/نقوش۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۹۲/اصح السیر۔ ص ۸۲/عبد المصطفیٰ اعظمی۔ سیرت

مصطفیٰ ص ۱۶۷ / غلام ربانی عزیز - سیرت طیبہ - جلد دوم - ص ۲۱
 ۳۔ کچھ کتابوں میں ہے کہ ابوسفیان مسلمانوں کی وجہ سے راستہ بدل کر نکل گیا تھا۔
 (حیات محمد ص ۲۹۲ / الوفا ص ۷۰۲ / رسول اکرم کی سیاست خارجہ - ص ۲۵۹)
 اور کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ مسلمان جب ذی العشرہ کے مقام پر پہنچے
 تو اس سے کئی دن پہلے قافلہ جا چکا تھا۔ (الرحیق المختوم - ص ۳۳۰ / مدارج النبوت

جلد دوم - ص ۱۳۵ / سیرت محمدیہ - جلد اول - ص ۳۰۶ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ
 ص ۳۱۱ / پیغمبر اعظم و آخرہ - ص ۲۲۹ / پیغمبر عالم - ص ۲۲۷ / سیرت طیبہ - ص ۲۱
 ۴۔ ابوسفیان مال تجارت لے کر شام کی طرف جا رہا تھا۔ (حیات محمد - ص ۲۹۲ /
 واقعی - معاذی الرسول - ص ۳ / اصح السیر - ص ۸۲ / مدارج النبوت - جلد دوم
 ص ۱۳۵ / الرحیق المختوم - ص ۳۲۹ / سیارہ ڈائجسٹ - رسول نمبر - جلد دوم - ص
 ۱۶۶ / نقوش جلد ۱۲ - ص ۲۹۲ / محمد رسول اللہ - ص ۳۱۰ / سیرت احمدی - جلد
 دوم - ص ۱۹۵ / رسول اکرم کی سیاست خارجہ - ص ۲۵۹ / پیغمبر اعظم و آخرہ - ص
 ۲۵۰ / پیغمبر عالم - ص ۲۲۷)

کہیں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ ابوسفیان جنگ کے لیے ہتھیار خریدنے کے لیے
 شام جا رہا تھا۔ (پیغمبر عالم - ص ۲۲۷ / سیارہ ڈائجسٹ - رسول نمبر - جلد دوم - ص
 ۱۶۶) اور کہیں یہ بھی لکھا ہے کہ ابوسفیان کا قافلہ شام سے واپس مکہ کی طرف
 آ رہا تھا۔ (الوفا - ص ۷۰۲ / سیرت محمدیہ - ص ۳۰۶)

لیکن مظهر صدیقی لکھتے ہیں کہ "بعض دوسری تفصیلات یہ واضح کرتی ہیں
 کہ یہ قریشی کارواں واقعہ نخلہ کے بعد کسی وقت رجب ۱۱ھ میں روانہ ہوا تھا
 اور اس کی واپسی دو ماہ بعد رمضان ۱۱ھ میں ہوئی تھی۔ اگر یہ تعین وقت
 صحیح ہے تو واقعی اور ابن سعد کا یہ دعویٰ کہ غزوہ ذوالعشرہ میں آپ نے اسی
 کارواں پر حملہ کرنا چاہا تھا، غلط معلوم ہوتا ہے" (نقوش - رسول نمبر - جلد ۱۲
 ص ۲۹۲)

۵۔ ہیکل۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۲۹۲ / واقفی۔ معاذی الرسولؐ۔ ص ۳ / الوفا۔ ص ۴۰۴ / الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۹، ۳۳۰ / توکل۔ غزوات النبیؐ۔ ص ۱۶، ۱۷ / سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۶ / اصح السیر۔ ص ۸۲ / ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۹۱، ۶۹۲ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۵، ۱۳۶ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۶ / جوامع السیرۃ۔ ص ۱۲۴، ۱۲۸ / پیغمبرِ انسانیّتؐ۔ ص ۲۸۶ / رسالتنامہ۔ ص ۱۲۱ / محدث دہلوی۔ تاریخِ مدینہ ص ۷۹ / رسولِ اکرمؐ کی سیاستِ خارجہ۔ ص ۲۵۹ / نقوش۔ جلد ۲۔ ص ۱۶۰ / سیرۃ سرورِ انبیاء۔ ص ۱۰۸، ۱۰۹ / عبدالمصطفیٰ العظمیٰ۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۱۶۴ / رسولؐ رحمت۔ ص ۲۶۳ / نقوش۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۹۲-۲۹۶ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ ص ۳۱۰، ۳۱۱ / سیرتِ محمدیہؐ۔ ص ۳۰۶، ۳۰۷ / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۹ / بریگیڈیر گلزار احمد۔ غزواتِ رسول اللہؐ۔ ص ۳۲۵، ۳۲۶ / سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۱۹۵، ۱۹۶ / پیغمبرِ اعظم و آخرؐ۔ ص ۲۲۹، ۲۵۰ / سیرتِ احمدِ مجتبیٰؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۲-۱۹۶ / پیغمبرِ عالمؐ۔ ص ۲۲۶، ۲۲۷ / محمد شریف راجا حیاتِ رسالتنامہ۔ ص ۲۰۷۔

غلام ربانی عزیز معابدے کا ذکر نہیں کرتے۔ سیرتِ طیبہ۔ جلد دوم۔ ص ۱

۶۔ شید اولاد حیدر فوق بگرامی۔ اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۹ / سلمان منصور پوری۔ رحمۃ للعالمینؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۶ / محدث دہلوی۔ تاریخِ مدینہ۔ ص ۷۹ / سیرۃ سرورِ انبیاء۔ ص ۱۰۸، ۱۰۹ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۶ / رسولِ رحمتؐ ص ۲۶۳۔

۷۔ حیاتِ محمدؐ۔ ص ۲۹۲ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسولؐ نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۶ / اصح السیر۔ ص ۸۲ / الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۰ / توکل۔ غزوات النبیؐ۔ ص ۱۶ / رسالتنامہ ص ۱۲۱ / سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۹۲ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۵ / رسولِ اکرمؐ کی سیاستِ خارجہ۔ ص ۲۵۹ / سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک۔ ص ۱۹۵، ۱۹۶ / پیغمبر

اعظم و آخرہ۔ ص ۲۲۹، ۲۵۰ / سیرت احمد مجتبیٰ ۱۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔

۸۔ ص ۸۲ / حیات محمدؐ۔ ص ۲۹۲ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۵ / رسالتناٹ۔ ص ۱۲۱ / سیارہ ڈائجسٹ۔ رسول نمبر۔ جلد دوم۔ ص ۱۶۶ / سیرۃ سرورہ انبیاء۔ ص ۱۰۸، ۱۰۹ / رسول اکرمؐ کی سیاست خارجہ۔ ص ۲۵۹ / پیغمبر اعظم و آخرہ۔

ص ۲۵۰ / سیرت احمد مجتبیٰ ۱۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۵، ۱۹۶۔

۹۔ سلمان منصور لہوری۔ رحمتہ للعالمین ۲۔ جلد دوم۔ ص ۱۸۶ / تاریخ مدینہ۔ ص ۷۹ /

ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۹۲ / الرحیق المختوم۔ ص ۳۳۰ / غزوات النبیؐ ص ۱۶ / سرور عالم کے سفر مبارک۔ ص ۱۹۶ / پیغمبر عالم ۲۔ ص ۲۲۷۔

۱۰۔ غزوات رسول اللہؐ۔ ص ۳۲۵، ۳۲۶ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص

۲۹۶ / مصطفیٰ خان بی اسے۔ غزوات نبویؐ۔ ص ۹۔

۱۱۔ پیغمبر عالم۔ ص ۲۲۸، ۲۲۹ / عبدالصمد رحمانی کی یہ کتاب پہلے بھارت میں

شائع ہوئی۔ پھر پاکستان میں مقبول اکیڈمی لاہور نے اسی نام سے لکین مکتبہ عالیہ

لاہور نے "حیات پیغمبر اعظم ۲" کے نام سے شائع کی

۱۲۔ پیغمبر انسانیت۔ ص ۳۰۹، ۳۱۹، ۳۲۰۔

۱۳۔ ایک روایت ہے کہ غزوہٴ عثیرہ میں حضرت علیؑ نرم زمین پر لہریٹے کر سو

گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اٹھایا اور "بو ترایب" کہا۔

دوسری روایت کے مطابق جب حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہؑ کی کسی بات

پر ناراضگی ہو جاتی تو حضرت علیؑ رضہ کھوڑی سی مٹی اپنے سر پر ڈال لیتے۔ حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم سمجھ جاتے کہ لڑائی ہوئی ہے اور فرماتے۔ اسے بو ترایب

مٹیں یہ کیا ہو گیا (ابن ہشام۔ سیرت النبیؐ کامل۔ ص ۶۹۲ / محمد رسول اللہؐ۔

ص ۳۱۱ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۶ / غزوات النبیؐ۔ ص ۱۷ / اسوۃ

الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۹ / غلام ربانی عزیزی۔ سیرت طیبہ۔ جلد دوم۔ ص ۲۲)

تحويل قبلہ

تحويل قبلہ کا اہم ترین واقعہ پیر جیسے مقدس دن کو ہوا۔ بعض سیرت نگاروں کے نزدیک یہ واقعہ نصف رجبؑ دو شنبہ یا نصف شعبانؑ سے شنبہ کے دن واقع ہوا۔ تحويل کعبہ کے پس منظر کے متعلق شبلی لکھتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکہ میں تھے دو ضرورتیں ایک ساتھ درپیش تھیں۔ ملتِ ابراہیمی کی تاسیس و متحدہ کے لحاظ سے کعبہ کی طرف رخ کرنے

کی ضرورت تھی۔ لیکن یہ مشکل تھی کہ قبلہ کی جو اصلی غرض ہے یعنی امتیاز اور اختصاص

وہ نہیں حاصل ہوتی تھی کیونکہ مشرکین اور کفار بھی کعبہ ہی کو اپنا قبلہ سمجھتے تھے

اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقامِ ابراہیم کے سامنے نماز ادا کرتے

تھے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا، اس طرح دونوں قبلے سامنے آ

جاتے تھے۔ مدینہ میں دو گروہ آباد تھے، مشرکین جن کا قبلہ کعبہ تھا اور اہل کتاب

جو بیت المقدس کی سمت نماز ادا کرتے تھے۔ شرک کے مقابلے میں یہودیت اور

نصرانیت دونوں کو ترجیح تھی، اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک مدت

یعنی تقریباً ۱۶ مہینے تک بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔

اہل مدینہ کہتے تھے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عجیب حال ہے کہ قبلہ کے

معاہدے میں تو ہماری موافقت اور دین کے معاہدے میں ہماری مخالفت۔ یہ بات آپ

کے کانوں تک پہنچی اور آپ مجھ گئے کہ یہ لوگ عناد کے اعلیٰ مرتبہ پر پہنچ گئے

ہیں لہذا میل خاطر شریف ادھر ہوا کہ قبلہ کعبہ کو مہفتہ رکھ دیا جائے جو آپ

کے پدرابراہیم علیہ السلام کا قبلہ تھا۔

کسی جماعت، گروہ یا معاشرے کے افراد میں قومیت اور اتحاد و ایٹلاف

تین چیزوں سے پیدا ہوتے ہیں۔ مرکزیت، قومی تشخص اور شعور تشخص۔ غالباً یہی وجہ تھی کہ انتہائی نامساعد حالات میں آپ نے مسلمانوں میں اپنی الگ اور منفرد قومی حیثیت کا شعور پیدا کرنے کی خاطر قریش سے علیحدہ اپنا قبیلہ منتخب کیا تھا لیکن مدینے میں دینی و سیاسی حالات مختلف نوعیت کے تھے۔ یہاں مسلمان ایک تو سیاسی و دینی اعتبار سے خود مختار و آزاد تھے اور دوسرے مدینہ میں یہود ان کے دینی و ثقافتی اعتبار سے صحیح معنوں میں حریف تھے کیونکہ وہ سیاسی، معاشی، ثقافتی ہر لحاظ سے مشرک و بت پرست قبائل پر فوقیت رکھتے تھے۔ علاوہ بریں وہ اہل کتاب تھے اور ان کے انبیاء اور کتب سماوی کی تصدیق اسلام کرتا تھا، لہذا مسلمانوں کو ان سے علیحدہ اور ممیز کرنے کی خاطر ان میں مرکزیت اور ملی تشخص پیدا کرنا ناگزیر تھا۔ اور اس کے لیے مسلمانوں کا اپنا الگ وجدگانہ قبیلہ ضروری تھا۔ ۷

حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تمنا یہی تھی کہ آپ کا قبلہ مسجد حرام ہو جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ ہے اور ہمیشہ اسی بارے میں نزولِ وحی کے منتظر رہے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا یہ طریقہ تھا کہ جن باتوں میں وحی نہ آتی اس میں بنی اسرائیل کے انبیاء کی موافقت فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی یہود یوڈی تالیف قلوب کے لیے بیت المقدس ہی کو قبلہ رہنے دیا۔ یہود کہنے لگے کہ مسلمان بہت سی باتیں ان جیسی کرتے ہیں، ہم انہیں آہستہ آہستہ جذب کر لیں گے لیکن تحویلِ قبلہ سے ان کی تمام امیدیں خاک میں مل گئیں۔ عربوں کے خون میں کعبہ کی محبت اور تعظیم رچی بسی تھی۔ نیت کا حال جاننے والے نے ان کا امتحان لیا تو بیت المقدس کی سمت سجدے کر دئے حالانکہ ان کا دل چاہتا تھا کہ قبلہ کعبہ ہو۔ مشرکین مکہ بیت المقدس کے احترام کے قائل نہ تھے۔ ان میں سے جو ایمان لائے، انہیں قائل ہونا پڑا۔ اس کے برخلاف یہود و نصاریٰ کعبہ کی عظمت تسلیم نہیں کرتے تھے۔ یہود بیت المقدس کو بیت ایل "اللہ کا گھر" کہتے

اور ہیکل کو مقدس مانتے تھے ۹

اہل سیر کے نزدیک حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) صحابہؓ کے ہمراہ بشیر بن
برابر بن معرود کے یہاں دعوت پر تھے کہ نماز کا وقت ہوا اور آپ نے مسجد نبویہ
میں نماز ادا کی جہاں قبلہ تبدیل کرنے کی وحی نازل ہوئی ۱۳

چونکہ حضور سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ خواہش تھی کہ ملتِ ابراہیمی
کی طرح میرا قبلہ بھی کعبہ ہو، خداوندِ عالم نے حضور سرورِ عالم (صلی اللہ علیہ وآلہ و
سلم) کی خواہش کو پورا فرمایا اور آیہ کریمہ نازل فرمائی ۱۴

قد نزی تغلب وجهک فی السمار فلنولینک قبلۃ ترضا قول
وجهک شطر المسجد الحرام و حیث ما کنتم فاولوا و جهک شطرہ -

ابے شک ہم آپ کا آسمان کی طرف منہ پھیرنا دیکھ رہے ہیں ریس ہم ضرور
پھیریں گے آپ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپ پسند کرتے ہیں پس اپنا منہ
مسجدِ حرام کی طرف پھیر لیں ۱۵

اس وقت آپ دوسری رکعت میں تھے کہ تحویل قبلہ کی وحی نازل ہوئی۔
آپ اسی وقت کعبہ معظمہ کی جانب پھر گئے اور جو صفیں آپ کے پیچھے تھیں، وہ
بھی پھر گئیں اور اس طرح نماز کو پورا کیا ۱۶

جیسے جیسے دوسری جگہوں پر تحویل قبلہ کی اطلاعات پہنچانی جاتی رہیں وہاں
بھی قبلہ تبدیل کر لیا گیا ۱۷

تحویل قبلہ کا فوری رد عمل تو یہ ہوا کہ یہودی مدینہ کے جذبات کو ٹھیس لگی اور
لگی لپٹی رکھے بغیر اسلام کے خلاف نہ ہرچکانی پر اتر آئے ۱۸

حسّ بن اخطب نے مسلمانوں سے پوچھا کیوں صاحبِ بیت المقدس
کی طرف منہ کر کے جو نمازیں پڑھی ہیں، وہ ہدایت تھی یا گمراہی؟ اگر گمراہی تھی تو
اتنے دن گمراہی پر کیوں رہے؟ اور اگر ہدایت تھی تو اس سے کیوں پھر گئے؟
مسلمانوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا کہ جو حضرات مرچکے ہیں

ان کی نمازوں کا کیا ہوگا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حکم نازل فرمایا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری نمازوں کو ضائع نہ کرے گا ۱۹

حواشی

- ۱۔ الوفا۔ ص ۳۱۱ / رسالتکتاب۔ ص ۱۳۳ / ابوالنصر منظور احمد۔ مدینۃ الرسول ص ۲۶۵ / شریف احمد شرافت نوشاہی، سید۔ شریف التواریخ۔ جلد اول۔ ص ۱۸۶، ۱۸۷
- ۲۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۵ / فروغِ ابدیت۔ ص ۳۲۰ / تاریخ مدینہ ص ۸۰ / محمد عبدالمعبود۔ تاریخ المدینۃ المنورہ۔ ص ۱۸۵ / نبی رحمتؐ۔ ص ۲۰۶ / سیرت احمد مجتبیٰؑ۔ جلد دوم۔ ص ۲۱۲ / عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۵۴ / شرف لہنی ص ۴۰۔
- ۳۔ شبلی۔ سیرت النبی۔ جلد اول۔ ص ۲۸۶ / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۳۵ / سیرت سرورِ انبیاء۔ ص ۱۱۱ / جمال مصطفیٰؐ۔ جلد سوم۔ ص ۷۹ / پیغمبرِ اعظم و آخر ص ۲۵۳ / محمد جعفر شاہ پھلواری۔ پیغمبرِ انسانیت۔ ص ۲۹۲ / عبدالحی۔ حیاتِ طیبہ ص ۱۲۲۔

اصح السیر میں لکھا ہے کہ ہجرت کے سولہ ماہ بعد یعنی عزوۃ بدر سے دو ماہ قبل شعبان یا رجب کے مہینہ میں مکہ قبلہ ہو گیا۔ (عبدالرؤف دانا پوری۔ اصح السیر۔ ص ۶۶)

- ۴۔ المواہب اللدنیہ۔ ص ۳۰۹ / سیرت رسولِ عربیؐ۔ ص ۱۲۶ / عبدالعزیز ہزاروی، مولانا۔ سیرت مصطفیٰؐ۔ ص ۱۹۷۔

مواہبِ لدنیہ میں جمادی الآخر کے متعلق بھی ذکر ملتا ہے (مواہب اللدنیہ ص ۳۰۹)

- ۵۔ شبلی۔ سیرت النبی۔ جلد اول۔ ص ۲۸۷۔

- ۶۔ رسالتکتاب۔ ص ۱۳۳

۷۔ پیغمبرِ اعظم و آخِرؐ - ص ۲۵۲

۸۔ مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۲۵

۹۔ سیرت احمد مجتبیٰؑ - جلد دوم - ص ۲۰۷، ۲۰۸

۱۰۔ کہا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام بشر بن البراء بن

معروض سے ملاقات بنی سلمہ میں کی۔ انہوں نے آپ کے واسطے کھانا پکایا۔ اس وقت نمازِ ظہر کی تھی (مواعظ اللدنیہ - ص ۳۱۰ / رسالتناہ ص ۱۳۳ / غلام ربانی عزیز سیرت طیبہ - جلد اول - ص ۲۱۶ / ابوالنصر منظور احمد شاہ - مدینۃ الرسول - ص ۲۶۳ / جمال مصطفیٰ - جلد سوم - ص ۷۶) / تاریخ المدینۃ المنورہ - ص ۳۲۸، ۳۲۹

”مدارج النبوت“ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تحویلِ کعبہ کے وقت کسی صحابیہ کے ہاں موجود تھے۔ (مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۲۶)

”الوفاء“ میں لکھا ہے کہ محمد بن حبیب ہاشمی کہتے ہیں کہ سیدِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ام بشر بنت برادر بن معرور رضی اللہ عنہا کے پاس بنی سلمہ میں چند روز شعبان بروز منگل تشریف لے گئے۔ (الوفاء - ص ۳۱۱)

۱۱۔ مدارج النبوت کے مطابق صحیح بخاری میں یہ مروی ہے کہ سب سے پہلی نماز جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کی جانب پڑھی، وہ نمازِ عصر کی تھی۔ ممکن ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ تمام و کمال جو نماز کعبہ کی جانب پڑھی، وہ نمازِ عصر تھی۔ جیسا کہ روضۃ الاحباب میں ہے (مدارج النبوت - ص ۱۲۶)

شاہ مصباح الدین شکیل اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ”حافظ ابن حجر کا خیال ہے کہ اول نماز مسجد بنو سلمہ میں ظہر ہے اور مسجد نبوی میں عصر ہے“ (سیرت احمد مجتبیٰؑ جلد دوم - ص ۲۱۲)

عبدالعزیز ہزاروی کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظہر کی نماز پڑھا ہے تھے یا عصر کی نماز پڑھا ہے تھے۔ (سیرت مصطفیٰؑ - ص ۱۹۷)

سیرت کی زیادہ تر کتابوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ تحویلِ کعبہ کی آیت کے نزول

جلد اول - ص ۲۱۶ / فروغِ ابدیت - ص ۳۲۰

۱۶ — مدارج النبوت - ص ۱۲۶ / شبلی سیرت النبی - جلد اول - ص ۲۸۷

المواہب اللدنیہ - ص ۳۱۰ / فروغِ ابدیت - ص ۳۲۲ / سیرت احمد مجتبیٰ ۲ - ص ۲۱۲ / جمالِ مصطفیٰ ۲ - ص ۷۹ / عبدالحسی - حیاتِ طیبہ - ص ۱۴۲ -

ساجد الرحمن نے اپنی کتاب میں وحی کے فوراً بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بیت المقدس سے بیت اللہ کی طرف رخ کرنے پر صحابہ کی اتباع کا ذکر یوں کیا ہے۔ اس واقعہ سے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے اتباع رسول کا فقید المثال مظاہرہ ہوا۔ عین حالتِ نماز میں جب کہ کسی آیت کے نازل ہونے کی کوئی اطلاع نہیں تھی، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل کی مطابعت میں اپنا رخ تبدیل کر لیا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر قول، فعل اور جملہ حرکات و سکنات کو دین سمجھتے تھے۔ (ساجد الرحمن - سیرت رسول ۲ - ص ۷۹، ۸۰)

۱۷ — سیرت رسول عربی ۲ - ص ۱۲۶، ۱۲۷ / عبدالعزیز ہزاروی - سیرت مصطفیٰ ۲

ص ۱۹۷ / سیرت احمد مجتبیٰ ۲ - جلد دوم - ص ۲۱۲ / جمالِ مصطفیٰ ۲ - جلد سوم - ص ۷۸ -

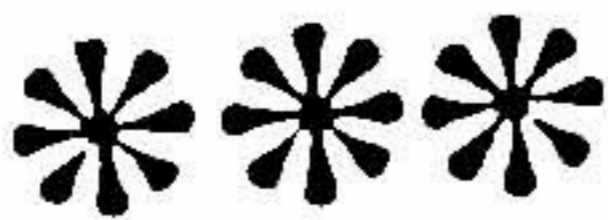
۱۸ — سیرتِ طیبہ - ص ۲۱۷ -

۱۹ — رسالتنامہ - ص ۱۳۴، ۱۳۵ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۲۷ / المواہب

اللدنیہ - ص ۳۱۱ / سیرت رسول عربی ۲ - ص ۱۲۷ / ابن ہشام - سیرت النبی کامل - ص ۶۲ /

پیغمبرِ اعظم و آخر ۲ - ص ۲۵۴ / سیرت احمد مجتبیٰ ۲ - ص ۲۱۵، ۲۱۶ / اسوۃ الرسول ۳ - جلد

دوم - ص ۳۴۹ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ - ص ۱۵۹ -



غزوة بدر

غزوة بدر مسلمانوں اور کفار کے درمیان پہلی باقاعدہ جنگ تھی۔ اس سے پہلے ہر طریقے سے ظلم بہنے کے باوجود مسلمانوں نے کفار کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی تھی۔ غزوة بدر کے لیے مدینہ سے مسلمانوں کی روانگی کے بارے میں ابن ہشام نے ۹ رمضان ۲ ہجری اور دو شنبہ کا دن لکھا ہے۔ حکیم رحمان علی لکھتے ہیں کہ ۱۲ رمضان المبارک کو دو شنبہ کے دن مدینہ سے نکلے تھے۔ اسحاق النبی علوی اس موقع پر لکھتے ہیں کہ حضرت عمرو بن زبیرؓ سمیت تمام سیرت نگار غزوة بدر کے واقعے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ یہ واقعہ ۱۶ یا ۱۷ رمضان کو جبہ کو واقع ہوا مگر تقویمی روز سے یہ واقعہ بدر دراصل ۱۶ رمضان المبارک کو پیش آیا اور اس دن دو شنبہ تھا مگر اسحاق علوی کے تقویمی جدول کے حساب سے دیکھیں تو ابن ہشام کی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر ۱۶ رمضان کو دو شنبہ ہو تو اس کا پہلا دو شنبہ ۹ رمضان المبارک کو پڑتا ہے اس طرح دیکھا جائے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روانگی ۹ رمضان دو شنبہ کو ہوئی اور غزوة بدر کی لڑائی ۱۶ رمضان کو ہوئی اور اس دن دو شنبہ تھا۔ غزوة بدر کا واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریش کے ایک بڑے قافلے کو روکنے کے لیے تشریف لے گئے جو شام سے آ رہا تھا۔ اور جس میں ابوسفیان کے علاوہ تیس اور سوار بھی تھے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روچار کے مقام پر پہنچے تو آپ کو اطلاع ملی کہ قریش اپنے قافلے کو بچانے کے لیے آ رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ فرمایا اللہ نے تم سے دو طاقتوں میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے۔ تجارتی قافلہ والے یا قریش کا لشکر۔ پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اٹھے اور نہایت عمدہ تقریر کی۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے۔ انہوں نے بھی ایسا ہی کیا۔ پھر حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ اٹھے، کہنے

لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! خدا نے آپ کو جس بات کا حکم دیا ہے وہ گزرئیے۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں۔ بخدا ہم ایسی بات نہیں کہیں گے جیسی کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہی تھی۔ فاذهب انت وریک فقاتلا اناھونا قاعدون۔ بلکہ آپ اور آپ کا خدا، کفار کے ساتھ جنگ کریں، ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔ اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے، اگر آپ ہمیں لے کر حبشہ کو روانہ ہو پڑیں تو آپ کے ساتھ مل کر ان لوگوں سے لڑیں گے یہاں تک کہ آپ اپنے مقصد کو پالیں۔ حضور رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے اس کی تحسین فرمائی۔ اور ان کے لیے دغائے خیر فرمائی۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اے لوگو! تم اپنی رائے کا اظہار کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اشارہ انصار کی طرف تھا۔ اس پر سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید آپ کا اشارہ میری طرف ہے آپ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ پر ایمان لائے۔ آپ کی تصدیق کی اور شہادت دی کہ آپ کا دین سچا ہے اور ہم نے آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا وعدہ کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آپ کا ارادہ ہے وہ گزرئیے۔ خدا کی قسم اگر آپ ہمیں لے کر سمندر میں چھلانگ لگائیں گے تو بھی ہم آپ کا ساتھ دیں گے اور ایک آدمی بھی پیچھے نہیں رہے گا اور ہم دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہرگز نہیں ہچکچائیں گے اور بخدا ہم لڑائی میں صابر ہیں اور دشمن سے مقابلے میں ثابت قدم ہیں اور ان شاء اللہ آپ ہمارے ایسے کارنامے ملاحظہ فرمائیں گے جن سے آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوگی پس اللہ کا نام لے کر ہمیں ساتھ لے کر کوچ فرمائیے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی باتوں سے مسرور ہوئے اور آپ کو خوشی ہوئی فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر کوچ کرو اور تمہیں مبارک ہو کہ خدا نے دو میں سے ایک کا تم سے وعدہ کیا ہے۔ بخدا خدا نے قریش کے قتل ہونے کی جگہیں مقرر فرمادی ہیں اور میں اپنی آنکھوں سے انہیں اپنے

قتل میں زمین پر پڑا دیکھ رہا ہوں۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میدانِ بدر کے قریب جا کر اترے اور کفار کو دوسرے کنارے پر رہنے دیا۔ حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کے لیے ایک ساتبان بنا یا گیا اور آپ نے اس میں قیام کیا۔

جب ابوسفیان کو پتا چلا کہ مسلمان اس کے قافلہ پر چھاپ مارنے کے لیے مدینہ

سے چل پڑے ہیں تو اس نے فی القود منضم بن عمرو خفاری کو گرفتار اجرت دے کر

قریش کی طرف بھیجا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اپنے ساتھیوں کو لے کر ان کے قافلہ

پر حملہ کرنا چاہتے ہیں اسے بچانے کے لیے جس قدر ممکن ہو جلدی آؤ۔ چنانچہ وہ

قریباً ایک ہزار آزمودہ کار جاننازلے کر قافلہ کی امداد کے لیے نکلے۔ ان کے پاس

ایک سو گھوڑے اور سات سو اونٹ تھے ان میں اس قدر جوش اور اشتعال تھا

کہ سوائے ابولہب کے مکہ کا کوئی سردار پیچھے نہیں رہا۔ ابولہب نے اپنی جگہ عاص

بن ہشام بن مغیرہ کو بھیجا۔ نیز انہوں نے مکہ کے آس پاس بسنے والے قبائل کو بھی اپنی

امداد کے لیے جمع کیا۔ قریش کے قبائل میں صرف عدی بن کعب کے قبیلہ نے اس جنگ

میں کوئی حصہ نہیں لیا۔

لشکرِ کفار کا سپہ سالار ابو جہل تھا۔ ۹ لشکرِ کفار میں نوسو جنگی سوار، ایک سو

اسپ زہرہ پوش، سات سو ستر اونٹ اور لشکر کے سرغنہ میں عمر بن ہشام (ابو جہل)

عتبہ و شیبہ پسرانِ ربیعہ ابوالبختری، حکیم بن حزام، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی،

نمیہ بن خلف، نبیہ و منبہ پسرانِ حجاج، سہیل بن عمرو، عمرو بن الحارث اور یہ تینوں

بنی عبدالدار سے تھے۔ ۱۲

اسلامی سپاہ کی تعداد تین سو پانچ تھی۔ آٹھ آدمی شامل نہیں ہو سکے تھے جن کا

حصہ غنیمت اور ثوابِ آخرت میں دوسروں کے برابر تھا۔ ۱۳

ان آٹھ صحابہؓ میں تین مہاجر اور پانچ انصار تھے۔ مہاجرین میں عثمان بن عفان

حضرت رقیہ کی علالت کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے۔ حضرت طلحہؓ اور سعیدؓ کو

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جاسوسی کے لیے متعین کیا۔ انصار میں حضرت ابولہبؓ کو

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے راستے سے واپس بھیجا کہ وہ ابن مکتوم کی جگہ مدینہ کے حاکم مقرر کیے گئے تھے۔ عاصم بن عدی کی ڈیوٹی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اہل پر خلیفہ کر دیا اور حارث بن حاطبؓ، بنی عمرو کی طرف بھیجے گئے اور حارث بن الصمۃ اور خوات بن جبیر راستے میں زخمی ہو گئے تھے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں واپس بھیج دیا تھا۔ اس طرح جنگ بدر کے مال غنیمت میں تین سو تیرہ صحابہؓ کو شامل کیا گیا اور جنگ میں تین سو پانچ صحابہؓ نے شرکت کی تھی۔^{۱۹} اس غزوہ میں مسلمانوں کے پاس تین گھوڑے، ستر اونٹ، پھرز رہیں اور آٹھ شمشیریں تھیں اور ایک ایک اونٹ پر کئی کئی مسلمان سواری کرتے تھے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سواری میں حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہما شریک تھے اور جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پیدل چلنے کی بادی آتی تو دونوں عمر من کرتے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ سواری رہتے، ہم آپ کی رکاب کی سعادت میں پیدل چلیں گے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) فرماتے: تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں اجر میں تم سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں۔^{۲۰}

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جب ابوسفیان کے قافلہ تجارت کی سلامت مکہ پہنچنے کی خبر ملی اور بظاہر مسلمانوں سے لڑائی کی کوئی وجہ نہ رہی تو حکیم بن حزام نے عتبہ کو اس تضادم سے بچنے اور واپس مکہ لوٹ جانے پر راضی کر لیا تھا مگر جب ابو جہل کو اس بات کا علم ہوا تو اس نے عتبہ کو لڑائی سے پیچھے پھیرنے اور بزدلی دکھانے کا طعنہ دیا اور حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر بھڑکایا۔ عامر نے عرب دستور کے مطابق اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اڑا کر نعرے مارنے شروع کیے۔ اس واقعہ نے تمام فوج میں آگ لگادی اور لشکر کفار بدر میں آگے بڑھ کر عقیقل کے ٹیلہ کے پیچھے خمیہ زن ہو گیا قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے اس لیے انہوں نے مناسب جگہوں اور کنوؤں پر قبضہ کر لیا۔ رات کو کچھ بارش ہو گئی جس کی وجہ سے وادی میں سب دلدل ہو گئی اور قریش کو آگے بڑھنے میں دشواری پیش آئی۔^{۲۱}

آپ نے بدر کے قریب ترین چٹھے پر نزول فرمایا۔ اس موقع پر حضرت جناب بن منذر نے ایک ماہر فوجی کی حیثیت سے یہ مشورہ دیا کہ اگر ہم قریش سے سب سے قریب جو چٹھا ہو، اس پر پڑاؤ ڈالیں اور بقیہ چٹھے پاٹ دیں اور اپنے چٹھے پر حوض بنا کر پانی بھر لیں اور اس کے بعد قریش سے جنگ کریں گے تو ان کے پاس پانی نہیں ہوگا اور ہمارے پاس پانی ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا مشورہ پسند کیا اور آدھی رات کو مسلمانوں کے لشکر نے دشمن کے سب سے قریب ترین چٹھے پر پہنچ کر پڑاؤ ڈال دیا۔ پھر صحابہ کرام نے حوض بنایا اور اس طرح باقی تمام چشموں کو بند کر دیا تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ چٹھے پر قبضہ کر لیا تھا مگر ساقی کو ٹمکے فیض عام نے کفار پر پانی روکنا گوارا نہ کیا۔ اس لیے لشکر قریش کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی ۲۷۔

جب دونوں فوجیں لڑائی کے لیے تیار تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر فاروق کو کفار کے پاس، انہیں سمجھانے اور لڑائی سے باز رکھنے کے لیے بھیجا اور فرمایا کہ وہ خدا سے لڑائی پر کمر نہ باندھیں ورنہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کفار کو بہت سمجھایا مگر موت ان کی منتظر اور جہنم ان کے انتظار میں تھی۔ انہوں نے ایک نہ مانی اور لڑائی پر آمادہ رہے ۲۸۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر میں لڑائی کے دوران اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اے خدا! اگر تو نے اہل ایمان کی اس مختصر سی جماعت کو ہلاک کر دیا تو دنیا میں کبھی تیری عبادت نہ کی جلتے گی۔ اور اللہ تعالیٰ کو اس کا وعدہ یاد دلایا یہی تھا کہ خدا نے اپنے فرشتوں کو کفار سے جنگ کے لیے بھیجا۔ ابن عباس سے روایت ہے کہ فرشتوں نے غزوہ بدر میں سفید پگڑیاں اور حنین میں سبز پگڑیاں پہنی تھیں۔ جب دونوں جماعتوں کا سامنا ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسیحی بھر کنکریاں لیں اور کفار کے منہ پر دے ماریں چنانچہ وہ کنکریاں ہر مشرک کی آنکھ اور گلے میں داخل ہو گئے۔ دشمن بھاگ گئے اور سرداران قریش میں سے بہت سے قتل ہو گئے یا گرفتار ہوئے ۲۹۔

جنگ بدر میں چودہ مسلمان شہید ہوئے جن میں سے چھ مہاجرین اور آٹھ انصار
شامل ہیں۔^{۳۲}

مہاجرین میں سے حضرت عبیدہ بن الحارث بن عبدالمطلب (یہ تریسٹھ سال کی عمر
میں شہید ہوئے) حضرت ذوالشمالین رضی (ان کا اصل نام عمیر ہے مگر یہ دونوں ہاتھوں سے
برابر کام کرنے کی وجہ سے "ذوالشمالین" کے لقب سے مشہور ہیں) صفوان رضی (ان کی
کنیت ابو عمر ہے اور ان کی والدہ کا نام بیضاء ہے) عاتل رضی (زمانہ جاہلیت میں
ان کا نام غافل تھا۔ دارالارقم میں مسلمان ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا
نام عاتل رکھا) عمیر رضی (عمیر بن ابی وقاص حضرت سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی
تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر سولہ سال تھی) مہجع رضی (یہ یمن کے رہنے والے
تھے۔ لثیروں نے پکڑ کر بیچ دیا تو حضرت عمر فاروق رضی نے خرید کر آزاد کر دیا۔ پہلے
ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ بعض کے مطابق مہاجرین میں سے پہلے شہید بھی ہیں)
انصار میں سعد بن خنیسہ (یہ بیت ثقبہ کے بارہ نقیبوں میں سے ہیں)
مبشر رضی (اپنے بھائی ابولبابہ رضی کے ساتھ غزوہ بدر میں حاضر تھے۔ عدوی نے ان کی
شہادت میں اختلاف کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ مبشر رضی بدر اور احد دونوں میں حاضر تھے
اور احد میں لاؤ لہ شہید ہوئے) عمیر رضی (روایت ہے کہ عمیر بن الحارث بن الحارث بن عبیدہ
بن الحارث مہاجرین میں بھائی چارہ تھا اور یہ دونوں جنگ بدر میں شہید ہوئے۔ بعض کے
مطابق انصار میں سب سے پہلے شہید بھی ہیں) یزید رضی (ان کا لقب ابن فحیم تھا۔ ان
کے اور ذوالشمالین میں بھائی چارہ تھا۔ یہ دونوں بدر میں شہید ہوئے) رافع رضی (مگر
بن ابوجہل نے انہیں شہید کیا) عارث بن سراقہ رضی (ان کی والدہ کا نام عفرار
ہے۔ یہ حضرت معوذ اور معاذ رضی کے بھائی تھے انہیں ابوجہل نے شہید کیا) معوذ رضی
(معاذ اور معوذ نے ابوجہل کو زخمی کیا اور عکر بن ابی جہل نے معاذ کا ہاتھ کاٹ دیا اور
ابو مسافع نے معوذ کو شہید کر دیا اور وادی کے مطابق عبداللہ بن مسعود نے ابوجہل کا
سر کاٹا۔ اس طرح یہ سب ابوجہل کے قتل میں شریک ہوئے۔ اور باب سیر کے مطابق

معاذ بازو کے بغیر حضرت عثمانؓ کی خلافت تک زندہ رہے۔

کفار کے ۲۲ ہزار قتل ہوئے۔ اور قریباً ستر کفار مارے گئے۔ ۳۹ مارے جانے والے کفار میں قریباً نصف قتل حضرت علیؓ نے کیے۔ اور ستر کفار قید ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام میں قیدیوں کو تقسیم کر دیا اور ان کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کو تاکید فرمائی تھی کہ "ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے" چنانچہ ابو عزیز بن عمیر (جو مسعب بن عمیر کے بھائی تھے) کا بیان ہے کہ جب مجھے بدلتے لائے تو میں انصار کی ایک جماعت میں تھا۔ وہ صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی مجھے دیتے اور خود کھجوریں کھاتے۔ ان میں سے جس کے ہاتھ روٹی کا ٹکڑا آتا وہ میرے آگے رکھ دیتا۔ مجھے شرم آتی۔ میں اسے واپس کرتا مگر وہ مجھ ہی کو واپس دیتا اور خود ہاتھ نہ لگاتا۔ قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے صحابہ نے انہیں اپنے کپڑے اتار کر دیئے۔ حضرت عباسؓ کا قدر اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کرتا ان کے جسم میں ٹھیک نہ بیٹھتا تھا۔ عبد اللہ بن ابی جو منافقین مدینہ کا سردار تھا، حضرت عباسؓ کا ہم قدر تھا اس نے آپ کو اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ قیدیوں میں جو لوگ عزیز تھے ان کو ویسے ہی چھوڑ دیا گیا اور جو لوگ کھنا جانتے تھے ان کے ساتھ شرط لگائی گئی کہ ہر ایک دو انصاری بچوں کو کتابت لکھائے اس کے بعد آزاد اور ہر آدمی اپنی قدر تک کے مطابق فدیہ ادا کرے۔ کسی سے ہزار درہم سے کم اور چار ہزار درہم سے زیادہ فدیہ قبول نہ ہوگا۔

اسیران بدر میں مالک بن عبد اللہ بھی تھا جو قید کی حالت ہی میں مر گیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بڑی بیٹی حضرت زینب کے شوہر حضرت ابوالعاص بھی ان قیدیوں میں شامل تھے ان کے فدیہ میں حضرت زینب نے اپنا وہ ہار بھیا جو ان کی والدہ حضرت خدیجہ نے حضرت زینب کو شادی میں تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ ہار دیکھا تو حضرت خدیجہ زیاد گئیں، آنکھوں میں آنسو بھر گئے۔ آپ نے صحابہؓ سے فرمایا۔ اگر تم چاہو تو اس ہار کے بدلے ابوالعاص کو رہا کر دو۔ صحابہ نے اس پر خوشی کا اظہار کیا اور

ابوالعاص کو رہا کر دیا گیا۔ اس موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے وعدہ لیا کہ وہ مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیں گے۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر حضرت زینب کو مدینہ بھیج دیا۔ ۴۹

قیدیوں میں سہیل بن بیضار بھی شامل تھے ان کا اسلام پوشیدہ تھا۔ اس لیے قریش اپنے ساتھ ان کو بھی لے آئے تھے۔ ابن مسعودؓ نے ان کے اسلام کی گواہی دی تو یہ رہا کر دیئے گئے۔ ۵۰

خالد بن ولید کے بھائی ولید بن ولید بھی بدر کے قیدیوں میں شامل تھے۔ کچھ دن قید رہے پھر ان کے بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید نے مدینہ آکر ان کا فدیہ دیا اور انہیں لے کر مکہ چلے گئے۔ مکہ پہنچ کر ولید بن ولید وہاں سے بھاگ کر واپس مدینہ پہنچے اور اسلام قبول کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دریافت کرنے پر ولیدؓ نے کہا کہ مجھے یہ بات ناگوار گزری کہ فدیہ ادا کیے بغیر مسلمان ہو جاؤں۔ اس لیے فدیہ دینے کے بعد مسلمان ہوا ہوں۔ ۵۱

بنی مالک کے عبدالعزیٰ بن مشو مسلمان ہو گئے اور ان کا اسلامی نام عبدالرحمن مقرر ہوا۔ ۵۲

بدر کے قیدیوں میں حضرت عباسؓ بھی شامل تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا تھے اور کفار کی طرف سے لڑنے کے لیے آئے تھے۔ فدیہ کے متعلق انہوں نے ناداری ظاہر کی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آپ نے اپنی بیوی ام الفضل کو کچھ سونا دیا تھا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ آپ یقیناً خدا کے سچے رسول ہیں۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا اور کہنے لگے کہ اس بات کا علم میرے اور میری بیوی کے علاوہ کسی کو نہ تھا۔ ۵۳

عمیر بن وہب جو لظاہر اپنے بیٹے وہب بن عمیر کا فدیہ دینے آیا تھا مسلمان ہو گیا۔ ۵۴

جنگ بدر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات میں سے ایک یہ ہے

کہ عکاشہ بن محسن الاسدی جنگ میں تلوار لیے لڑ رہے تھے کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 کھجور کی ایک ٹہنی انہیں عطا کی اور فرمایا اس سے جنگ کرو۔ وہ ٹہنی سفید تلوار بن
 گئی۔ اس تلوار کا نام عون تھا ۵۵

حواشی

۱۔ ابن ہشام۔ سیرت النبی کامل جلد اول ص ۷۰۶ / عہد نبوی کے غزوات
 و سراپا۔ ص ۶۴۔

ہیکل بکھتے ہیں کہ ۸ رمضان ۲ھ کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ (حیات
 محمدہ۔ ص ۳۱۱)

۲۔ حکیم رحمان علی۔ المشاہدہ۔ ص ۹۔ مطبع نامی منشی نول کشور لکھنؤ ۱۹۰۶ء
 انوارِ محمدیہ (جو مواہب اللدنیہ کی تلخیص و ترجمہ ہے) میں بھی لکھا ہے کہ ۱۲ رمضان
 کو ہفتہ کے دن مدینہ سے مسلمان روانہ ہوئے (انوارِ محمدیہ۔ ص ۸۸)

۳۔ نقوش۔ رسولِ منبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۷ (مضمون سیرت نبوی توفیق کی
 روشنی میں۔ از مولوی اسحاق النبی علوی)

فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ جنگ ۱۶ رمضان کو ہوئی (اسوۃ الرسول۔

جلد دوم۔ ص ۳۸۹)

سیرتِ محمدیہ میں لکھا ہے کہ جنگ بدر کا قتال ۱۷ رمضان المبارک دو شنبہ
 کے دن ہوا۔ (سیرتِ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۴)

۴۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر ملی کہ وہ ابوسفیان کی قیادت میں
 بہت زیادہ مال تجارت کے ساتھ شام سے واپس مکہ لوٹ رہے تو حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے اصحاب سے فرمایا یہ قریش کا قافلہ ہے جنہوں
 نے تم کو تمہارے گھروں سے نکال دیا اور تمہارے اموال پر ناجائز قبضہ کر لیا

ہے۔ چلو شاید اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بدلہ دے۔ (حیات رسالتاً ص ۲۱۴/۲۱۴)
 الرحیق المختوم۔ ص ۲۲۲-۲۲۵ / سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۱۳۷-۱۴۰ / مدارج
 النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۴۱ / مختصر سیرة الرسولؐ۔ ص ۳۳۸، ۳۳۹ / رسالتاً
 ص ۱۴۷، ۱۴۸ / غزوات نبویؐ۔ ص ۱۷

۵۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان بدر میں مقتولان قریش کے
 قتل گاہیں، مسلمانوں کو دکھا دیں (الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۹ / سیرت رسول عربی
 ص ۱۴۲ / اسوة الرسولؐ۔ جلد دوم۔ ص ۲۷۹-۲۸۱)

۶۔ انوار محمدیہ۔ ص ۸۸، ۸۹ / حیات رسالتاً ص ۲۱۵، ۲۱۶ / الوفا۔ ص
 ۷۰، ۷۱ / سیرت النبیؐ کامل۔ جلد اول۔ ص ۷۸، ۷۹ / ڈاکٹر رؤفہ اقبال عہد
 نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص ۵۹-۶۱ / واقعی۔ معازی الرسولؐ۔ ص ۳۳،
 ۳۴ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۴۲، ۱۴۳ / سیرة النبیؐ۔ جلد اول۔ ص
 ۱۹۵ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۱۷-۳۱۹ -

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عائکہ بنت عبدالمطلب
 نے ضمزم کی آند سے تین رات قبل خواب دیکھا جس نے ان کو سخت گھبراہٹ
 میں مبتلا کر دیا۔ انہوں نے اس کا تذکرہ حضرت عباس سے کیا اور ساتھ ہی کہا
 کہ مجھے اس خواب کی رود سے تمہاری قوم میں شر اور فساد کے رونما ہونے کا
 اندیشہ ہے۔ میں نے خواب یہ دیکھا کہ ایک اونٹ سوار آکر وادی البطح میں ٹھہرا
 ہے اور اس نے بلند آواز کے ساتھ ہلکا کر کہا ہے۔ اے آل نذر تین دن کے
 اندر اپنے متل اور جائے ہلاکت کی طرف دوڑتے ہوئے نکلو۔ تو لوگ اس کی
 آواز پر جمع ہو گئے۔ پھر وہ سوار مسجد میں داخل ہو گیا اور لوگ اس کے
 پیچھے چل رہے تھے۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کعبہ پر چڑھ گیا اور وہاں بھی
 یہی اعلان کیا۔ اے آل نذر تین دن کے اندر اپنے مقام ہلاکت کی طرف دوڑتے
 ہوئے نکلو۔ پھر اس کا اونٹ اسے لے کر کوہ قیس پر چڑھا اور وہاں بھی یہی

اعلان کیا۔ پھر اس نے ایک پتھر اٹھا کر نیچے لڑھکا دیا۔ وہ نیچے لڑھکنے لگا حتیٰ کہ جب پہاڑ کے دامن میں پہنچنے والا تھا تو وہ زور سے پھٹ پڑا اور مکہ کے گھروں اور مکانوں میں سے کوئی مکان اور گھر ایسا نہ رہا جس میں اس کا ٹکڑا نہ گرا ہو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ لے خواب سن کر فرمایا: واقعی یہ بہت ڈراؤنا اور بھیانک خواب ہے۔ اس کو چھپائے رکھو اور عام لوگوں کو بیان نہ کرو۔ (جب پھرتے پھرتے یہ خبر پھیل گئی اور ابو جہل کو خبر ہو گئی۔ ابو جہل نے حضرت عباس سے کہا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہوتے تھے کہ تمہارے مردوں نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا۔ اب عورتیں بھی نبی بننے لگی ہیں۔ پھر اس نے کہا اگر تین دن گزر گئے اور کوئی واقعہ رونما نہ ہوا تو ہم تمہارے متعلق مشہور کر دیں گے کہ تمہارا گھرانہ اہل عرب میں (نعوذ باللہ) سب سے جھوٹا گھرانہ ہے۔ تیسرے دن صائم روتا پئیٹا آ گیا کہ ابوسفیان نے مجھے بھیجا ہے کہ مسلمانوں کا ارادہ قافلہ پر حملہ کا ہے۔ (الوفاء ص ۴۰۲، ۴۰۵) مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۶ / سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۴۰۱، ۴۰۲ / واقعی۔ معانی الرسول۔ ص ۱۶-۱۹ / سیرۃ النبی۔ جلد اول۔ ص ۱۳۵-۱۳۸۔

۸۔ مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۳۳۴ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۱۴، ۳۱۵۔
۹۔ الرحیق المختوم۔ ص ۳۲۰۔

۱۰۔ قریباً ایک ہزار افراد تھے اور چھ سو زره پوش تھے اور ان کے ساتھ سات سو گھوڑے تھے ان پر بھی سو زره پوش تھے۔ پیدل زره پوش ان کے علاوہ تھے اور سات سو اونٹ بھی تھے اور گانے والیاں بھی تھیں۔ غرض کفار کا یہ لشکر بہت اکڑ اور تکبر میں تھا۔ انہیں اپنی کثیر تعداد اور کثرتِ اسلحہ پر فخر تھا (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۳۱۵۔)

۱۱۔ کنار کی یہ فوج مکہ سے پوری شان و شوکت کے ساتھ روانہ ہوئی۔ مکہ سے چلتے ہوئے ان کے سرداروں نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی۔ اے اللہ

پہرہ حکم پایا تھا (سیرت رسول عربی ۲ - ص ۱۳۲ / عزوات نبوی - ص ۱۸)
 ۱۸۔ جنگ بدر میں صحابہؓ کی تعداد کے بارے میں عروہ بن زبیرؓ لکھتے ہیں
 کہ مدینہ سے روانگی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ۳۱۳ یا ۳۱۴
 صحابہ تھے۔ اور تفصیل کے ساتھ تمام صحابہؓ کے نام لکھے ہیں (مغازی رسول
 اللہ - ص ۱۶۱ - ۱۶۹ - اس کتاب کے علاوہ سیرت النبیؐ کامل (۶۸۹ - ۸۱۵)
 اور مختصر سیرت الرسولؐ (ص ۳۶۲ - ۳۶۰) میں نہایت تفصیل کے ساتھ
 شریکاتہ بدر کے اسمائے گرامی کا ذکر ہے۔ اتنی تفصیل عام کتابوں میں
 نہیں ملتی۔

شہابی تین سو تیرہ صحابہؓ میں سے ساٹھ مہاجر اور باقی انصار بتاتے ہیں (سیرت
 النبیؐ - جلد اول - ص ۱۹۶)

راجا محمد شریف لکھتے ہیں کہ ان تین سو تیرہ مجاہدین میں تراسی مہاجرین اور
 ایک سو اکیاون انصار اور اسی متعلقین انصار تھے۔ بعض مورخین نے مہاجرین
 کی تعداد ستر لکھی ہے (حیات رسالت - ص ۲۱۶)
 "سیرت رسول عربی" میں لکھا ہے کہ اسلامی لشکر میں تین سو آٹھ مجاہدین
 شامل تھے جن میں سے مہاجرین کچھ ساٹھ سے اوپر اور باقی سب انصار تھے۔
 (سیرت رسول عربی - ص ۱۳۲ / عزوات نبوی - ص ۱۸)

۱۹۔ المشاہد - ص ۱۰ / رسالت - ص ۱۲۵ / عروہ بن زبیر - مغازی رسول اللہؐ
 ص ۱۶۹، ۱۷۰

۲۰۔ کچھ کتابوں میں اس بات کا ذکر ہے کہ جنگ بدر میں مسلمانوں کے پاس
 صرف دو گھوڑے تھے۔ ایک حضرت زبیرؓ اور دوسرا حضرت مقدادؓ کے
 پاس (الرحیق المختوم - ص ۳۳۱ / سیرت رسول عربی ۲ - ص ۱۳۲ / مختصر سیرت الرسولؐ
 ص ۳۳۷)

شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ دو گھوڑوں میں سے ایک گھوڑا حضرت مقداد

بن عمرو اور دوسرا مرشد بن ابی عنزی رضی اللہ عنہما۔ (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔
ص ۲۱۷)

کچھ کتابوں میں ہے کہ ایک مقدار کے پاس اور دوسرا حضرت زبیر بن عوام یا

ابی مرشد کے پاس تھا۔ (اسوۃ الرسول۔ جلد دوم۔ ص ۳۵۸ / رسالہ کتاب۔ ص ۱۴۵)

”انوار محمدیہ“ میں ہے کہ تین گھوڑے لشکر اسلام میں تھے ابروہ مقدار، زبیر

اور مرشد کے پاس تھے (انوار محمدیہ۔ ص ۸۸)

ابن ہشام لکھتے ہیں ”مجھ سے بعض اہل علم نے بیان کیا ہے کہ بدر کے روز

مسلمانوں کے ساتھ گھوڑوں میں مرشد بن ابی العنوری کا گھوڑا بھی تھا جس کا نام

”ایسل“ تھا۔ المقداد بن عمرو البرانی کا گھوڑا بھی تھا جس کا نام ”بطرحہ“ تھا اور

بعض نے کہا ہے کہ ”سجر“ تھا۔ الزبیر بن العوام کا گھوڑا بھی تھا جس کا نام

”الیعسوب“ تھا۔ (سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۷۶۷)

۲۱۔۔۔ واقعی لکھتے ہیں کہ لشکر اسلام میں چالیس اونٹ تھے اور ایک ایک اونٹ

پر دو یا دو سے زیادہ آدمی اپنی باری پر چڑھتے تھے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک اونٹ پر حضرت علیؓ، مرشدؓ یا مرشد کے بھائی

زید بن حارثہ ایک اونٹ پر سوار ہوتے۔ ایک اور اونٹ پر حضرت حمزہؓ، ابو بکرؓ

و اُنسہؓ کے علاوہ حضرت زید بھی سوار تھے۔ یہاں واقعی اونٹوں کے بارے

میں سب سے زیادہ تفصیل دیتے ہیں کہ کس اونٹ پر کون کون سوار تھا۔ اور

اس اونٹ کا مالک کون تھا۔ یہ تفصیل کسی اور کتاب میں نہیں دیکھی گئی (مغازی

الرسول۔ ص ۱۳، ۱۴)

۲۲۔۔۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۴۰، ۱۴۱۔

۲۳۔۔۔ قریش کی طرف سے عمیر بن وہب جمعی نے مسلمان لشکر کا جائزہ لیا تو کفار

کو لڑائی سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کہا کہ وہ تین سو سے کم یا کچھ زیادہ ہیں

اور ان کے پاس سوائے اپنی حفاظت کی تلواروں کے کچھ بھی نہیں۔ ان پر خون

سوار ہے اس لیے میرا اندازہ ہے کہ جتنے ان کے آدمی قتل ہوں گے وہ بھی اس جتنے تو ضرور قتل کر لیں گے۔ اور اگر انہوں نے اپنے جتنے تمہارے آدمی مار دیے تو تمہارے پاس کچھ نہ بچے گا تم سوچ لو یہ سن کر حکیم بن حزام

(جو بعد میں مسلمان ہو گئے تھے) اور عتبہ بن ربیعہ نے اس بات سے اتفاق کیا بلکہ عتبہ نے لوگوں میں کھڑے ہو کر خطبہ بھی دیا کہ واپس چلنا چاہیے مگر ابو جہل پر موت سوار تھی۔ اس نے جانے سے انکار کیا۔ (مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۲۲۳)

(۲۲۳)

۲۴ — حیات رسالتاً ب۔ ص ۲۱۸ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۳۲۰ / سیرت النبی کامل۔ جلد اول۔ ص ۱۴، ۱۵ / مغازی الرسولؐ۔ ص ۳۸ / رسالتاً ب۔ ص ۱۴۹، ۱۵۰۔

۲۵ — بدر ایک کنواں کا نام ہے۔ یہ کنواں گول چاند کی طرح بنا ہوا ہے اور یہ کہ اس کنویں کا دائرہ وسیع اور پانی بہت صاف ستھرا تھا۔ اس میں پورا چاند دکھائی دیتا تھا۔ اس لیے وہ بدر کے نام سے مشہور ہوا۔ (المشاہدہ۔ ص ۸)

بدر ایک بستی کا نام ہے جو بدر بن مخلم بن نضر بن کنانہ سے منسوب و مشہور ہے اس نے اس جگہ پر پڑاؤ کیا تھا یا یہ بستی بدر بن حارث سے منسوب ہے جس نے یہاں کنواں کھودا تھا اور بعض کہتے ہیں کہ وہاں ایک بوڑھا شخص مدتوں سے رہتا تھا جس کا نام بدر تھا۔ اس بنا پر اس بستی کو اسی کے نام سے منسوب کر دیا۔ یا اس کا نام اس بنا پر ہے کہ اس کا دائرہ وسیع تھا اور اس کا پانی اتنا صاف و شفاف تھا کہ اس میں بدرِ کامل نظر آتا تھا (مدارج

النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۳۹ / سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۳۱۲)

شبلی کہتے ہیں کہ بدر ایک گاؤں کا نام ہے جہاں سال کے سال میلہ لگتا ہے یہ مقام اسی نقطہ کے قریب ہے جہاں شام ہے۔ مدینہ جانے کا راستہ دشوار گزار گھاٹیوں میں سے ہو کر گزرتا ہے۔ مدینہ منورہ سے قریباً اسی میل

کے فاصلہ پر۔ (شبلی - سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۹۵)

۲۶ ————— الرجیق المختوم۔ ص ۳۲۸ / سیرت رسول عربیؐ - ص ۱۲۲، ۱۲۳ / مختصر سیرۃ الرسولؐ
ص ۳۲۱، ۳۲۲ / رسالتماہ - ص ۱۵۰ / غزوات نبویؐ - ص ۱۹ / اسوۃ الرسولؐ
جلد دوم۔ ص ۳۸۶، ۳۸۷ / ڈاکٹر رؤفہ اقبال - عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص
۶۶ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہؐ - ص ۳۲۱ / سیرت محمدیہؐ - جلد اول - ص ۳۱۶ /
سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۱۹۶ -

۲۷ ————— حیات رسالتماہ - ص ۲۱۸

۲۸ ————— المشاہد - ص ۱۱ -

۲۹ ————— حضرت عبادہ بن صامت فرماتے ہیں کہ بدر کے دن لشکر اسلام کی تین قسم
کی جماعت تھیں۔ ایک جنگ کرنے والی، ایک سامان اٹھانے والی۔ ایک حضور
صلی اللہ علیہ وسلم کے گرد پہرہ دینے والی۔ ان تینوں کو مالِ غنیمت میں حصہ
برابر دیا گیا۔ (رسالتماہ - ص ۱۵۷)

۳۰ ————— انوار محمدیہ۔ ص ۹۰، ۹۱ / حیات رسالتماہ - ص ۲۱۸ / الرجیق المختوم -
ص ۳۵۴، ۳۵۵ / سیرت رسول عربیؐ - ص ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۵۱، ۱۵۲ / مختصر
سیرۃ الرسولؐ - ص ۳۲۳، ۳۲۴ / رسالتماہ - ص ۱۵۱، ۱۵۲ / غزوات
نبویؐ - ص ۱۹، ۲۰ / اسوۃ الرسولؐ - جلد دوم - ص ۳۹۳ / الوفا - ص ۷۷، ۷۸ /
عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا - ص ۷۷، ۸۲ / شیخ محمد رضا - ص ۳۲۲، ۳۲۳ /
مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۵۲، ۱۵۳ / سیرت النبی کامل - جلد اول - ص
۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲ / حیات محمدؐ - ص ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۳ -

۳۱ ————— "انوار محمدیہ" میں ہے کہ مہاجرین کے چودہ اور انصار کے آٹھ صحابہ شہید ہوئے
تھے (انوار محمدیہ - ص ۹۳)

۳۲ ————— الرجیق المختوم - ص ۳۶۸ / رسالتماہ - ص ۱۵۵ / غزوات نبویؐ - ص ۲۲ /
اسوۃ الرسولؐ - جلد دوم - ص ۴۱۲ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۶۳ / سیرت

محمدیہ جلد اول - ص ۳۳۷ / سیرۃ النبی جلد اول - ص ۲۰۲ / حیات محمد ص ۳۲۸ /
المشاید - ص ۱۲ / سیرت رسول عربی - ص ۱۵۶ / حیات رسالتیاب - ص ۲۲۲ -
راجا محمد شریف لکھتے ہیں کہ ان چودہ شہداء میں سے پانچ مہاجرین اور نو انصاری

ہیں۔ بعض مؤرخین نے حضرت صفوان بن بیضا کو بھی شہداء میں شمار کیا ہے
لیکن یہاں مؤلف رحمۃ للعالمین کی تحقیق کو پیش نظر رکھا گیا ہے۔ (حیات رسالتیاب
ص ۲۲۲ - حاشیہ) راجا محمد شریف مہاجرین میں حضرت صحیح بن صالح رضی اللہ عنہ، حضرت
علبیدہ بن حارث بن مطلب، حضرت عمیر بن ابوقاص، حضرت عاقل بن
عبد یلیل، حضرت عمیر بن عبد عمیر نعلہ اور انصاریوں میں حضرت عوف یا عوذ
بن عفرار، حضرت معوذ بن عفرار، حضرت حارث (یا حارثہ) بن سراقہ، حضرت
یزید بن حارث (یا حارث) حضرت رافع بن معلیٰ بن نوذان، حضرت عمیر بن
حمام بن جموح بن زید بن حوام، حضرت عمار بن زیاد بن سکن بن رافع، حضرت
سعد بن خیشمہ الانصاری، حضرت مبشر بن عبد المنذر بن زبیر شامل ہیں۔ (حیات رسالتیاب

ص ۲۲۴-۲۲۵)

۳۳۔۔۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام لشکر کا جائزہ لیا تو کم عمر
صحابہ کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیا۔ ان کم عمر صحابہ میں عبد اللہ بن عمر فاروق،
اسامہ بن زید، رافع بن خدیج، اسید بن حصیر، زید بن ارقم، زید بن ثابت
برابر بن عازب وغیرہ شامل تھے (المشاید - ص ۹)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کے مطابق سب کم عمر صحابہ واپس چلے
گئے مگر عمیر بن ابی وقاص جو سعد بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے،
ادھر ادھر چھپنے لگے۔ سعد بن ابی وقاص کے دریافت کرنے پر عمیر کہنے لگے
کہ مجھے شہید ہونے کا بہت شوق ہے اس لیے میں جنگ لڑنا چاہتا ہوں۔
یہ معاملہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا تو حضرت عمیر نے
لگے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے جذبہ شہادت کو دیکھ کر انہیں

جنگ میں حصہ لینے کی اجازت دے دی۔ (المشاہدہ ص ۱۰۰۹ / سیرت رسول عربی ص ۱۳۱ / غزوات نبوی ص ۱۸، ۱۷ / اسوۃ الرسول جلد دوم ص ۲۸۲ / عہد نبوی کے غزوات و سرایا ص ۵۴ / واقفی، معانی الرسول ص ۱۱)

”سیرت رسول عربی“ میں ان کم عمر صحابہ کرام میں انس بن مالک کا نام بھی شامل ہے (سیرت رسول عربی ص ۱۳۱) رسالتاً میں صرف عبداللہ بن عمر زید بن ثابت، ہریر بن عازب کا ذکر ہے (رسالتاً ص ۱۲۵) شیخ محمد رضا عبداللہ بن عمر کا ذکر نہیں کرتے مگر عمیر بن ابی وقاص کی اجازت ملنے کا ذکر کرتے ہیں (محمد رسول اللہ ص ۳۱۶)

۳۴ — حارثہ بن سراقہ کی والدہ کا نام ربیع النضر ہے یہ حضرت انس بن مالک بن النضر کی بہن تھیں۔ حضرت حارثہ جنگ بدر کا تماشا دیکھنے گئے تھے کہ جہان بن العرقہ نے انہیں شہید کر دیا۔ ان کی والدہ کے بارے میں ہے کہ جب انہیں معلوم ہوا کہ حارثہ بن سراقہ شہید کر دیئے گئے تو کہنے لگی کہ میرا دل روکنے کو چاہ رہا ہے مگر پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لوں کہ جنت میں ہیں کہ جہنم میں ہیں۔ اگر جنت میں ہوئے تو نہ رکوں گی اور اگر جہنم میں گئے تو رکوں گی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم جنگ سے مدینہ تشریف لائے تو حضرت حارثہ کی والدہ نے اپنے بیٹے کے بارے میں دریافت کیا کہ وہ جنت میں ہیں یا نہیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حارثہ جنت میں ہے۔ اس پر حضرت حارثہ کی والدہ نہ روئیں۔ (المشاہدہ ص ۱۸، ۱۷ / معانی الرسول ص ۶۰)

۳۵ — حضرت عوف بن حارث نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا اپنے بندے کی کس بات سے کب مسکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب کوئی بندہ بغیر حفاظتی ہتھیار لیے دشمن سے لڑے۔ یہ سن کر حضرت عوف نے زرہ اتار پھینکی اور دشمن سے لڑنے

لڑنے شہید ہو گئے۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۳۵۸)

۳۶۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز صفوں میں تھا

کہ دو نوجوان میرے پاس آئے۔ ایک نے چپکے سے مجھ سے معلوم کیا کہ

چچا جان! مجھے ابو جہل دکھلا دیں۔ میرے دریافت کرنے پر اس نے کہا کہ میں

اس کو قتل کرنا چاہتا ہوں اس لیے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخیاں

کرتا ہے اتنے میں دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے یہی بات کہی۔ اس بات

کے چند لمحوں کے بعد میں نے دیکھا کہ ابو جہل لوگوں کے درمیان چکر کاٹ رہا

ہے۔ میں نے ان نوجوانوں سے کہا کہ تمہارا شکار وہ ہے اس پر دونوں تڑپ

کر بھاگے اور اسے مار کر قتل کر دیا۔ یہ دونوں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی خدمت میں پیش ہوئے تو آپ نے پوچھا کہ تم میں سے کس نے ابو جہل کو

مارا ہے دونوں نے کہا کہ میں نے مارا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

دونوں کی تلواروں کا جائزہ لیا اور فیصلہ دے دیا کہ تم دونوں نے ہی قتل کیا

ہے۔ ابن اسحاق کے بیان کے مطابق حضرت معوذ بن عفرار ابو جہل کو قتل کرنے

کے بعد خود بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۳۶۱، ۳۶۲)

مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۳۳۸، ۳۳۹ / الوفا۔ ص ۷۰۸، ۷۰۹ / عہد

نبوی کے غزوات و سرایا۔ ص ۸۶، ۸۷ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۲۵

۱۵۰ / معانی الرسولؐ۔ ص ۶۶ / سیرت النبی کامل۔ جلد دوم۔ ص ۲۹، ۳۰۔

”مدارج النبوت“ میں لکھا ہے کہ معوذ بن عفرار جو جنگ بدر میں شہید ہو گئے اور

معاذ بن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زلمنے تک زندہ رہے۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ

علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنا لٹکا ہوا بازو لے کر آئے۔ بازو صرف کھال

کی وجہ سے لٹکا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک

اس پر لگا کر اس کی جگہ چسپاں کر دیا تو ہاتھ ٹھیک ہو گیا۔ (مدارج النبوت

جلد دوم۔ ص ۱۵۰ / انوار محمدیہ۔ ص ۹۱، ۹۲)

۲۷ — المشاہدہ - ص ۱۲-۱۹ -

۲۸ — رسالتنامہ - ص ۱۵۶ -

۳۹ — الوفا - ص ۷۰۸ / رسالتنامہ - ص ۱۵۵ / عہد نبوی کے غزوات و سرایا،
ص ۸۶ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۶۳ / سیرت محمدیہ - جلد اول - ص ۳۳۸ /
سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۲۰۲ / سیرت رسول عربی - ص ۱۵۶ / حیات رسالتنامہ
ص ۲۲۲ / اسوۃ الرسول - جلد دوم - ص ۲۰۶ -

المشاہدہ (ص ۲۲-۲۴) اور سیرت النبی کامل - جلد اول (ص ۸۱۶-۸۲۴)
میں نہایت تفصیل کے ساتھ مقتولان قریش کا ذکر کیا گیا ہے۔

۴۰ — اسوۃ الرسول - جلد دوم - ص ۲۰۶ -

۴۱ — ستر کفار گرفتار ہوئے - (سیرت رسول عربی - ص ۱۵۶ / رسالتنامہ - ص

۱۵۵ / الوفا - ص ۷۰۸ / حیات رسالتنامہ - ص ۲۲۲ / عہد نبوی کے غزوات
و سرایا - ص ۸۶ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۶۳)

فوق بلگرامی لکھتے ہیں کہ مقیدین کی تعداد تینتالیس تھی - (اسوۃ الرسول

جلد دوم - ص ۲۱۲)

اسیران بدر کے بارے میں حکیم رحمان علی (المشاہدہ - ص ۲۹-۳۴ میں) اور
ابن ہشام (سیرت النبی کامل حصہ اول - ص ۸۲۴-۸۲۸) میں زیادہ تفصیلات
سے کرتے ہیں۔

۴۲ — سیرت رسول عربی - ص ۱۵۸ / مختصر سیرۃ الرسول - ص ۳۵۵، ۳۵۶ /

غزوات نبوی - ص ۲۵ / اسوۃ الرسول - جلد دوم - ص ۲۱۴ / سیرت النبی
کامل - جلد اول - ص ۷۴۳ -

۴۳ — مسطفیٰ خان بی اسے - غزوات نبوی - ص ۲۵ / اسوۃ الرسول - جلد

دوم ص ۲۱۴ / سیرت النبی - جلد اول - ص ۲۰۳ -

۴۴ — جن کو مفلسی کی وجہ سے چھوڑ دیا گیا - ان میں سائب بن عبید اور عبید

بن عمرو صیفی بن ابی رفاعہ ، مطلب بن حیطب ہیں (المشاہدہ - ص ۲۹، ۳۱) جن قیدیوں پر آپ نے احسان فرما کر چھوڑ دیا تھا ان میں صرف مطلب بن حیطب، صیفی بن ابی رفاعہ اور ابو عزرہ بھی ہیں۔ (الرحیق المختوم ص ۳۷۸ / مختصر سیرۃ الرسول ۲ - ص ۳۵۹)

شاعر ابو عزرہ جو جنگ بدر کے قیدیوں میں شامل تھا اس کا واقعہ یہ ہے کہ وہ اسلام کے خلاف شعر کہتا تھا اس نے اپنے فدیہ کے بارے میں حضور صلی اللہ وآلہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ میں مفلس اور تنگ دست ہوں۔ میری پانچ لڑکیاں ہیں اگر آپ مجھے آزاد فرمادیں تو میں ان لڑکیوں کی پرورش کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان تازلیست فراموش نہ کروں گا اور آئندہ کبھی اسلامی لڑائیوں کے مقابلے میں نہ آؤں گا اور نہ مسلمانوں کے خلاف کسی کو کہوں گا۔ آپ کو اس پر رحم آگیا اور اس کو بغیر فدیہ چھوڑ دیا مگر وہ اپنے وعدے کے خلاف جنگ احد میں شریک ہوا اور مارا گیا۔ (المشاہدہ ص ۲۷ / مختصر سیرۃ الرسول ۲ - ص ۳۵۹ / رسالتماہ ص ۱۶۰ / اسوۃ الرسول جلد دوم ص ۲۱۵ / سیرۃ النبی کامل - جلد اول - ص ۳۶۰ / شیخ محمد رضا محمد رسول اللہ ص ۳۲۱)

۲۵ — اسیران بدر سے زید بن ثابت نے لکھا سیکھا تھا۔ (سیرت رسول عربی -

ص ۱۵۹ / سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۲۰۲ -

۲۶ — رسالتماہ - ص ۱۶۰ -

۲۷ — المشاہدہ - ص ۳۰ -

۲۸ — ابو الواس بہت بڑے تاجر تھے۔ جنگ بدر کے چند سال بعد بڑے سر و سامان

سے شام کی تجارت کے لیے نکلے لیکن واپسی پر مسلمان دستوں نے آپ کو گرفتار کر لیا۔ مال و اسباب تو سپاہیوں میں تقسیم ہو گیا مگر وہ خود کسی طرح چھپ

کر اپنی زوجہ حضرت زینبؓ کے پاس پہنچے وہ اس وقت مدینہ میں تھیں۔ جب

یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہوا تو صحابہؓ سے فرمایا کہ اگر مناسب

سمجھو تو ابوالعاص کو مال و اسباب واپس کر دو۔ سب نے تسلیم کی مگر دینیں جھکا
 دیں اور سب مال ابوالعاص کو واپس کر دیا۔ اس حسن سلوک سے ابوالعاص متاثر
 ہو گئے اور فوراً مکہ پہنچے اور لوگوں سے اپنا حساب کتاب صاف کیا اور پھر
 واپس مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ (غزوات نبویؐ - ص ۲۴ / اسوۃ الرسولؐ
 جلد دوم - ص ۲۱۹، ۲۲۰ / سیرت النبی کامل - جلد اول - ص ۴۵۰، ۴۵۱ / سیرۃ
 النبیؐ - جلد اول - ص ۲۰۲، ۲۰۵ / حیات محمدؐ - ص ۳۳۵)

حضرت ابوالعاص حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسن سلوک سے بے حد متاثر
 ہونے کے بعد جب مکہ واپس گئے اور قریش سے حساب کتاب کے بعد علی
 الاعلان قریش سے کھڑنگے میں اب کی بار مدینہ سے مکہ میں حاضر کر اسی لیے
 آیا تھا کہ تمہارے حساب کتاب تمہیں مجھادوں اور تمہارے مطالبات صاف
 کر دوں تاکہ تم لوگ یہ نہ کہو کہ ہمارے روپیہ کے تقاضے کے خوف سے ابوالعاص
 مدینہ میں جا کر مسلمان ہو گیا۔ یہ کہہ کر مدینہ میں آئے اور حسب الاقرار مشرف باسلام
 ہوئے۔ (اسوۃ الرسولؐ - جلد دوم - ص ۲۲۰ / سیرت النبی کامل - جلد اول
 ص ۴۵۴، ۴۵۸ / حیات محمدؐ - ص ۳۳۵)

ابوالعاص کے قبول اسلام کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
 زینبؓ کو چھ سال بعد ان کی زوجیت میں پہلے ہی نکاح کے لحاظ سے دے
 دیا اور کسی طرح کی تجدید نہ کی۔ (سیرت النبی کامل - ص ۴۵۹ / شیخ محمد رضا -
 محمد رسول اللہؐ - ص ۳۳۹)

۴۹۔۔۔ المشاہدہ ص ۲۹ / الرحیق المختوم ص ۳۷۸ / غزوات نبویؐ ص ۲۶ /
 اسوۃ الرسولؐ - جلد دوم - ص ۲۱۹ / سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۲۰۲ / حیات
 محمدؐ - ص ۳۳۲، ۳۳۵ -

۵۰۔۔۔ المشاہدہ - ص ۳۲ -

۵۱۔۔۔ مغازی الرسولؐ - ص ۳۲ / المشاہدہ - ص ۳۱، ۳۲ -

۵۲ — المشاہدہ - ص ۲۲۲ -

۵۳ — المشاہدہ - ص ۲۶ / مختصر سیرۃ الرسول - ص ۳۵۶، ۳۵۷ / رسالہ کتاب - ص

۱۶۰ / اسوۃ الرسول ۲ جلد دوم - ص ۲۱۹ / شیخ محمد رضا محمد رسول اللہ - ص ۳۲۳ -

۵۴ — عمیر بن وہب کے قبول اسلام کا واقعہ یہ ہے کہ جنگ بدر میں عمیر بن وہب

اور اس کا بیٹا وہب بن عمیر شریک تھے۔ عمیر بن وہب بہت فتنہ پسند آدمی تھا

وہب بن عمیر بدر کے قیدیوں میں پکڑا گیا اور اس کا باپ عمیر بن وہب مکہ

بھاگ گیا۔ بھاگے ہوئے مشترک جب مکہ پہنچ گئے تو ایک دن عمیر بن وہب

اور صفوان بن امیہ ایک جگہ بیٹھے بدر میں مارے جانے والے کافروں کو یاد

کر رہے تھے کہ عمیر بن وہب نے صفوان بن امیہ سے کہا کہ اگر تم میرا قرض

ادا کر دو اور میرے اہل و عیال کے اخراجات کے کفیل بن جاؤ تو میں مسلمانوں

کے نبی کو (نعوذ باللہ) مار دوں کیونکہ ان کا مارنا مشکل نہیں ہے کہ وہ بازاروں

میں تنہا پھرتے رہتے ہیں۔ اس طرح میرا مقصد پورا ہو جائے گا۔ صفوان

بن امیہ یہ سن کر خوش ہو گیا اور عمیر بن وہب کے اہل و عیال کے اخراجات

اور قرض کی ادائیگی کی حامی بھری اور ایک اچھے صحت مند گھوڑے پر سوار

کر دیا کہ عمیر کو اس کام کے لیے روانہ کر دیا۔ جب عمیر مدینہ پہنچا اور مسجد

نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ

آلہ وسلم نے اسے کا مدعا پوچھا تو عمیر نے کہا کہ میں اسپینے کو چھڑوانے آیا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ اسے کا مقصد پوچھا اس نے وہی جواب

دیا کہ میں اسپینے کے لیے آیا ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم

نے صفوان بن امیہ سے کیا شرط لگائی تھی۔ عمیر نے کہا۔ آپ خود ہی فرمادیں

کہ کیا کہا تھا۔ اس پر آپ نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ یہ سن کر عمیر بن وہب حیران

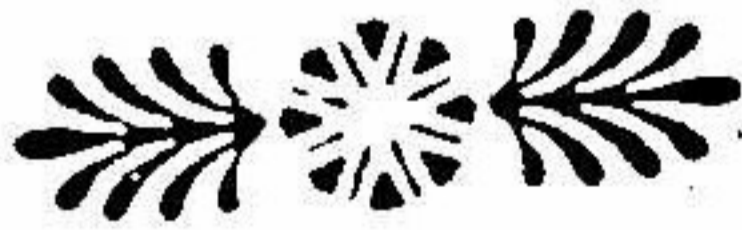
پریشان ہو گیا۔ اور کہنے لگا کہ یہ بات میرے اور صفوان کے علاوہ کسی کو

معلوم نہ تھی۔ اس لیے میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ

تعالیٰ ایک ہے اور اس کے سوا کوئی خدا نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ مجھے سیدھی
راہ ملی۔

عمیر بن وہب کے قبول اسلام پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے
بیٹے وہب بن عمیر کو بغیر فدیہ کے چھوڑ دیا۔ مکہ میں صفوان کسی خوشی کا انتظار
کر رہا تھا مگر عمیر بن وہب مسلمان ہو چکے تھے۔ جب عمیر مکہ آئے تو ایک
بڑی جماعت نے ان کی ہدایت پر اسلام قبول کر لیا۔ (المشاہدہ ص ۳۴-۳۶/
اسوۃ الرسول ۲ - جلد دوم ص ۲۳۹-۲۴۱ / سیرت النبی کامل جلد اول ص
۶۰-۶۳ / سیرۃ النبی - جلد اول ص ۲۰۵، ۲۰۶ / شیخ محمد رضا - محمد
رسول اللہ ص ۳۳۹-۳۴۱)

۵۵ — انوار محمدیہ - ص ۹۱ / الریح المخبوم - ص ۳۶۷ / مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۵۱/
مدارج النبوت - جلد دوم ص ۱۵۷ / سیرت النبی کامل - جلد اول ص ۴۳۱/
مغازی الرسول ۲ - ص ۶۹ -



سیرۃ زید بن حارثہ

سیرۃ زید بن حارثہ جو بدر کے چھ ماہ بعد ہوا، جدول تقویم میں ربیع الاول ۳؎
مکی اور جدی الاخریٰ مدنی کے مطابق دو شنبہ کو آتا ہے ۲

اس مہم کے متعلق ابن اسحاق کی تشریح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بدر سے چھ ماہ
بعد کا ہے۔ (یعنی ربیع الاول ۳؎ کا) بخلاف اس کے واقعہ جدی اور ابن سعد نے اس
کو جدی الاخریٰ کا واقعہ قرار دیا ہے۔ اس واقعے کی تاریخوں پر دو تقویمی کی
کار فرمائی محسوس ہوتی ہے چنانچہ جدول تقویم میں ربیع الاول ۳؎ مکی، جدی
الاخریٰ مدنی کے مطابق ہے۔ روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ موسم سرما کا
تھا۔ جدول سے اندازہ ہوتا ہے کہ ربیع الاول ۳؎ نومبر دسمبر ۶۲۷ء سے
مطابق تھا ۲

حضرت زید بن حارثہ کی مقام قرود کی طرف لشکر کشی کا، جو نجد کے چشموں
میں سے ایک چشمہ تھا، یہ سبب ہوا کہ قریش جس قدیم راستے سے تجارتی قافلے
مک شام کو لے جایا کرتے تھے، بدر کے واقعات کی وجہ سے انہیں اس راہ
میں اندیشے پیدا ہو گئے تھے۔ اس لیے اس مرتبہ وہ عراق کے راستے سے روانہ
ہوئے۔ پس ان کے تجارتی قافلہ جن میں ابو صفیان بن حرب، صفیان بن امیہ
اور حو لیب بن عبد العزیٰ شامل تھے اور یہ سب بعد کو فتح مکہ کے سال اسلام
لائے تھے۔ ان کے ساتھ نگینہ جڑی ہوئی بہت سی انگوٹھیاں تھیں۔ آنحضرت
(صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ کو سو سواروں کے ساتھ ان کی طرف
روانہ فرمایا۔ جو چشمہ کے پڑاؤ پر ان سے جا ملے۔ انہیں دیکھتے ہی قافلہ واسلے
فرار ہو گئے۔ اس طرح مال سے لے ہوئے بہت سے اونٹ حضرت زید

بن حارثہ کے ہاتھ آئے۔ جنہوں نے یہ اونٹ لے جا کر آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے سامنے پیش کر دیئے۔ اس میں سے آپ نے اپنا پانچواں حصہ نکالا تو اس پانچویں حصہ کی قیمت میں ہزار درہم تک پہنچی۔ یہ سر یہ ماہ جمادی الآخر ۳۱ھ (ستمبر ۶۲۲) میں پیش آیا تھا۔

جنگ بدر کے بعد کفارِ قریش کے دلوں پر مسلمانوں کی دھاک بیٹھ چکی تھی وہ پہلے شام کے راستے سے اپنے قافلے جاتے تھے مگر اب ڈر کی وجہ سے عراق کے راستے سے جانا چاہتے تھے۔ چونکہ راستہ نیا تھا اس لیے انہوں نے فرات بن حیان نامی شخص کو کچھ معاوضہ دے کر ساتھ ملا لیا تاکہ راستہ کی راہنمائی کر سکے۔ اس غزوہ میں وہ پکڑا گیا اور اسلام قبول کر لیا۔

بعض مؤرخ اس سر یہ کا باعث یہ لکھتے ہیں کہ ابوسفیان نے دوسو آدمیوں کے ساتھ خفیہ طور پر مدینہ پہنچ کر ایک انصاری کے کھجوروں کے درختوں اور کھیتی میں آگ لگا دی اور انہیں ان کے ساتھیوں سمیت سوتے میں شہید کر کے بھاگ گیا۔ اس حالت میں مسلمان کیونکر خاموش بیٹھ سکتے تھے۔ اسی دوران میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر پہنچی کہ قریش کا ایک قافلہ ابوسفیان کی سرکردگی میں بہت سا سامان تجارت لے کر نجد کے راستے شام جا رہا ہے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت زید بن حارثہ کو چند آدمی دے کر اس قافلہ کو روکنے کے لیے بھیجا۔

حاشی

۱۔ حضرت زیدؓ اول ایمان لانے والوں میں سے ہیں۔ یہ غلاموں میں سب سے پہلے مسلمان ہوئے (نقی احمد خان، مولانا انوار جمال مصطفیٰ ص ۱۱۳ / غلامانِ اسلام۔ ص ۳۱، ۳۲ / غلامانِ محمدؐ ص ۶۶ / سلیمان ندوی، سید رحمت عالم ص ۲۸)۔

زید بن عارثہ کے والدین کے معزز قبیلہ قنات سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن میں اپنی ماں کے ساتھ اپنے نفعیال جا رہے تھے کہ راستے میں ڈاکوؤں نے اغوا کر کے عکاظ کی منڈی میں بیچ دیا۔ حکیم بن حزام نے اپنی پھوپھی حضرت خدیجہؓ کے لیے انہیں خریدا اور حضرت خدیجہؓ کو دے دیا۔ اس وقت حضرت زیدؓ کی عمر آٹھ سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حوالے کر دیا۔ حضرت زیدؓ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپس میں بے پناہ محبت تھی۔ جب حضرت زیدؓ کے والد کو حضرت زیدؓ کے بارے میں معلوم ہوا تو وہ کہہ ائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حضرت زیدؓ کو لے جانے لگے مگر حضرت زیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں دنیا اور اس میں موجود رشتوں کو بیچ سمجھتے تھے انہوں نے جانے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا۔ یہ سفر طائف میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آیا اور کنیز تھیں اور انہوں نے آپ کو گودوں کھلایا تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں اپنی ماں کہتے تھے۔ ہجرت سے چند سال پہلے آپ نے فرمایا کہ ام ایمنؓ میری ماں ہیں۔ اگر کوئی شخص کسی جنتی عورت سے شادی کرنا چاہے تو ام ایمنؓ سے شادی کر لے۔ ام ایمنؓ ان دنوں بیوہ ہو چکی تھیں۔ اور صرف ایک بیٹے امینؓ تھے۔ حضرت زیدؓ نے ان سے نکاح کر لیا۔ ام ایمنؓ سے حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ پیدا ہوئے جن سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت محبت کرتے تھے اس لیے اسامہؓ کا نام "حُبِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ" پر لگایا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شادی حضرت زینب بنت جحشؓ سے کی جو آپ کی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ مگر دونوں کی ناخوشگواہی کی وجہ سے طلاق ہو گئی۔ تو

حضرت زینب بنت جحش سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شادی کر لی اور انہیں ام المؤمنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔

حضرت زیدؓ نے بہت سے غزوات اور سرایا میں شرکت کی اور شہ میں غزوة موتہ میں شہید ہو گئے۔

حضرت زیدؓ سے آپ کی محبت کا یہ عالم تھا کہ ان کی وفات پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپ اس قدر روئے کہ آواز بند ہو گئی۔ (علی اصغر چوہدری - عہد نبوی کے نادر واقعات

ص ۳۰-۳۲ / محمد احمد پانی پتی - غلامانِ محمدؐ - ص ۶۲-۶۴ / سعید احمد، مولانا

غلامانِ اسلام - ص ۳۸-۳۹ / صوفی محمد اکرم رضوی - صحابہؓ کا عشق رسولؐ -

ص ۵۶-۵۸ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱ - ص ۲۲۹ (مضمون حضرت زید بن

حارثہؓ) / محمد شریف، راجا - شہدائے عہد نبویؐ - ص ۲۵۳-۲۹۲

۲۔ نقوش رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۶۲۔

۳۔ نقوش رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۶۲ / شہناز کوثر - قوس قزح - ص ۲۲

۴۔ شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہؐ - ص ۳۶۱ / رسالتناہ - حصہ اول و دوم

ص ۱۰ / واقعی - مغازی الرسولؐ - ص ۱۳۳، ۱۳۴ / پیغمبرِ عالمؐ - ص ۲۵۴ -

۲۵۶ / رسول اکرمؐ کی سیاستِ خارجہ - ص ۲۴۴ / تاریخ مدینہ - ص ۸۲ / سلمان

منصور لہوری - رحمتہ للعالمینؐ - جلد دوم - ص ۱۸۸ / پیغمبرِ اعظمؐ و آخرؐ - ص ۲۹۳

۲۲۲ / محمد شریف، راجا - حیاتِ رسالتناہؐ - ص ۲۳۴، ۲۳۸ / غلامانِ محمدؐ

ص ۶۰ / الرحیق المختوم - ص ۴۰۲-۴۰۴ / رسولؐ رحمت - ص ۲۹۵ / سیرتِ احمد

مجتبیٰؐ - جلد دوم - ص ۲۸۵-۲۸۸ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱۱ - ص ۳۳۲ /

نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱ - ص ۲۲۸۔

۵۔ سیرت کی کتابوں میں فرات بن حیان کے نام کے بارے میں اختلاف

پایا جاتا ہے۔ مثلاً پروفیسر محمد صدیق قریشی نے قرات بن حیان (رسول اکرم^ص) کی سیاستِ خارجہ (ص ۲۷۲) سلمان منصور پوری نے قرات بن سفیان (رحمۃ للعالمین^ص) جلد دوم (ص ۱۸۸) واقدی نے قرات بن حیان العجل (مغازی الرسول^ص) (۱۲۳، ۱۲۴) لکھا ہے۔ کچھ سیرت نگاروں نے صرف قرات بن حیان لکھا ہے (الرحیق المختوم - ص ۲۰۳ / رسولِ رحمت^ص - ص ۲۹۵ / نقوش - جلد ۱۱ - ص ۳۳۲ / پیغمبرِ عالم^ص - ص ۲۵۲) اور کہیں قرات بن حیان العجل ہے (مجموعہ خطاب شریف آنحضرت^ص بحیثیت سپہ سالار - ص ۱۷۸ بحوالہ سیرت احمد مجتبیٰ^ص - جلد دوم ص ۳۸۶ / پیغمبرِ عالم^ص ص ۳۵۵) کہیں قرات بن حیان عجل (حیات رسالت^ص ص ۲۳۸ / غلامانِ محمد^ص - ص ۷۰) اور کہیں قرات بن حیان عجل لکھا ہے (پیغمبر اعظم و آخر^ص - ص ۲۹۲)

۶۔۔۔۔۔ واقدی - مغازی الرسول^ص - ص ۱۲۲ / رسول اکرم کی سیاستِ خارجہ - ص ۲۷۲ / سلمان منصور پوری - رحمۃ للعالمین^ص - جلد دوم - ص ۱۸۸ / حیات رسالت^ص ص ۲۳۸ / محمد احمد پانی پتی - غلامانِ محمد^ص - ص ۷۰ / الرحیق المختوم - ص ۲۰۳ / سیرت احمد مجتبیٰ^ص - جلد دوم - ص ۳۸۸

۷۔۔۔۔۔ غلامانِ محمد^ص - ص ۷۰ / پیغمبرِ عالم^ص - ص ۳۵۶ -



نکاح حضرت ام کلثوم رضی

حضرت ام کلثوم رضی کا نکاح حضرت عثمان رضی سے جدول تقویم کے مطابق ربیع الاول ۳ھ مکی اور جمادی الاخرہ مدنی کے مطابق دو شنبہ آتا ہے۔

اس واقعے کے متعلق واقدی کی روایت یہ ہے کہ حضرت عثمان رضی سے ان کا نکاح ربیع الاول ۳ھ میں ہوا تھا مگر رخصتی جمادی الاخریٰ میں ہوئی۔ جس کی بظاہر کوئی معقول وجہ نہیں معلوم ہوتی۔ گمان غالب یہ ہے کہ واقدی کو اس نکاح کی دو مختلف روایتیں پہنچی تھیں۔ ایک ربیع کی دوسری جمادی کی، ان دونوں میں تطبیق کی خاطر انہوں نے نکاح اور رخصتی دونوں رسموں کو علیحدہ علیحدہ مہینے میں قرار دیا۔

حضرت عثمان رضی کی پہلی بیوی حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنگ بدر کے لیے تشریف لے جانے لگے تو وہ سخت بیمار ہو گئیں اور چند ہی دنوں میں ان کی وفات ہو گئی۔

حضرت ام کلثوم رضی بھی حضرت خدیجہ بنت ابی طالب کے ساتھ ہی ایمان لائیں۔ ۴ ہجرت کے وقت اپنی بہن حضرت فاطمہ رضی کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دوسری زوجہ حضرت سوہہ رضی کے ساتھ مکہ میں تھیں۔ بعد میں یہ سب ایک ساتھ مدینہ آئے۔ ۲ ہجری میں بدر کی لڑائی کی فتح کے دن حضرت رقیہ رضی ملک عدم ہوئیں تو حضرت عثمان رضی نے حد معنوم رہنے لگے۔ ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اے عثمان رضی! تم اس قدر کیوں حزن و ملال میں مبتلا ہو۔ عرض کیا۔ مجھ سے زیادہ بد نصیب کون ہو گا کہ نبی زادی خاک بسر ہوئیں اور خانوادہ نبوت سے ہمیشہ کے لیے میرا رشتہ ٹوٹ گیا۔ ابھی یہ گفتگو ختم نہیں ہوئی تھی کہ جبریل امین اس حکم کے ساتھ حاضر ہوئے کہ آسمانوں پر اللہ تعالیٰ نے ام کلثوم رضی کا عقد عثمان رضی کے ساتھ کر دیا ہے۔ تعمیل حکم میں حضرت رقیہ رضی

کے مہر کے برابر مہر پر عقد ہوا۔

صحیح بخاری میں ایک روایت ہے کہ بدر کے معرکہ میں حضرت عمرؓ کے داماد بھی شہید ہوئے۔ حضرت رقیہؓ کے انتقال کے بعد حضرت عمرؓ نے انہیں اپنی بیٹی حفصہؓ کا پیام دیا۔ حضرت عثمانؓ نے تامل کیا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو معلوم ہوا تو فرمایا میں تم کو عثمانؓ سے بہتر شخص کا پتا دیتا ہوں اور عثمانؓ کے لیے تم سے بہتر فرد ڈھونڈتا ہوں۔ تم اپنی لڑکی کا بیاہ مجھ سے کرو اور میں اپنی لڑکی کی شادی عثمانؓ سے کرتا ہوں۔ اسی دن سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین (دو نوروں والے) کے لقب سے یاد کیے جانے لگے۔ کیونکہ نور رسالت کی دو شمعیں خانہ عثمانؓ میں فروزاں ہوئیں۔

حضرت ام کلثومؓ نے شعبان ۹ ہجری میں چھ سال حضرت عثمانؓ کے ساتھ گزار کر داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نماز جنازہ پڑھائی حضرت ام کلثومؓ سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت عثمانؓ کے بیویوں کے ساتھ حسن سلوک سے اس درجہ خوش بخت تھے کہ فرمایا۔ اگر میری دس لڑکیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمانؓ ہی کے رشتہ ازدواج میں منسلک کرتا۔ حضرت ام کلثومؓ جنت البقیع میں دفن ہوئیں۔

حواشی

۱۔ ان کی کنیت ام کلثومؓ اور بعض کے نزدیک ان کا نام آمنہؓ ہے۔ حضرت رقیہؓ کی طرح ام کلثومؓ بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ کے نکاح میں تھیں مگر اعلان نبوت اور سورہ لہب کے نزول کے بعد ابولہب اور اس کی بیوی ام جمیل نے رخصتی سے پہلے ہی طلاق دلوا دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کی شادی پہلے حضرت رقیہؓ سے ہوئی۔ ان کے انتقال کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ام کلثومؓ کا نکاح بھی حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اپنی بیٹی ام کلثوم سے بھی بڑی محبت تھی ان کی وفات کے بعد وہ جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو یاد آتیں تو انھیں پرنم ہو جاتیں۔ صحیح بخاری میں حضرت انس رضی سے مروی ہے کہ ایک دفعہ ام کلثوم کی قبر پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ (رہبر کامل ص ۷۶)

۲۔ حضرت عثمان بن عفان اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذوقدہ ۶ھ میں صحابہ رضی کے ساتھ عمرہ کے ارادے سے مکہ مکرمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ جب آپ حدیبیہ پہنچے تو قریش پر خوف و ہراس طاری ہوا۔ اس لیے آپ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو مکہ بھیجا اور ان کو یہ آیات دیں کہ تم قریش کو یہ بتانا کہ ہم جنگ کے لیے نہیں عمرہ کی ادائیگی کے لیے آئے ہیں اور ان کو اسلام کی دعوت بھی دینا اور وہ مسلمان مرد و عورت جو مکہ میں ہیں، ان کو فتح کی خوشخبری بھی سنانا حضرت عثمانؓ مکہ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ ان سے حضرت ابان بن سعید اموی ملے جو ابھی ایمان نہ لائے تھے۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کو اپنی پناہ و ضمانت دی اور اپنے گھوڑے پر سوار کر کے ان کو مکہ مکرمہ لائے۔ حضرت عثمانؓ نے لوگوں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام پہنچایا۔ ادھر حدیبیہ میں صحابہؓ کہنے لگے کہ عثمان خوش نصیب ہیں کہ ان کو طواف بیت اللہ نصیب ہو چکا ہوگا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ عثمان میرے بغیر طواف نہ کریں گے۔ اسی دوران یہ افواہ اڑ گئی کہ حضرت عثمانؓ مکہ میں قتل کر دیئے گئے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہؓ سے بیعت لی جو بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت عثمانؓ چونکہ اس وقت مکہ میں تھے اس لیے حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں

ہاتھ پر رکھ کر ان کو بیعت کے شرف میں داخل کر لیا۔ اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا۔ بیعت رضوان کے بعد جب عثمان واپس تشریف لائے تو مسلمانوں نے ان سے کہا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ نے طواف بیت اللہ کر لیا۔ آپ نے جواب دیا: تم نے یہ میرے بارے میں بدگمانی کی ہے۔ اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، اگر میں مکہ میں ایک سال تک بھی پڑا رہتا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیبیہ میں ہوتے تو میں آپ کے بغیر طواف نہ کرتا۔ قریش نے مجھ سے طواف کرنے کے لیے کہا تھا مگر میں نے انکار کر دیا (محمد اکرم رضوی۔ صحابہ کا عشق رسولؐ۔ ص ۱۶، ۱۷ / علی اصغر چوہدری۔ عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۵۶-۵۸)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کے واقعے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ میں اپنی خالہ اروی بنت عبدالمطلب کے یہاں ان کی عیادت کے لیے گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ میں نے آپ کی طرف بغور دیکھنا شروع کیا۔ آپ کی نبوت کا تھوڑا بہت ان دنوں تذکرہ ہو چلا تھا۔ آپ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا: اے عثمان کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ مجھے آپ پر بڑا تعجب ہے کہ آپ کا ہم لوگوں میں کیا مرتبہ تھا اور اب آپ پر کیا افترا پردازی کی جا رہی ہے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ آپ نے جواب میں لا الہ الا اللہ کہا خدا گواہ ہے کہ یہ سن کر میں کانپ گیا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی۔ (ترجمہ) "اور آسمان میں تمہارا رزق ہے اور وہ چیزیں جن کا تم سے وعدہ کیا گیا۔ آسمان و زمین کے پروردگار کی قسم۔ بے شک یہ سب اسی کا حق ہے جس طرح کہ تم بات کرتے ہو" اس کے بعد آپ چل پڑے اور میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل دیا اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوا (محمد

یوسف کاندھلوی، مولانا۔ حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم جلد اول مشتمل بر حصہ اول، دوم، سوم، ص ۶۲، ۶۳)

مختلف وقتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لیے اس طرح دعائیں مانگیں۔

”زید بن اسلم نے بیان کیا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے خاکستری رنگ کی اونٹنی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس بھیجی تو آپ نے فرمایا۔ اے میرے اللہ عثمان کو پل صراط سے گزار دے۔“

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی) اے میرے اللہ! میں عثمان رضی اللہ عنہ سے راضی ہوں تو بھیجی اس سے راضی ہو جا تین مرتبہ آپ نے یہ کلمات کہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہا اے میرے اللہ! عثمان رضی اللہ عنہ کے ان گناہوں کی مغفرت فرما جو پہلے ہو چکے اور بعد میں ہوں گے اور جو خفی طوع پر کیے اور جو اعلانیہ طور پر کیے اور جو کچھ چھپ کر کیا اور جو کھلم کھلا کیا ہے (محمد یوسف کاندھلوی۔ حیات الصحابہ رضی اللہ عنہم جلد سوم مشتمل بر حصہ ہشتم، نهم، دهم۔ ص ۲۶۳)

ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا ”اے عائشہ رضی اللہ عنہا! اس شخص سے حیا کیسے نہ کروں جس سے اللہ کی قسم فرشتے حیا کرتے ہیں۔“ (رضی الدین احمد فخری، مولانا۔ عہد نبوی کا اسلامی تمدن۔ ص ۲۲۶)

۳۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۶۲۔

۴۔ ایضاً۔ ص ۱۶۲ (مضمون ”سیرت نبوی“ توقیت کی روشنی میں“ از مولوی اسحاق علوی)

۵۔ مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۱/ عمر ابوالنضر۔ رسول عربی ص ۱۳۳/

سیرت احمد مجتبیٰ ۴ - جلد اول - ص ۱۱۴، ۱۱۸ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۴ - ص ۲۰۱ /
 نیاز فتح پوری، علامہ - صحابیات ۲ - ص ۱۳۰ / غلام ربانی عزیز - سیرت طیبہ - جلد
 اول - ص ۳۲۰ / حیات رسالت ۲ - ص ۸۰ / محمد رسول اللہ - ص ۲۵۹ / سیر الصحابیات
 مع اسوہ صحابیات - ص ۸۹ / طالب لائمی - تذکار صحابیات ۲ - ص ۱۲۵، ۱۲۶ /
 عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۵۳ - ۵۵ / محمد شریف قاضی - اسوہ حسنہ - ص
 ۴۱ / رہبرِ کامل ۲ - ص ۶۲، ۶۵ / سیرت رسول اکرمؐ - ص ۵۱ / قوس قزح - ص
 ۳۶، ۳۵

۶ — عبد الرحمن ابن جوزی - النبی الاطهر - ص ۸۶ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۴ - ص
 ۲۰۲ / نیاز فتح پوری - صحابیات ۲ - ص ۱۳۱ / حیات رسالت ۲ - ص ۸۰ -

۷ — نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۴ - ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری - صحابیات ۲ - ص ۱۳۰ /
 حیات رسالت ۲ - ص ۸۱ / تذکار صحابیات ۲ - ص ۱۲۶ / قوس قزح - ص ۳۶ / عہد
 نبوی کے نادر واقعات - ص ۵۶ / رہبرِ کامل - ص ۶۵ / مفتی محمد شفیع - سیرت رسول
 اکرمؐ - ص ۵۲ -

۸ — نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۴ - ص ۲۰۲ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱۱ - ص ۲۴۲ -
 (باب نمبر ۲۸) / نیاز فتح پوری - صحابیات ۲ - ص ۱۳۱ / حیات رسالت ۲ - ص ۸۱ /
 سیارہ ڈائجسٹ - رسولؐ نمبر - جلد ۱ - ص ۲۳۰ / سیر الصحابیات - ص ۱۱۴ / سلمان
 منصور پوری - رحمۃ للعالمین ۲ - جلد دوم - ص ۱۰۴، ۱۰۸ / قوس قزح - ص ۳۶ -

۹ — سلمان منصور پوری - رحمۃ للعالمین - جلد دوم - ص ۱۰۴ / مدارج النبوت - جلد
 دوم - ص ۱۹۱ / رسولؐ عربی - ص ۱۳۲ / عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۵۶ / اسوہ
 حسنہ - ص ۴۱ / رہبرِ کامل - ص ۶۵ / سیرت رسول اکرمؐ - ص ۵۲ -

۱۰ — النبی الاطهر - ص ۸۶ / غلام ربانی عزیز - سیرت طیبہ - جلد اول - ص ۳۲۱ / نقوش
 رسولؐ نمبر - جلد ۴ - ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری - صحابیات ۲ - ص ۱۳۲ / مدینۃ الرسول

ص ۱۸۷ / سیارہ ڈائجسٹ - رسول نمبر - جلد ۱ - ص ۲۳۰ / سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات
 ص ۸۹ / تذکار صحابیات - ص ۱۲۶ / سیر الصحابیات - ص ۱۱۷ / سلمان منصور پوری -
 رحمۃ للعالمین - جلد دوم - ص ۱۰۸ / قوس قزح - ص ۳۶ -

۱۱ — نقوش - رسول نمبر - جلد ۷ - ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری - صحابیات رضی ص ۱۳۱ /
 مدینۃ الرسول - ص ۱۸۷ / حیات رسالت - ص ۸۱ / محمد رسول اللہ - ص ۳۵۹ /
 سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات - ص ۸۹ / تذکار صحابیات رضی ص ۱۲۶ / سیر
 الصحابیات - ص ۱۱۷ / سلمان منصور پوری - رحمۃ للعالمین - جلد دوم - ص ۱۰۸

۱۲ — نقوش - رسول نمبر - جلد ۷ - ص ۲۰۲ / نیاز فتح پوری - صحابیات رضی ص ۱۳۱ /
 مدینۃ الرسول - ص ۱۸۷ / حیات رسالت - ص ۸۱ -

ایک روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا - اگر میری
 سولہ کپیاں ہوتیں تو وہ سب یکے بعد دیگرے حضرت عثمان کے عقد میں دے
 دیتا - (نیاز فتح پوری صحابیات رضی ص ۱۳۲)

۱۳ — مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۱۹۰ / سیرت احمد مجتبیٰ - جلد اول - ص ۱۲۰ /
 ابن جوزی - النبی الاطهر - ص ۸۷ / غلام ربانی عزیز - سیرت طیبہ - جلد اول - ص ۳۲۱ /
 نقوش - رسول نمبر - جلد ۷ - ص ۲۰۳ / مدینۃ الرسول - ص ۱۸۷ / صحابیات - ص ۱۳۲ /
 حیات رسالت - ص ۸۱ / سیارہ ڈائجسٹ - رسول نمبر - جلد ۱ - ص ۲۳۰ / محمد
 رسول اللہ - ص ۳۵۹ / تذکار صحابیات - ص ۱۲۶ / سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات
 ص ۸۹ / سلمان منصور پوری - رحمۃ للعالمین - جلد دوم - ص ۱۰۸ / سیر الصحابیات - ص
 ۱۱۷ / تاریخ مدینہ - ص ۸۲ / قوس قزح - ص ۳۷ -

۱۴ — غلام ربانی عزیز، ڈاکٹر - سیرت طیبہ - جلد اول - ص ۳۲۱ / مدینۃ الرسول - ص
 ۱۸۷ / تذکار صحابیات رضی ص ۱۲۶ -



سیرۃ عبداللہ بن انیس

واقعی اس سیرۃ کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں " بعد ازاں سیرۃ عبداللہ بن انیسؓ کا طرف سفیان بن خالد بن بلج المذنی کے ، روانہ ہوا۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا جس روز سے میں لشکر لے کر مدینہ سے چلا ہوں تو روز دو شنبہ تاریخ پانچویں محرم کی تھی اور تیسواں مہینہ ہجرت سے تھا اور اکیس تاریخ محرم روز دو شنبہ کو میں واپس آیا۔ چنانچہ اٹھارہ شب باہر رہا۔ " ۱۔

اسحق علوی تقویٰ حساب سے لکھتے ہیں " اس واقعہ کی تاریخ خود عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ " میں مدینہ سے دو شنبہ کے دن ۵ محرم کو نکلا۔ حسابی روز سے یہ تاریخ بالکل صحیح ہے اور ۵ محرم کو دو شنبہ ہی کا دن پڑتا ہے " ۲۔

" آپ نے عبداللہ بن انیسؓ کو سفیان بن خالد ہذلی کے قتل کے لیے روانہ کیا یہ " عرنہ " میں مقیم تھا۔ سبب اس واقعہ کا یہ ہوا کہ یہ شخص " قصہ رجیع " اور حضرت عاصم بن ثابت کے قتل کا باعث تھا اور اس نے اسی پر بس نہ کی بلکہ جنگ کے لیے لشکر تیار کر رہا تھا۔ آپ کو جب معلوم ہوا تو آپ نے عبداللہ بن انیسؓ کو بھیجا اور فرمایا کہ اس کا شر دور کر دو۔ عبداللہ بن انیسؓ نے عرض کیا۔ حضور! (صلی اللہ علیک وسلم) اس کا پتا نشان بتلائیے تاکہ میں اس کو شناخت کر سکوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا " جس آدمی کی شکل ایسی ہو اور جس آدمی کو دیکھ کر ڈر لگے اور دوسو نہ شیطانی دل میں آئے، وہی شخص ہے۔ عبداللہ بن انیسؓ کہتے ہیں کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا چاہی اور اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور مدینہ سے روانہ ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو " بنو خزاعہ " کے قبیلہ کا آدمی بنا لیا۔ جب میں بطن عرنہ پہنچا تو اس آدمی کو دیکھا کہ ایک جماعت کے ساتھ جاتا ہے اس کی ہدیت میرے دل میں بیٹھ گئی اور وہ تمام

نشانیوں میں نے موجود پائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمائی تھیں۔ جب سفیان نے مجھے دیکھا تو بولا "کون"؟ میں نے کہا میں "بنو خزاعہ" کا ہوں۔ میں نے سنا ہے کہ تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے جنگ کرنے کے لیے لشکر جمع کیا ہے؟ تم سے ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔ وہ بولا۔ ہاں، میں نے لشکر جمع کیا ہے۔ عبد اللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں اس کے ساتھ ہو گیا۔ میں نے کہا کسی تنہائی کی جگہ "خیمہ" میں تشریف رکھیں، وہاں بات کریں گے۔ جب رات ہو گئی اور اس کے احباب اور ساتھی متفرق ہو گئے۔ میں نے کچھ صبر کیا تاکہ فضا پر سکون ہو جائے۔ جب وہ سو گیا میں نے تلوار نکالی اور اس کو قتل کر دیا اور اس کا سر جدا کر کے ساتھ لیا۔۔۔ اور مدینہ کو روانہ ہو گیا۔ راستہ میں ایک غار آ گیا۔ میں نے اپنے آپ کو چھپایا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مکڑی کو متعین فرما دیا۔ اس نے غار کے منہ پر تار تن دیا۔ جب سفیان کی قوم کو معلوم ہوا وہ میرے تعاقب میں نکلے لیکن سب کو بائوس ہونا پڑا۔ پھر میں فارس سے باہر آیا۔ رات کو سفر کرتا تھا اور دن کو چھپ جاتا تھا۔ اس طرح مدینہ منورہ پہنچا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مسجد میں پایا۔ جیسے ہی آپ کی نظر مجھ پر پڑی تو فرمایا "افلح الوجہ" چہرہ کامیاب ہوا۔ میں نے عرض کیا۔ "افلح وجہک یا رسول اللہ" اور اس بلعون کا سر سامنے ڈال دیا اور کیفیت بیان کی۔ آپ نے مجھے اپنا عصا تے مبارک مرحمت فرمایا۔ اور ارشاد فرمایا "جنت میں اس کے ساتھ جاؤ گے"۔ کہتے ہیں کہ یہ عصا وفات کے وقت تک ان کے پاس رہا۔ مرتے وقت انہوں نے وصیت کی کہ اس کو میرے کفن میں لپیٹ دیا جائے۔ اس سریر میں ان کے اٹھارہ شبانہ روز صرف ہونے ۹

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس بہادر سپاہی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخلص شیدائی نے آقا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جدائی برداشت نہ کی آپ کے وصال کے دن صدمے سے انتقال کر گیا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

حواشی

۱۔ واقدی - معاذی الرسول ۲ - ص ۳، ۴ (مترجم بشارت علی خان)
 ۲۔ نقوش - رسول نمبر - جلد ۲ - ص ۵۹ اسیرت نبوی - توقیت کی روشنی میں
 از مولوی اسحق علوی / عبدالکریم غزال - الغزوات الکبریٰ و معارک الفتح فی
 العراق والشام و مصر - الدار الشرقیة للطباعة والنشر "ایبیا" (بیروت - عربی)
 ص ۱۰۸ / الموابب اللذنیہ - ص ۳۷۶ -

۳۔ سیرت کی زیادہ تر کتابوں میں بنو لحيان کے رئیس کا نام سفیان بن خالد لکھا جاتا
 ہے (الغزوات الکبریٰ و معارک الفتح فی العراق والشام و مصر - ص ۱۰۸ / موابب
 اللذنیہ - جلد اول - ص ۳۷۶ / رسالتماہ - ص ۲۱۰ / واقدی - معاذی الرسول - ص ۳ /
 سلمان منصور پوری - رحمة للعالمین - جلد دوم - ص ۲۸۳ / رسول رحمت - ص ۲۲۳ /
 پیغمبر اعظم و آخر - ص ۵۳۳ / پیغمبر عالم - ص ۳۸۸ -

اور کچھ کتابوں میں خالد بن سفیان لکھا ہوا ہے - (الرحیق المختوم - ص ۲۷۲ /
 اصح السیر - ص ۱۱۵ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ ۴ - ص ۲۳۱)

۴۔ جنگ احد کے بعد طلحہ کی بیوی نے قسم کھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے
 انتقام نہ لے لوں، سر میں تیل نہ ڈالوں گی اور یہ کہ جو بھی بدلہ لے گا، اس کو سوادنٹ
 انعام میں دوں گی - سفیان بن خالد کے پوچھنے پر اس نے بتایا کہ عاصم بن ثابت نے
 چار، طلحہ بن عبید اللہ نے دو اور زبیر بن عوام نے سیرے ایک عزیز کو قتل کیا ہے
 کفار انعام کے لالچ میں مدینہ پہنچے بظاہر مسلمان ہوئے اور عاصم بن ثابت سے
 دوستی کر لی - تبلیغ کے لیے ساتھ آدمی مانگے اور بطور خاص حضرت عاصم بن ثابت
 کو لے جانے کی بات کی اور عاصم بن ثابت سمیت دس مسلمانوں کو تبلیغ کے
 لیے مکہ مدینہ سے باہر بیعت کے مقام پر پہنچے، مکہ کے کافروں کو خبر ملی تو انہوں

نے مل کر حملہ کر دیا۔ سفیان بن خالد نے کہا عاصمؓ تم اور تمہارے ساتھی ہتھیار ڈال دو تو تمہیں امان ہے مگر حضرت عاصمؓ بن ثابت نے کفار کی امان سے انکار کر دیا اور ساتھیوں سمیت بہادری سے لڑے۔ اس طرح عاصمؓ سمیت سات افراد شہید ہو گئے۔ باقی تین کو کافروں نے فوراً گرفتار کر لیا۔ اور ان کے ہاتھ کمر سے باندھ دیئے۔ ان تین افراد میں سے حضرت عبداللہ بن طارق نے کسی طرح ہاتھ کھول لیے اور تلوار پکڑ کر کافروں پر حملہ کر دیا اور خود بھی شہید ہوئے۔ حضرت خبیثؓ بن عدی اور حضرت زیدؓ بن وثنہ کو مکہ لے جایا گیا۔ ان دونوں سے کفار نے آخری خواہش پوچھی تو حضرت خبیثؓ نے دو رکعت نماز پڑھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اور دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد کفار کے لیے بددعا کی کہ الہی ان سب کو گھیر لے اور ان کو فوراً قتل کر دے۔ اور ان میں سے کسی کو نہ چھوڑ۔ ابن اسحق کے مطابق جتنے آدمی اس وقت موجود تھے حضرت خبیثؓ کی بددعا سے اکثر قتل ہوئے اور بیشتر مصیبتوں میں مبتلا رہے۔ کفار نے حضرت خبیثؓ سے کہا کہ تمہیں یہ پسند ہیں کہ تمہاری جگہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے اور تم اپنے گھر میں ہوتے۔ اس پر خبیثؓ نے جواب دیا۔ مجھے تو یہ گوارا نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیر میں ذرا سا کاٹا چبھ جائے اور میں گھر میں رہوں۔ حضرت زیدؓ نے بھی دو رکعت نماز پڑھی۔ ان سے بھی وہی سوالات کیے گئے اور وہی جوابات پائے۔ اس موقع پر ابو سفیان نے کہا کہ ہم نے صحابہ کرامؓ سے زیادہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت رکھنے والا کسی کو نہیں پایا۔ حضرت زیدؓ کو بھی شہید کر دیا گیا۔ حضرت خبیثؓ کو شہید کرنے سے پہلے چالیس کفار نے ہلکے ہلکے نیزے مارے اور بعد میں ایک کافر نے سینے میں زور سے نیزہ مارا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد حضرت خبیثؓ شہید ہو گئے۔ کافروں نے ان کی لاش کو سولی پر لٹکائے رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جو خبیثؓ کو لٹکائے اس کے لیے جنت ہے۔ حضرت زبیرؓ بن عوام اور مقدادؓ بن اسود

رات کی تاریکی میں آہستہ سے چالیس کفار کے پرے سے حضرت خبیثؓ کی لاش کو اتار لائے وہ لاش چالیس روز کے بعد بھی تازہ تھی اور خبیثؓ اپنے زخموں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور ان سے خون ٹپک رہا تھا۔ اور مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ قریش کے سرداروں نے تعاقب کر کے حضرت زبیرؓ اور مقدادؓ کو گھیر لیا۔ انہوں نے لاش کو زمین پر رکھ دیا اور زمین نے فوراً ہی حضرت خبیثؓ کو اپنے اندر چھپا لیا۔ حضرت زبیرؓ نے لکار کر کہا: "میں زبیر بن عوام بن عبدالمطلب ہوں اور یہ مقداد بن اسود ہیں ہم دونوں شیر پیشہ ہیں۔ جدھر رخ کر لیتے ہیں راستہ صاف کر دیتے ہیں۔ اگر مقابلہ کرنا چاہو تو تیار ہیں اور اگر واپس جانا چاہو تو تمہیں اجازت ہے۔"

کافر یہ سن کر واپس چلے گئے۔ یہ دونوں واپس مدینہ منورہ آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس حضرت جبریلؑ آئے اور کہا کہ فرشتے ان دونوں مردوں پر فخر کرتے ہیں (رسالہ کتاب - ص ۲۰۲-۲۰۹ / پیغمبر اعظم و آخر - ص ۵۳۳-۵۳۵ / سیرت محمدیہ ترجمہ موائب اللدنیہ - جلد اول - ص ۳۷۷-۳۸۲ / عہد نبویؐ کے نادر واقعات - ص ۱۶۱-۱۶۵ / جامی - شواہد النبوة - ص ۱۳۷-۱۳۹)

یہ جلیل القدر صحابی حضرت زبیر بن عوام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سگی پھوپھی صفیہؓ کے بیٹے اور ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بھائی عوام کے بیٹے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی حضرت اسماءؓ کے شوہر تھے۔ (شاہ معین الدین - سیر صحابہ - جلد دوم - مہاجرین حصہ اول - ص ۸۲ / عہد نبویؐ کے نادر واقعات - ص ۹۹-۱۰۲)

۵۔ جنگ احد میں طلحہ کے دو بھائی اور تین بیٹے مارے گئے تھے۔ جنگ احد کے بعد طلحہ کی بیوی نے مسنت مانی تھی کہ وہ حضرت عاصمؓ بن ثابت کے کاسہ سر کو جام شراب بنائے گی۔ جنہوں نے غزوہ احد میں اس کے بیٹے مسافع کو مار ڈالا تھا۔ اس نے عاصمؓ کا سر لانے والے کے لیے سواونٹوں کا انعام رکھا تھا

کفار حضرت عاصمؓ بن ثابت کو مارنے کے بعد ان کا سر کاٹنا چاہتے تھے مگر جب وہ حضرت عاصمؓ کی لاش کے قریب بڑے ارادے سے اُٹے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے شہد کی مکھیوں نے حضرت عاصمؓ کی نعش کے گرد دائرہ بنا لیا۔ کفار کو شش کے باوجود قریب نہ جاسکے۔ ابھی موقع کا انتظار کر ہی رہے تھے کہ موسلا دھوا بارش شروع ہوئی جو نعش کو بہا کر نامعلوم مقام کی طرف لے گئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے کفار شر سے حضرت عاصمؓ بن ثابت کو بحفاظت اٹھا لیا۔

(پیغمبر اعظم و آخر - ص ۵۳۳، ۵۳۴ / رسالت نامہ - ص ۲۰۴)

شہد کی مکھیاں ایسا ڈنک مارتیں کہ فوراً درم آجاتا اور کافر تھوڑی دیر بعد ہی مرجاتا۔ (رسالت نامہ - ص ۲۰۴ / جامی - شواہد النبوة - ص ۱۳۷، ۱۳۸)

۴۔ اکیلے عبداللہ بن انیسؓ کو اس مہم کے لیے بھیجنے کا اصل مقصد کیا تھا۔

ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کہتے ہیں: "آپؐ کی سیاسی و عسکری حکمت عملی کا جو ہر یہ تھا کہ آپؐ جنگ و جدل پر صلح و امن کو ترجیح دیتے تھے۔ دشمن کو باز رکھنے اور جنگ نہ کرنے کے معاہدے پر مجبور کرنے کی خاطر پہلے مذاکرات اور پھر

رعب و داب سے کام لکانے کی کوشش کرتے تھے۔ جب لڑائی ناگزیر ہو جاتی تو پھر کم از کم کشت و خون کے ذریعے اس کا فیصلہ کرنے کی سعی فرماتے۔

چنانچہ ابھی قطن کی بغاوت فرو کرنے سے فراغت ہی ملی تھی کہ آپؐ کو اطلاع

ملی کہ بنو لحيان کا رئیس سفیان بن خالد غزہ میں مسلمانوں کے خلاف جنگ کی

تیاریاں کر رہا ہے اور اس بغاوت کی آگ دوسرے قبائل میں بھی پھیلنا چاہتا

ہے۔ بصیرتِ رحمتہ للعالمین نے یہ فیصلہ دیا کہ ایک فتنہ گر و مفسد سفیان بن

خالد کے خون سے بہت سی جانیں بچ سکتی ہیں چنانچہ آپؐ نے اس مہم کے

لیے حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو منتخب کیا۔ (پیغمبر اعظم و آخر - ص ۵۳۳)

۵۔ حضرت عبداللہ بن انیسؓ کسی شخص سے نہیں ڈرتے تھے۔ اس لیے حضورؐ

اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عبداللہ بن انیسؓ کو نشانیاں بتاتے ہوئے کہا کہ

جس شخص کو دیکھ کر تمہیں ڈر لگے اور شیطانی وسوسہ دل میں آئے اور تیرے جسم
کا رُواں رُواں ڈر کی وجہ سے کھڑا ہر جائے۔ (شرح المواہب - جلد ۲ - ص ۶۳)

بحوالہ رسالتماہ - ص ۲۱۰

۸۔ صحیح السیر - ص ۱۱۵ / الرحیق المختوم - ص ۲۷۲ / رسالتماہ - ص ۲۱۱ /

سیرت احمد مجتبیٰ - جلد دوم - ص ۲۸۲ / پیغمبر عالم - ص ۳۸۸ / عبدالمصطفیٰ اعظمی

سیرت مصطفیٰ - ص ۲۳۱ / رسول رحمت - ص ۳۲۳ -

۹۔ پیغمبر اعظم و آخر - ص ۵۳۳ / سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ - جلد اول

ص ۳۷۶، ۳۷۷ / سلمان منصور لپیدی - رحمتہ للعالمین - جلد دوم - ص ۱۸۹ / الرحیق

المختوم - ص ۲۷۲ / صحیح السیر - ص ۱۱۵ / رسالتماہ - ص ۲۱۰، ۲۱۱ / مدارج النبوة

جلد دوم - ص ۲۰۷ / پیغمبر عالم - ص ۳۸۸ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرت مصطفیٰ -

ص ۳۳۱ / محمد ادریس کاندھلوی - سیرت المصطفیٰ - ص ۶۰۳ / سیرت احمد مجتبیٰ

جلد دوم - ص ۲۸۲، ۲۸۳ -

۱۰۔ محمد عابد سید - رحمتہ للعالمین - ص ۳۷۰ / محمد شریف قاضی - اسوۂ حسنہ

ص ۲۲ -



غزوة بدر موعود

اسحاق علوی بدر موعود کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "سنہ ۳ کی ایک دوسری مہم غزوة بدر موعود کے نام سے مشہور ہے جس کی تاریخ پنجشنبہ مستهل شعبان بیان کی گئی ہے۔ یہ تاریخ بھی حسابی رو سے غلط ہے اور مستهل شعبان کو یکشنبہ یا دو شنبہ کا دن انا چاہیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوة ذات الرقاع سے مدینہ میں آئے جمادی الاولیٰ اور آخر رجب تک مدینہ میں اقامت فرمائی۔ پھر ماہ شعبان میں بدر کی طرف ابوسفیان کی میعاد کی وجہ سے تشریف لے گئے۔ اور کہا جاتا ہے کہ یہ غزوة ہلال فقیہ میں تھا اور ابوسفیان کی میعاد اس سے ماسبق تھی۔ وہ یہ ہے کہ ابوسفیان نے یوم احد میں کہا تھا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان موعود بد سال آئندہ ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے اصحاب میں سے ایک مرد سے فرمایا، ابوسفیان سے کہہ دو کہ بہتر ہمارے اور تمہارے درمیان وہی موعود ہے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ سے ایسے حال میں نکلے کہ آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب میں سے پندرہ سو مرد تھے اور دس گھوڑے تھے۔ آپ نے مدینہ پر عبداللہ بن رواحہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ پس آپ اور آپ کے اصحاب نے بلد میں اقامت کی۔ ابوسفیان کا انتظار کرتے تھے اور ابوسفیان مکہ سے نکلا۔ یہاں تک آیا کہ مجنہ میں جو امرالظہران کے ناحیہ سے ہے اور کہا جاتا ہے کہ عسفان کے ناحیہ سے ہے، اترا۔ پھر ابوسفیان کو پہننے کی صورت مناسب ظاہر معلوم ہوئی۔ ابوسفیان نے قریش سے کہا، اسے معشر قریش تم کو راحت نہیں دے سکتا اور مشقت سفر رائل نہیں کر سکتا مگر وہ سال جس میں سرسبزی اور ارزانی ہو۔ تم اپنے جانوروں کو اس سال میں درختوں کے پتے کھلاؤ اور اپنے جانوروں کا دودھ پیو۔ تحقیق تمہارا سال خشکی کا سال ہے (کہ

بارش نہیں ہے اور زمین خشک ہے) اور میں پلٹنے والا ہوں۔ تم لوگ پلٹ چلو۔ یہ سن کر ساتھ کے سب آدمی پلٹ گئے۔ اہل مکہ نے ان لوگوں کے لشکر کا نام حبش السویق رکھا۔ ان سے اہل مکہ کہتے تھے تم لوگ مکہ سے نہیں نکلے مگر سوتو پیتے تھے گیہوں یا جو کو سوتو کہتے ہیں۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقام بدر میں آٹھ دن تک قیام فرمایا۔ اصحاب کے ساتھ جو کچھ مال تجارت کا تھا، اس کو انہوں نے فروخت کیا۔ ۵۔

حواشی

۱۔ اس غزوہ کا نام بدرِ ثانیہ اور بدرِ موعده (دھمکی) بھی ہے۔ (تغییر النسائتہ ص ۲۲۸) یہ غزوہ، بدرِ موعده، بدرِ ثانیہ، بدرِ آخرہ اور بدرِ صفری کے ناموں سے بھی یاد کیا جاتا ہے (الرحیق المختوم، ص ۲۸۶ / سیرتِ محمدیہ، جلد اول، ص ۳۹۶)۔

۲۔ نفوس، رسولؐ نمبر، جلد ۲، ص ۵۸۔

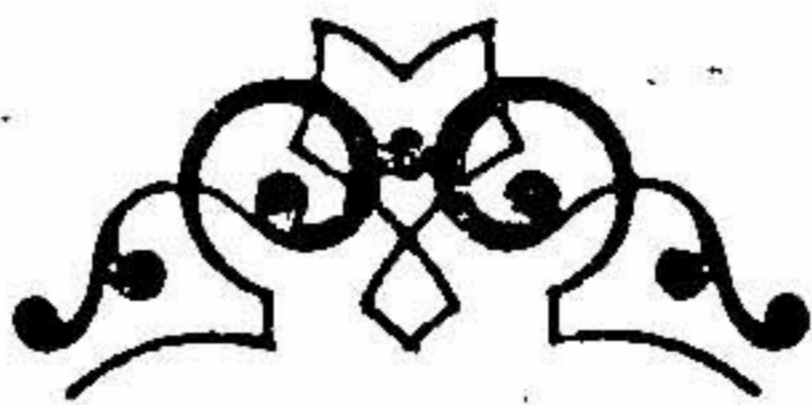
۳۔ چنانچہ وعدہ کے موافق دوسرے سال ہی ابوسفیان سامانِ جنگ فراہم کرنے اور قتال کی تیاری کرنے میں مشغول ہو گیا اور قریش کو مکہ سے نکلنے کی ترغیب و تحریص دینے لگا لیکن یہ بہ تکلف اور بے دلی سے کرتا تھا تاکہ لوگ یہ نہ کہیں کہ ابوسفیان ڈر گیا ہے اور وہ میدانِ جنگ میں آنے سے گھبراتا ہے۔ (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۲۶۳ / الرحیق المختوم، ص ۲۸۵)

۴۔ ابوسفیان مسلمانوں سے جنگ کرنے سے اتنا ڈرتا تھا کہ اس نے نعیم بن مسعود کو سولے کے تین ٹکڑے دے کر کہا کہ وعدے کے مطابق لڑائی کا وقت قریب آ رہا ہے تم رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہؓ کو لڑائی کے نتائج سے خوفزدہ کرنے کی کوشش کرو۔ مگر اس کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے پیڑھ سو صحابہؓ کے ہمراہ غزوہ بدرِ موعده کے لیے روانہ ہوئے اور

بغیر کسی نقصان کے صحیح سالم واپس مدینہ منورہ پہنچے۔ (تاریخ مدینہ - ص ۸۴)
 اس کے برعکس مسلمانوں کو دیکھ کر لشکرِ ابوسفیان پر کچھ ایسی ہیبت طاری ہوئی
 کہ خرابی موسم کا عذر کر کے کوئی مقابلہ کیے بغیر ہی واپس چلا گیا۔ "بغیرِ انسانیت"
 ص ۲۲۸ / مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۲۶ / الوفا - ص ۶۲۱

ابوسفیان نے سوچ سوچ کر اپنے ساتھیوں کے سامنے یہ بہانہ بنایا کہ "قریش
 کے لوگو! جنگ اس وقت تک موزوں ہوتی ہے جب شادابی اور ہریالی ہو کہ
 جانور بھی چرسکیں اور تم بھی دودھ پی سکو۔ اس وقت خشک سالی ہے لہذا میں واپس
 جا رہا ہوں۔ تم بھی واپس چلے چلو"۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے ہی لشکر
 کے اعصاب پر خوف و ہیبت سوار تھی کیونکہ ابوسفیان کے اس مشورے پر
 کسی قسم کی مخالفت کے بغیر سب نے واپسی کی راہ لی۔ اور کسی نے بھی سفر
 جاری رکھنے اور مسلمانوں سے جنگ لڑنے کی رائے نہ دی۔ (الرحیق المختوم
 ص ۲۸۵، ۲۸۶ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۲۶۲)

۵۔ سیرتِ محمدیہ - جلد اول - ص ۳۹۶، ۳۹۷ / مختصر سیرۃ الرسول - ص ۲۲۵
 ۲۲۶ / بغیرِ انسانیت - ص ۲۲۸ / الوفا - ص ۶۲۰، ۶۲۱ / الرحیق المختوم - ص
 ۲۸۵، ۲۸۶ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۲۶۲ - ۲۶۳



غزوة ذات الرقاع

اس غزوة کی تاریخ اور دن کے بارے میں ابن حبیب لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۱۰ جمادی الاولیٰ دو شنبہ کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے اور اسی مہینے میں چہار شنبہ کو واپسی ہوئی۔ اس کے خلاف واقدی اور ابن سعد اس غزوة کو محرم ۵ ہجری کا واقعہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ آپ ہفتے کی رات ۱۰ محرم کو مدینہ سے اس غزوة کے لیے نکلے۔ ابن اسحاق کے نزدیک یہ غزوة ربیع الآخر اور جمادی الاولیٰ کے کچھ حصے میں ہوا اور ابن سعد ابن جہان کی رائے میں یہ محرم ۵ ہجری کا واقعہ ہے۔

اسحاق علوی لکھتے ہیں کہ "ابن حبیب نے ۱۰ جمادی الاولیٰ کو دو شنبہ بیان کیا ہے و سنیفیلڈ کی تقویم کے بموجب جمادی الاولیٰ کی پہلی تاریخ کو یکشنبہ تھا (مطابق ۲۸ ستمبر ۶۲۶ء) اس حساب سے دو شنبہ ۹ جمادی کو ہونا چاہیے لیکن یہ ایک روزہ اختلاف ناقابل التفات ہے۔ ابن سعد کے موجودہ نسخوں میں محرم کی دسویں تاریخ کو یوم السبت ملتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ غلطی کسی ابتدائی ناقل کی ہے جس نے نسخہ کی خرابی کے باعث یا بدخطی کی وجہ سے "اتنین" کے دندانوں کو "س" کے دندانے سمجھ کر سبت پر معمولیادرنہ از روئے حساب ۱۰ کو ہفتہ کس طرح ممکن نہیں"۔

اس غزوة کا نام "ذات الرقاع" کیوں پڑا، اس کے متعلق "انوار محمدیہ" میں ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں نے کپڑے کے ٹکڑے سی کر علم بنائے تھے اس لیے اسے ذات الرقاع کہتے ہیں۔ ابو الحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ آپ روانہ ہو کر ایک نخلستان میں اترے۔ آپ کے ساتھ چھ اشخاص تھے جن میں ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ ان سب کے درمیان سواری کے لیے ایک اونٹ تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ پیدل چلنے کی وجہ سے لوگوں کے پیر پھلنی ہو گئے اور انگلیوں کے ناخن تک

گئے اور اس تکلیف سے بچنے کے لیے لوگوں نے اپنے پیروں پر ٹھیاں اور چھتیرے
 باندھ لیے اور اس لیے اس غزوہ کا نام غزوہ ذات الرقاع یعنی "پٹیوں والا غزوہ"
 پر لگایا۔ امام نووی کہتے ہیں کہ بعض روایت ہے کہ ذات الرقاع ایک پہاڑ کا نام
 ہے۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ایک درخت کا نام ہے "الوفا" میں لکھا ہے کہ اس غزوہ
 کو پہاڑ کی نسبت سے غزوہ ذات الرقاع کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں سرخ، سیاہ اور
 سفید قطعات تھے جو گلیم درویش کی مانند مختلف پیوندوں کا مرقع تھا۔

اس غزوہ کا مقصد بنی محارب اور بنو ثعلبہ کی بستیوں پر حملہ کے ارادے سے
 کون تھا کیونکہ آپ کو معلوم ہوا تھا کہ مسلمانوں پر چڑھائی کے ارادے سے انہوں نے
 لشکر جمع کر رکھا ہے۔ آپ چار سو یا سات سو صحابہ کو لے کر روانہ ہوئے اور مدینہ
 کی حکومت حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سپرد کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے نجد کے علاقے میں بمقام نخل جو عطفان کی بستیوں میں واقع ہے، کیمپ کیا۔
 فوجیں آمنے سامنے ہوئیں لیکن جنگ کی نوبت نہ آئی، لوگ ایک دوسرے کو افواہوں
 سے ڈراتے تھے۔ چنانچہ آپ نے صحابہ کے ساتھ نمازِ خوف ادا کی۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم اس غزوے کے سلسلے میں پندرہ دن باہر رہے۔

"حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس غزوہ میں ایک درخت کے سایہ میں محو خواب تھے
 ایک اعرابی آیا اور اپنی تلوار کھینچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر پرانے کھڑا ہو گیا
 حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہو گئے۔ اعرابی نے کہا، کون ہے جو آپ کو مجھ سے
 بچائے۔ فرمایا: "اللہ"۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھے اور اس کے
 ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ میں تلوار لے کر
 فرمایا: کون ہے جو تجھے مجھ سے بچائے گا؟ اعرابی نے کہا: میں عہد کرتا ہوں کہ آپ سے
 کبھی جنگ نہ کروں گا اور نہ اس جماعت میں شریک ہوں گا جو آپ سے لڑے۔ اس
 کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا سرا سے بخش دیا اور وہ اعرابی لوٹ
 کر اپنی قوم میں گیا اور کہا میں تمہارے پاس سب سے بہتر شخص کے پاس سے آیا ہوں

واقعی نے اس کا اسلام لانا اور پھر اپنی قوم کے بہت سے لوگوں سے اسلام قبول کرانا بیان کیا ہے۔ ۱۱

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس غزوة ذات الرقاع میں ایک اونٹ تھا جس کا گھٹنا ٹوٹا ہوا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے پاس سے گزرنے لگے اور اونٹ کی کبست روی اس بات کی اجازت نہیں دیتی تھی کہ میں آپ کا ساتھ دے سکوں۔ مجھ سے پوچھا گیا تو میں نے سارا ماجرا سنایا۔ آپ نے عملے کو اونٹ پر تین بار گھسایا اور چلو بھر پانی اس پر پھیرا اور حکم دیا کہ سوار ہو جاؤں۔ مجھے قسم ہے اس خدا کی جس نے ہم پر ایک سچا رسول مبعوث فرمایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس قدر تیز چلاتے تھے، میرا اونٹ پیچھے نہیں رہتا تھا۔ اور میں حضور علیہ السلام کے ہمراہ ہی رہتا تھا۔ یہ حضور علیہ السلام کا معجزہ ہے۔ غزوة ذات الرقاع ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اونٹ کو حضرت جابر سے چالیس درہم سے خرید لیا تھا مگر جب آپ کو معلوم ہوا کہ حضرت جابر بن عبد اللہ کے والد نے قرمن چھوڑنے سے تو مدینہ پہنچ کر چالیس درہم بھی دیئے اور اونٹ بھی سہہ کر دیا اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کے لیے چالیس بار استغفار کی اور جابر رضی اللہ عنہ کے والد کا چھوڑا ہوا قرض بھی ادا کر دیا۔ ۱۲

اس غزوة میں ایک ایسا انفرادی واقعہ یہ ہوا کہ ”ایک رات حضرت عباد بن عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ کے باہر پہرہ دینے کے لیے مقرر کیا گیا۔ دونوں نے آپس میں طے کر لیا کہ نصف نصف رات باری باری جاگ کر پہرہ دیں گے۔ چنانچہ نصف اول کی رات حضرت عباد رضی اللہ عنہ کے حصے میں آئی۔ انہوں نے نماز کی نیت باندھ کر سورۃ الکہف کی تلاوت شروع کر دی اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے گئے۔ اتنے میں کسی کافر نے موقع پا کر حضرت عباد کو تیر مارا جس سے آپ کا خون بہنے لگا۔ کافر نے دیکھا کہ یہ اپنی جگہ سے حرکت نہیں کرتے تو اس نے یکے بعد دیگرے دو تیر اور چلائے اور خون زیادہ بہنے لگا مگر انہوں نے نماز نہیں چھوڑی اور جب خون زیادہ بہنے لگا تو نماز مختصر کر کے حضرت عمار رضی اللہ عنہ کو بیدار کر دیا۔ انہوں نے جب

یہ حال دیکھا تو بے اختیار کہا "اے اللہ کے بندے! تم نے پہلے ہی تیر پر مجھے کیوں نہ جگادیا" حضرت عباد بن ریحان نے جواب دیا کہ میں نے سورہ کہف کی تلاوت شروع کر رکھی تھی اور چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا تھا ۱۱

"سنگِ دل اعراب کو مرعوب اور خوفزدہ کرنے میں اس غزوے کا بڑا اثر رہا۔ ہم اس غزوے کے بعد پیش آنے والے سرایا کی تفصیلاً پر نظر ڈالتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ حطیان کے ان قبائل نے اس غزوے کے سر اٹھانے کی جرأت نہ کی بلکہ ڈھیلے پڑتے پڑتے سپر انداز ہو گئے اور بالآخر اسلام قبول کر لیا حتیٰ کہ ان اعراب کے کئی قبائل ہم کو فتح مکہ اور غزوہ حنین میں مسلمانوں کے ساتھ نظر آتے ہیں اور انہیں غزوہ حنین کے مالِ غنیمت سے حصہ دیا جاتا ہے۔ پھر فتح مکہ سے واپسی کے بعد ان کے پاس صدقات وصول کرنے کے لیے اسلامی حکومت کے عمال بھیجے جاتے ہیں اور وہ باقاعدہ اپنے صدقات ادا کرتے ہیں۔ غرض اس حکمتِ عملی سے وہ تینوں بازو ٹوٹ گئے جو جنگِ خندق میں مدینہ پر حملہ آور ہوتے تھے۔ اور اس کی وجہ سے پورے علاقے میں امن و سلامتی کا دور دورہ ہو گیا۔ اس کے بعد بعض قبائل نے بعض علاقوں میں جو شور و غوغا کیا، اس پر مسلمانوں نے بڑی آسانی سے قابو پا لیا بلکہ اسی غزوے کے بعد بڑے بڑے شہروں اور ممالک کی فتوحات کا راستہ ہموار ہونا شروع ہوا کیونکہ اس غزوے کے بعد اندرونِ ملک حالاً پوری طرح اسلام اور مسلمانوں کے لیے سازگار ہو چکے تھے ۱۲

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۱۶۴۔

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۶۵۔

۳۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۰۸۔

۴۔ ابوالحسن علی ندوی صحیح بخاری بروایت حضرت ابو موسیٰ الاشعریؓ باب ذات الرقاع کے حوالے سے بتاتے ہیں کہ غزوة ذات الرقاع میں صرف چھ اشخاص آپؐ کے ہمراہ تھے۔ مگر سیرت کی کئی کتابوں میں چار سو یا سات سو صحابہؓ کا ذکر ہے (نبی رحمتؐ ص ۱۲۵ / رسالتنامہ ص ۲۶۳ / عہد نبوی کے نادر واقعات ص ۲۱۲) مدارج النبوت میں چھ سو یا سات سو صحابہؓ کا ذکر ہے۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۲۳)

۵۔ نبی رحمتؐ ص ۲۴۴ / الریح المختوم۔ ص ۶۱۲ / مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۲۲۳۔
 ۶۔ اصح السیر۔ ص ۱۲۶ / سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۵ / مدارج النبوت جلد دوم۔ ص ۲۲۲ / عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۲۶۸۔
 ۷۔ الوفا۔ ص ۷۱۔

مسلمان لشکر نے ایک ایسے میدان میں ڈیرے ڈالے جس کے چاروں طرف سرخ، سفید اور سیاہ رنگ کی پہاڑیاں تھیں اور یوں نظر آتا تھا گویا رنگ برنگ کپڑے دھوپ میں لٹکے ہوئے ہیں۔ اس میدان کو "ذات الرقاع" کہتے ہیں۔ جس کے لفظی معنی دھبلیوں اور ٹٹکروں والے کے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی یہ ہم غزوة ذات الرقاع کے نام سے مشہور ہے (عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۲۱۲)

۸۔ "بنو نضیر نے مدینے سے نکلنے کے بعد گویا بیڑا اٹھایا تھا کہ اسلامی تحریک کا

کلیتہً استیصال کر دیا جائے گا۔ چنانچہ انہی کی کوششوں کا نتیجہ تھا کہ اواخر ۶۲۷ء میں خیبر اور مدینے کے قریب دجوار کے قبائل متحد ہونا شروع ہوئے اور قریش جو سیاسی اتحاد سے بستر مرگ پر آچکے تھے، یہودی مسیحائی سے پھر زندہ ہونے لگے جس کے نتیجے میں ۶۲۷ء کا وہ مشہور معرکہ ہوا جو غزوة خندق کے نام سے مشہور ہے لیکن اسی ۶۲۷ء میں جنگ خندق سے چند ماہ پہلے دو غزوة او

ہونے لگتے یعنی غزوة ذات الرقاع اور غزوة بنو مصطلق یا مرلیح۔ یہ بھی
یہودی تحریک کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔ (نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۶۳)
یہ بڑو کسی آبادی یا شہر کے باشندے نہ تھے اور ان کا قیام مکانات اور
قلعوں کے اندر نہ تھا۔ اس لیے اہل مکہ اور باشندگان خیبر کی نسبت ان پر
پودی طرح قابو پالینا اور ان کے شر و فساد کی آگ مکمل طور پر بجھا دینا سخت
وشوار تھا۔ لہذا ان کے حق میں صرف خوفزدہ کرنے والی تادیبی کارروائیاں ہی
مفید کر سکتی تھیں۔ چنانچہ ان بدوؤں پر رعب و دہرہ قائم کرنے کی غرض سے
اور بقول دیگر مدینہ کے اطراف میں چھاپہ مارنے کے ارادے سے جمع ہونے
والے بدوؤں کو پراگندہ کرنے کی غرض سے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک
تادیبی حملہ فرمایا جو غزوة ذات الرقاع کے نام سے معروف ہے (الرحیق
المختوم۔ ص ۶۱۳)

۹۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع ملی کہ قبیلہ انمار نے آپ کے ساتھ
حرب و قتال کے لیے متعدد جماعتیں جمع کر رکھیں ہیں (الوفا۔ ص ۲۱) / نبی صلی
ص ۱۲۵ / رسالتناہ۔ ص ۲۶۳ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۱۳ / مختصر سیرۃ الرسول
ص ۲۲۲ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۶۲

”مدارج النبوت“ میں ہے کہ ایک شخص مدینہ میں بکریاں فروخت کرنے
کرنے کے لیے لایا تھا۔ اس نے بتایا کہ غطفان کے بنی انمار اور بنی ثعلبہ نے ایک
لشکر تیار کر رکھا ہے۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۲۳)

۱۰۔ اس غزوة میں پہلی بار نماز خوف پڑھی گئی (عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص
۲۶۸ / رسالتناہ۔ ص ۲۶۳ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۱۳ / مدارج النبوت۔ جلد دوم
ص ۲۲۲ / سیرت النبی کامل۔ ص ۲۳۵ / مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۲۲۲)
”اس میں شبہ نہیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اس غزوة میں صلوۃ خوف

پڑھی۔ صحیح مسلم کی روایت لکھی ہے اور کئی صحابہ سے صحیح روایتیں اس باب میں
 ہیں اور اصحاب سیر بھی یہی لکھتے ہیں مگر علامہ ابن قیم لکھتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں ہے
 اس لیے کہ امام احمد اور اسباب سنن ابو عیاش الزرقی سے روایت کرتے ہیں
 کہ صلوة خوف پہلے پہلے غزوة غنسطان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پڑھی
 ہے (اصح السیر - ص ۱۲۷)

۱۱۔ انوار محمدیہ - ص ۱۰۸، ۱۰۹۔

”انوار محمدیہ“ میں ہے کہ دونوں فوجیں آمنے سامنے ہوئی تھیں مگر لڑائی
 نہ ہوئی مگر ”اسوۃ الرسول“ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب
 اپنے چار سو صحابہ رزمیہ کے ہمراہ وہاں پہنچے تو دشمن ڈر کر پہاڑوں میں چھپ گئے
 حتیٰ کہ آپ ایک ہفتہ وہاں ٹھہرنے کے بعد مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ (اسوۃ
 الرسول - جلد دوم - ص ۵۲۲، ۵۲۳)

۱۲۔ مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۳۲۵ / نبی رحمت - ص ۲۴۸، ۲۴۹ / الرحیق المختوم

ص ۶۱۵ / مختصر سیرۃ الرسول - ص ۲۲۴، ۲۲۵۔

یہ شخص قبیلہ بنو محارب کا تھا اور اس کا نام غورث کہا جاتا ہے۔ یہ شخص اپنی
 قوم غطفان اور محارب سے قتل کے اناد سے آیا تھا۔ (سیرت النبی کامل جلد
 دوم - ص ۲۳۷)

۱۳۔ عبد الرحمن جامی - شواہد النبوة - ص ۱۳۹، ۱۴۰ / رسالت ماہ ص ۲۶۲ / مختصر سیرۃ
 الرسول - ص ۲۲۵۔

کہتے ہیں کہ اس اونٹ کی قیمت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک اوقیہ
 سونا مقرر کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو ایک اوقیہ سونے
 سے کچھ زیادہ سونا دینے کے بعد اونٹ بھی انہیں دے دیا۔ حضرت جابرؓ کہتے
 ہیں کہ خدا کی قسم جب تک یہ سونا میرے پاس رہا، برابر بڑھتا رہا۔ (سیرت

النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۲۳۸، ۲۲۹

۱۴۔ رسالتنامہ - ص ۲۶۴ / مدارج النبوۃ جلد دوم - ص ۳۲۲، ۳۱۵ / سیرت
النبیؐ کامل - ص ۲۳۸، ۲۳۷

۱۵۔ عباد بن بشر انصاری کا شمار اکابر صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ بنو
عبدالاشہل سے تھا۔ اور آپؓ بھی حضرت سعد کی تحریک پر اسی دن مسلمان ہو
گئے تھے۔ آپؓ نے بدر سے تبوک تک تمام غزوات میں بھرپور حصہ لیا۔

صحیح بخاری میں روایت ہے کہ ایک رات حضرت عبادؓ بن بشر حضرت اسید بن
حصیر کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؓ کی
اقتدار میں عشا کی نماز پڑھی۔ پھر کچھ دیر تک آپؓ کے پاس رہے اور جب واپس
گھروں کو روانہ ہوئے تو سخت اندھیرا تھا اور کافی رات گزر چکی تھی۔ دونوں کے

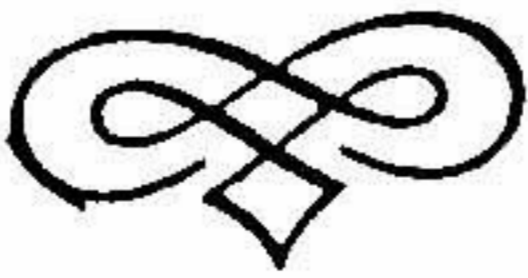
ہاتھ میں عصا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہوئے تو ایک کا عصا
روشن ہو گیا اور اس کی روشنی پانچ دنوں چلتے رہے۔ جب دونوں نماز راستہ جدا
ہوا تو دونوں کے عصا روشن ہو گئے اور دونوں اپنے اپنے گھروں کو پہنچے گئے۔ حضور
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بجز یہ تھا کہ ان دونوں بزرگوں کی کرامت

آپؓ نے مرتدین کے خلاف کھری جہاد کیا اور مسلمہ کذاب کے خلاف جنگ
یما میں بہت بہادری سے لڑے یہاں تک کہ مرتدوں نے ان پر بیڑوں اور
تیروں کی بارش کر دی جس سے آپؓ شہید ہو گئے۔ اس وقت آپؓ کی عمر ۴۰
سال تھی۔ (عہد نبویؐ کے نادر واقعات - ص ۲۱۵)

۱۶۔ عہد نبویؐ کے نادر واقعات - ص ۲۱۴، ۲۱۵ / تاریخ السیر - ص ۱۲۶ / الرحیق المختوم

ص ۶۱۶ / سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۲۳۹ - ۲۴۱

۱۷۔ الرحیق المختوم - ص ۶۱۶، ۶۱۷



بنا مصطلق غزوة بنو نضل

یہ غزوة شعبان کی دو تاریخ کو سوموار کے دن سن پانچ ہجری میں واقع ہوا۔ الوفا میں ہے کہ بنی مصطلق ایک کنویں کا نام ہے۔ شبلی کے مطابق خزاعہ کا ایک خاندان بنو المصطلق کہلاتا تھا۔ وہ مقام مرلیس میں جو مدینہ منورہ سے ۹ منزل ہے آباد تھا۔

”ماہِ رجب ۵ھ ہجری میں حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ملی کہ خزاعہ کا ایک قبیلہ بنو مصطلق جس کا مرکزی مقام چشمہ مرلیس ہے، مسلمانوں کے خلاف لڑنے کی تیاری کر رہا ہے اور اس کے رئیس عارث بن ابی ضرار نے اپنے زیر اثر عرب قبیلوں کو بھی اپنے ساتھ لایا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بریدہ سلمیٰ کو بھیج کر تحقیقات کرائی تو معلوم ہوا کہ یہ خبر صحیح ہے۔ اس لیے آپ نے ان کی سرکوبی کرنا ضروری سمجھا۔“

”پیغمبرِ عالم“ میں طبقات کے حوالے سے لکھا ہے کہ عارث بن ابی ضرار نے جب مدینہ منورہ پر حملہ کا ارادہ کیا تو اس نے اپنی قوم اور ان عربوں کو جن پر اس کا اثر و رسوخ تھا، ساتھ لانے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خود جنگ کی دعوت دی تھی۔

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو مدینہ میں اپنا قائم مقام مقرر فرمایا اور غزوات میں پہلی مرتبہ امہات المؤمنین میں سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کو اپنے ساتھ لیا۔

۴ شعبان کو فوجیں مدینہ سے روانہ ہوئیں۔ مرلیس میں خبر پہنچی تو عارث کی جمعیت منتشر ہو گئی اور وہ خود بھی کسی طرف نکل گیا لیکن مرلیس میں جو لوگ آباد تھے، انہوں

نے صف آرائی کی اور دیر تک تیر ہر سلتے رہے، مسلمانوں نے دفعہ ایک ساتھ حملہ کیا تو ان کے پاؤں اکھر گئے۔

تمام سیرت نگار اس بات پر متفق ہیں کہ کفار کے دس آدمی مارے گئے۔ اور مسلمانوں کا صرف ایک آدمی شہید ہوا۔ تقریباً چھ سو افراد گرفتار ہوئے۔ "مواسب اللدنیہ" میں ہے کہ قیدیوں کی تعداد سات سو سے زیادہ تھی۔ ۱۱ "الوفاء" کے مطابق مردوں اور عورتوں کے ساتھ ان کی اولاد و عیال کو بھی جو دو سو گھروں پر مشتمل تھی، گرفتار کر لیا گیا۔ ۱۲ اور مجموعی طور پر دو ہزار اونٹ اور پانچ ہزار بکریاں مال غنیمت میں ملیں۔ ۱۳ بنو المصطلق کے قیدیوں میں رئیس بنو المصطلق حارث بن ابی ضرار کی بیٹی بمرہ بھی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا نام بمرہ سے بدل کر جویریہ رکھا تھا۔ انہیں بعد میں ام المومنین بننے کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۴ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شادی پر مسلمانوں نے بنو مصطلق کے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سرالی خاندان والوں کو سہم کس طرح قیدی بنائیں۔ اس طرح حضرت جویریہؓ اپنے قبیلہ کے لیے وجہ خیر و برکت اور باعث عزت و عظمت بنیں۔ ۱۵ قبیلہ "بنی مصطلق" نے بمرہ (حضرت جویریہؓ) کے رشتہ، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حسنِ خلق اور آپ کے اصحابؓ کا یہ پابندت معاملہ دیکھ کر بے حد مسرت کا اظہار کیا۔ اور فوراً تمام قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ ۱۶۔ بعد میں حارث بن ابی ضرار بھی مسلمان ہو گئے۔ ۱۷ واقعہ انک اسی بنو المصطلق کی واپسی پر پیش آیا۔ ۱۸

حاشی

۱۔ عبد الکریم غزال۔ الغزوات الکبریٰ و معارک الفتح فی العراق و الشام و مصر۔ (عربی) الدار الشرقیہ للطباعة و النشر "ایبیا" (بیروت) ص ۱۰۸ / الوار محمدیہ۔ ص ۱۰۹ / سیرت محمدیہ۔ ترجمہ "مواسب اللدنیہ"۔ ص ۳۹۸ / عبد الصمد رحمانی، مولانا۔ پیغمبر عالم۔ ص ۲۱۲۔

۲ — الوفا - ص ۷۲۲ -

۳ — شبلی - سیرت النبی - جلد اول - ص ۳۸۶ -

۴ — کچھ کتابوں مثلاً سلمان منصور لودھی کی رحمة للعالمین - جلد دوم - ص

۱۹۱ ، انوارِ محمدیہ - ص ۱۰۹ ، سیرتِ محمدیہ - ص ۳۹۹ ، سرورِ عالم کے

سفر مبارک - ص ۲۲۶ اور نبی کریم کی معاشی زندگی از نور محمد غفاری، ص ۲۳۱

میں لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بربیدہ بن الحصبیب الاسلمی کو

تحقیق کے لیے بھیجا تھا مگر عبدالصمد کی کتاب پیغمبرِ عالم (ص ۲۱۱) میں یہ نام

یزید بن خصیب اور شبلی کی کتاب سیرت النبی جلد اول (ص ۳۸۶) میں حضرت

یزید بن خصیب لکھا ہے -

۵ — سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۲۲۶ / الوفا - ص ۷۲۲ / عہدِ نبوی کے نادر

واقعات - ص ۲۵۲ / حفظ الرحمن سیوہاروی - رسولِ کریم - ص ۱۱۵ -

۶ — پیغمبرِ عالم - ص ۲۱۱ / انوارِ محمدیہ - ص ۱۰۹ / ادارہ "دراہِ حق" - حضرت

محمد مصطفیٰ - ص ۸۲ -

۷ — سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۲۲۶ ، ۲۲۷ / سیرتِ محمدیہ - ص ۳۹۹ /

عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۲۵۲ / رسولِ کریم - ص ۱۱۶ -

۸ — شبلی - سیرت النبی - جلد اول - ص ۳۸۶ / الوفا - ص ۷۲۲ / رسولِ کریم

ص ۱۱۶ / جوامع السیرت - ص ۲۱۲ / ادارہ "دراہِ حق" - قم (ایران) حضرت

محمد مصطفیٰ - ص ۸۲ -

۹ — سیرتِ محمدیہ - ص ۳۹۹ / انوارِ محمدیہ - ص ۱۱۰ / سیرت النبی - جلد

اول - ص ۳۸۶ / سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۲۲۶ / پیغمبرِ عالم - ص ۲۱۲ /

الوفا - ص ۷۲۲ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۲۵۲ / رسولِ کریم - ص ۱۱۶

۱۰ — الوفا - ص ۷۲۲ / انوارِ محمدیہ - ص ۱۱۰ / سیرتِ محمدیہ - ص ۳۹۹ -

بنوالمصطلق کے اس واقعہ پر سیرت کی کئی کتابوں میں کسی ایک سلمان
کی شہادت کا بھی ذکر نہیں ملتا اور جن کتابوں میں ایک شخص کی شہادت
کا ذکر ہے۔ وہ بھی شہید کا نام نہیں لکھتے۔ (سیرت النبیؐ - جلد اول - ص ۳۸۷/
پنجم عالم - ص ۲۱۳ / سرور عالم کے سفر مبارک ص ۲۴۷)

علی اصغر چودھری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ غزوہ بنی مصطلق میں
مسلمانوں میں سے بنو کلب بن عوف کے ایک آدمی جنہیں ابن صبابہ کہا جاتا
تھا۔ عبادہ بن صامت کے گروہ کے ایک انصاری کے ہاتھ سے مارے گئے
انصاب نے انہیں دشمن سمجھا اور غلطی سے قتل کر دیا۔ (علی اصغر چودھری - عہد
نبویؐ کے نادر واقعات - ص ۲۵۱ / جوامع السیرت - ص ۲۱۵)

راجا محمد شریف اپنی کتاب "شہدائے عہد نبویؐ" میں اس شہید کا
نام حضرت ہشام بن صبابہ یا حضرت ہشام بن حزن بن سیار لکھتے ہیں۔
ابوسعید اسکری کی روایت کے مطابق حضرت ہشام کے والد کا نام حزن اور والدہ
کا نام صبابہ بنت مقیس بن قیس تھا۔ آپ غزوہ مرہ لیح میں شریک ہوئے۔
اسی غزوہ میں آپ کو قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف کے حضرت عبادہ بن صامت
نے مشرک سمجھ کر قتل کر دیا۔ (شہدائے عہد نبویؐ - ص ۲۲۵)

۱۱۔ سیرت النبیؐ - جلد اول - ص ۳۸۷ / پنجم عالم - ص ۲۱۲ / سرور عالم
کے سفر مبارک - ص ۲۴۷ / نور محمد عفاروی، ڈاکٹر - بنی کریم کی معاشی زندگی -
ص ۲۲۱۔

علی اصغر چودھری کے مطابق سات سو آدمی تھے۔ (عہد نبویؐ کے نادر واقعات
ص ۲۵۲) مگر عبدالمجید سوہروردی کے مطابق قیدیوں کی تعداد صرف ایک سو نو تھے
مقی (دسمبر ۱۹۲۵ء)

۱۲۔ سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب اللدنیہ - ص ۳۹۹۔

۱۳۔ الوفا - ص ۷۲۲۔

۱۳۔۔۔۔۔ سیرتِ محمدیہ۔ ص ۳۹۹ / سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۸۷ / الوفا۔ ص ۷۲
 انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۱۰ / پیغمبرِ عالم۔ ص ۲۱۳ / سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۲۷ /
 نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد چہارم۔ ص ۲۰۲ / نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۲۲۱ /
 رسول کریمؐ۔ ص ۱۱۶۔

۱۵۔۔۔۔۔ الوفا۔ ص ۷۲۲، ۷۲۳ / سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۰، ۳۹۱ / پیغمبرِ
 عالم۔ ص ۲۱۳، ۲۱۴ / نبی کریمؐ کی معاشی زندگی۔ ص ۲۲۲ / ابن قیم جوزی۔ اسوۃ
 حسنہ۔ ص ۲۲۱ / سیرتِ محمدیہ۔ ص ۲۸۵ / جوامع السیرت۔ ص ۲۱۵ / رسولِ
 کریمؐ۔ ص ۱۱۷۔

۱۶۔۔۔۔۔ الوفا۔ ص ۷۲۳ / سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۱ / پیغمبرِ عالم۔ ص ۲۱۳۔
 ۲۱۴ / تاریخ المدینۃ المنورہ۔ ص ۱۸۹، ۱۹۰ / سیرتِ محمدیہ۔ ص ۲۸۵ / ابن قیم
 جوزی۔ اسوۃ حسنہ۔ ص ۲۲۱۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے فرمایا۔ جو یریدہ کے سوا مجھے کسی ایسی خاتون کا
 علم نہیں ہے جس سے اس کی قوم کو اتنا فائدہ پہنچا ہو کہ اس کی وجہ سے سکڑوا
 گھرانوں کو آزادی نصیب ہوئی ہو۔ (عبدالمجید سوہروردی۔ رہبرِ کامل۔ ص
 ۵۱، ۵۰ / سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۲۸ / سیرتِ محمدیہ۔ ص ۲۸۵)
 سلمان منصور پوری مختصر ایوں ذکر کہتے ہیں کہ دشمن کو شکست ہوتی
 قیدی سب چھوڑ دیتے گئے۔ (رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۱۹۱ / الرحیق
 المختوم۔ ص ۲۲۶)

۱۷۔۔۔۔۔ رسولِ کریمؐ۔ ص ۱۱۷۔

۱۸۔۔۔۔۔ الرحیق المختوم۔ ص ۲۲۶ / رسولِ کریمؐ۔ ص ۱۱۷ / جوامع السیرت۔ ص ۲۱۷ /
 سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۲۸ / نور محمد غفاری۔ نبی کریمؐ کی معاشی زندگی
 ص ۲۲۲

۱۹۔۔۔۔۔ سیرتِ محمدیہ۔ ص ۲۰۰ / سیرت النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۹۱ / الرحیق المختوم
 ص ۲۲۶ / عبدالعزیز ہزاروی۔ سیرتِ مصطفیٰؐ۔ ص ۲۳۶-۲۳۱

غزوة خندق

غزوة خندق یا غزوة احزاب کے سلسلے میں دو شنبہ یعنی پیر کا ذکر دو جگہ آتا ہے۔ ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیر کے دن خندق کے مقام پر پہنچے اور دوسرے اس کے آخری تین دنوں یعنی دو شنبہ، سہ شنبہ اور چہار شنبہ کو مسجد فتح کے مقام پر اس غزوہ میں کامیابی کی دعا فرمائی جو اللہ تعالیٰ نے قبول کی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے تیز آندھی آئی۔ یہ آندھی اتنی شدید تھی کہ کافروں کی ہانڈیاں الٹ گئیں اور ان کے خیمے اکھڑ گئے اور وہ اپنا کچا سامان چھوڑ کر راتوں رات بھاگ گئے۔

”غزوة خندق جسے غزوة احزاب بھی کہتے ہیں۔ اواخر شوال ۳۵ھ میں شروع ہوا۔ اس کے جاری رہنے کی مدت کے بارے میں اختلاف ہے۔ طبقات ابن سعد میں ایک روایت ہے کہ محاصرہ چوبیس راتیں جاری رہا۔ دوسری روایت میں ہے کہ محاصرے میں پندرہ راتیں گزریں۔ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ۸ ذی قعدہ کو پیر کے دن خندق پر پہنچے اور چہار شنبہ کو خندق سے اٹھ کر مدینہ منورہ آگئے۔ اس وقت ماہ ذی قعدہ کے اختتام پر سات راتیں باقی تھیں۔ گویا اصل غزوہ ۸ ذی قعدہ ۳۵ھ کو شروع ہوئی۔ ۲۳ ذی قعدہ ۳۵ھ کو ختم ہو گیا۔“

مولوی اسحاق النبی علوی نقوی صاحب کے مطابق کہتے ہیں۔ ابن سعد کا بیان ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دو شنبہ کے دن ۸ ذی قعدہ کو نکلے اور مشرکین نے پندرہ راتیں محاصرہ کیا اور رسول اللہ چہار شنبہ کو جب کہ ذی قعدہ کی سات راتیں باقی تھیں، واپس تشریف لائے۔ ”اول تو یہ واقعہ ذی قعدہ کا نہیں بلکہ اس سے متقدم مہینے یعنی شوال کا ہے جس پر موسمی قرائن موجود ہے۔ دوسرے یہ کہ بالفرض اگر اس کو ذی قعدہ کا واقعہ تسلیم کر بھی لیا جائے۔ اور یہ بھی مان لیا جائے کہ ۸ ذی قعدہ

کو دو شنبہ کا دن تھا، تو اس سے پندرہ دن کے بعد ۲۲ ذیقعدہ کو پھر دو شنبہ کا ہی دن ہو گا نہ کہ چہار شنبہ کا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ واقعی اور ابن سعد کے یہاں عنزوہ خندق اور عنزوہ بنو قریظہ کی تاریخیں مخلوط ہو گئی تھیں۔

عنزوہ خندق کے واقعے کا اصل محرک یہ تھا کہ ربیع الاول ۴ ہجری میں بنو نضیر کو غداری اور سازشوں کی وجہ سے مدینہ سے جلا وطن کر دیا گیا تھا۔ بنو نضیر مدینہ سے نکلنے کو تو نکل گئے مگر خیبر پہنچ کر انہوں نے اپنی سازشوں کا جال سارے ملک عرب میں پھیلا دیا۔ ان کے رئیسوں نے مکہ جا کر قریش کو تیار کیا۔ قبیلہ غطفان کو خیبر کی آدھی پیداوار کا لالچ دے کر اپنے ساتھ بلا یا۔ بنی اسد ان کے حلیف تھے۔ وہ بھی اسٹے غرض سب ملا کر دس ہزار کی بھاری فوج مدینہ کی سمت روانہ ہوئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب اس کا پتا چلا تو مسلمانوں نے مشورہ کیا مسلمانوں کو احد کی لڑائی کا تجربہ ہو چکا تھا۔ حضرت سلمان فارسی چونکہ ایران کے تھے اس لیے ایران کے جنگی طریقوں سے کچھ واقف تھے۔ انہوں نے رائے دی کہ شہر کے تین رخ تو مکانوں اور نخلستان سے گھرے ہوتے ہیں صرف ایک طرف کھلا ہوا ہے۔ ادھر خندق (کھائی) کھود لی جائے تاکہ دشمن اس سمت سے شہر میں گھسنے نہ پائیں۔ یہ رائے سب نے مان لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین ہزار مسلمانوں کے ساتھ باہر نکلے، اور خندق کھودنے کی تیاری شروع کی۔ تین ہزار متبرک ہاتھوں نے بیس دن میں یہ کام پورا کیا۔ اور اس طرح پورا کیا کہ خود خدا کا رسول ﷺ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بھی ان میں عام مزدوروں کی طرح کام کر رہا تھا۔ کئی کئی دن فاقے سے گزر رہے تھے۔ اس پر بھی اسلام کے شہدائیوں کا جوش ٹھنڈا نہیں ہوتا تھا، ہاتھوں سے مٹی کھودتے اور پیٹیوں پر اس کو لاد لاد کر پھینکتے تھے۔ اور آواز میں آواز ملا کر یہ شعر گاتے تھے۔

”ہم میں جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ پر اس عہد پر بیعت کی ہے کہ جب تک جان میں جان ہے، ہم خدا کی راہ میں لڑتے جائیں گے۔“

دشمن اب قریب آ گیا تھا۔ اس کے قریب آنے کی خبریں سن سن کر بزدل منافقوں

کے ہوش اڑے جا رہے تھے۔ جھوٹے بہانے کر کر کے اپنے گھرانوں کو لوٹ رہے تھے۔ یہود کا اب صرف ایک تیسرا قبیلہ بنو قریظہ جو مدینہ کے پاس رہتا تھا۔ اس کی روش بھی صاف نہ تھی۔ اس لیے دو سو آدمیوں کا دستہ ان کی دیکھ بھال کے لیے الگ کر دیا گیا۔

بنو قریظہ اب تک کھل کر سامنے نہیں آتے تھے۔ بنی نضیر کا یہودی سردار حبیبی بنے۔ اخطاب جو اب خمیر جا بسا تھا، دشمنوں کی فوج کے ساتھ آیا تھا۔ اس نے بنو قریظہ کے سردار کو، جو مسلمانوں سے معاہدہ توڑنے پر اس لیے آمادہ نہیں ہو رہا تھا کہ یہ باہر کے لوگ تو چلے جائیں گے۔ پھر مسلمانوں کو اکیلے ہمیں سے بٹنا پڑے گا۔ یہ کہہ کر ملا لیا کہ میں اس وقت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خلاف سارے عرب کو اٹھا رہا ہوں، ان کی طاقت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دینے کا موقع پھر اس سے بہتر ہاتھ نہیں آئے گا۔ اس دلیل سے لاجپار ہو کر وہ بھی دشمنوں سے مل گیا اور حبیبی نے اس کو یقین دلایا کہ اگر قریش اور غطفان تم کو بے یار و مددگار چھوڑ کر چلے جائیں گے تو ہم تمہارا ساتھ دیں گے۔

کفار میں روز تک مدینہ کے گرد گھیرا ڈالے پڑے رہے اور شہر پر حملہ کرنے کی کوئی راہ نہیں پاتے تھے، ایک جگہ خندق کی چوڑائی کم تھی، ایک دن انہوں نے بڑی تیاری کر کے اسی رخ سے حملہ کرنا چاہا۔ عمرو بن عبدود جو قریش کا سب سے بڑا بہادر تھا بگھوڑا کودا کر اس پار گیا۔ ادھر سے ذوالفقار والا ہاتھ بڑھا اور ایک ہی وار میں تلوار شاتہ تک اتر آئی۔ حضرت علیؓ نے اللہ اکبر کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہو گیا۔

حملہ کا یہ دن بڑا سخت گزرا، دشمن ہر طرف سے تیر اور پتھر برس رہے تھے، مسلمان عورتیں جس قلعہ میں محفوظ تھیں، وہ بنی قریظہ کے پاس تھا۔ بنو قریظہ نے یہ دیکھ کر مسلمان تو ادھر پھنسے ہیں، ادھر اس خالی قلعہ پر قبضہ کر لیا جائے۔ ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک پر پہنچ چکا تھا کہ حضرت زبیر کی ماں صفیہؓ نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پھوپھی تھیں، آگے بڑھ کر اس کا کام تمام کر دیا۔ اور اس کا سر کاٹ کر میدان میں پھینک دیا۔ یہ دیکھ کر بنی قریظہ سمجھے کہ قلعہ میں کچھ فوج ہے۔ اس لیے ادھر ہمت نہ کی۔

محاصرہ جتنا طول پکڑتا جاتا تھا۔ دشمنوں کا میل ملاپ آپس میں کم ہوتا جاتا تھا۔ غطفان کا قبیلہ مدینہ کی کچھ پیدوار سالانہ لے کر لوٹنے پر آمادہ تھا۔ اس کے ایک رئیس نے (جو درپردہ مسلمان ہو چکے تھے۔ مگر ان کا مسلمان ہونا ابھی سب کو معلوم نہ تھا) قریش اور یہود سے جا کر الگ الگ ایسی باتیں کہیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑ گئی، خدا کا کرنا کہ انہی دنوں میں ایک رات کو ایک ایسی آندھی چلی کہ دشمنوں کے خمیوں کی رسیاں اکھڑ گئیں، کھانے کی ہانڈیاں چولہوں پر الٹ پلٹ جاتی تھیں۔ سردی میں ہوا کی تیز بارش نے بھی کفار کے دل کپکپا دیے۔ ان سب باتوں نے مل جل کر ساتھی فوجوں کے پاؤں اکھاڑ دیئے۔ بنی قریظہ ان کا ساتھ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے گئے۔ غطفان بھی روانہ ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قریش بھی ناچار محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے اور مدینہ کا کنارہ بیس بائیس دن تک غبار میں اٹ کر پھر صاف ہو گیا ۱۱

”خندق کی کھدائی کے دوران میں بعض ایسے واقعات رونما ہوئے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کی دلیل تھے۔ ان میں ایک روایت ہے کہ جب آپ نے ہمیں خندق کی کھدائی کا حکم دیا تو ایک چٹان سامنے آگئی جس پر ودان بھی کا گر نہیں ہوتے تھے۔ ہم نے واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا۔ آپ تشریف لاتے اور ودان اٹھایا اور لسم اللہ کہہ کر اس زور سے ضرب لگائی کہ تیسرا حصہ ٹوٹ کر دور جا گیا۔ فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی چابیاں دے دی گئی ہیں اور میں وہاں کی سرخ عمارتوں کا نظارہ کر رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور چٹان کا تیسرا حصہ علیحدہ ہو گیا۔ فرمایا بخدا میں مدائن کے سفید محلات دیکھ رہا ہوں۔ پھر لسم اللہ پر ٹھہر کر تیسری ضرب لگائی۔ چنانچہ باقی ماندہ پتھر بھی ٹوٹ گیا۔ اس پر حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ بخدا مجھے مین کی چابیاں بھی دے دی گئیں اور مجھے صفا کے دروازے نظر آ رہے ہیں ۱۲

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بھوک کا خیال کیا تو بکری کا ایک بچہ ذبح کیا اور ان کی بیوی نے ایک صاع

(تقریباً ڈھائی کلو) جو پیسا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رازداری کے ساتھ خفیہ طور پر گزارش کی کہ اپنے چند رفقاء کے ہمراہ تشریف لائیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام اہل خندق کو جن کی تعداد ایک ہزار تھی، ہمراہ لے کر چل پڑے۔ اور سب لوگوں نے اسی ذرا جتنے کھانے سے شکم سیر ہو کر کھایا۔ پھر بھی گوشت کی ہانڈی اپنی حالت پر برقرار رہی اور بھری کی بھری جوش مارتی رہی اور گوندھا ہوا آٹا اپنی حالت پر برقرار رہا، اس سے روٹی پکانی جاتی رہی۔ حضرت نعمان بن بشیر کی بہن خندق کے پاس دو مٹھی سے کھجور لے کر آئیں کہ ان کے بھائی اور ماموں کھالیں گے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزریں تو آپ نے ان سے وہ کھجوریں لے لیں اور ایک کپڑے کے اوپر بکھیر دیں۔ پھر اہل خندق کو دعوت دی۔ اہل خندق انہیں کھاتے گئے اور وہ بڑھتی گئیں یہاں تک کہ سارے اہل خندق کھا کھا کر چلے گئے اور کھجوریں بھٹیں کہ کپڑے کے کناروں سے باہر گر رہی تھیں ۱۳

اس جنگ میں مسلمانوں کے چھ آدمی شہید ہوئے اور تین کافر مارے گئے۔ ۱۴
غزوہ خندق کے شہداء میں بنی عبدالمطلب کے انس بن اوس اور عبد اللہ بن سہل اور بنی سلمہ بن خزرج کے طفیل ۱۵ بن نعمان ۱۶ اور ثعلبہ بن عتمہ اور بنی دینار بن النجار بن الحزرج کے کعب بن زبیر، ان کے علاوہ سعد بن معاذ ۱۷ کو بھی غزوہ خندق کے شہداء میں شمار کیا جاتا ہے کیونکہ غزوہ خندق میں ایک تیران کی شہدگ میں لگ گیا تھا۔ اسی زخم سے وہ غزوہ خندق کے ایک ماہ بعد فوت ہو گئے۔

قریش کے مقتولین میں سے بنی عبد الدار کے منبہ بن عثمان ۱۸ بن منبہ اور نوفل بن عبد اللہ جو بنی مخزوم کے تھے۔ ان کے علاوہ بنی عامر بن لوی کے عمرو ۱۹ بن عبد ود اور حسل بن عمرو بن عبد ود۔ مگر حسل بن عمرو بن عبد ود کے قتل پر اتفاق نہیں ۲۰

حواشی

۱۔ مسجد فتح کو مسجد احزاب بھی کہتے ہیں، مسجد اعلیٰ بھی، مسند احمد بن حنبل میں ہے۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد فتح میں پیر، منگل، بدھ تین دن تک دعا فرماتے رہے اور قبولیت کی بشارت پائی۔ جابرؓ کہتے ہیں کہ جب مجھے کوئی سخت حاجت پیش آتی ہے تو اس وقت مسجد فتح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہوں اور اجابت دعا کی بشارت پاتا ہوں۔ (عبدالحق محدث دہلوی، شیخ - تاریخ مدینہ ص ۱۵۱)

اس مقدس مسجد کے قرب و جوار میں جو مساجد ہیں، ان کے بارے میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں "پہلی مسجد جو مسجد فتح کے قریب قبلہ کی جانب ہے اس کو مسجد سلمان فارسیؓ کہتے ہیں اور جو اس مسجد کے پیچھے ہے اس کا مسجد علی مرتضیٰؓ نام رکھتے ہیں اور جو مسجد پہاڑ کی جڑ میں ہے اور سب مساجد سے چھوٹی قبلہ کی جانب ہے مسجد ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کہی جاتی ہے" (ص ۱۵۳) محمد عبدالمعبود نے لکھا ہے کہ "مسجد فتح کے قریب قبلہ کی جانب (جنوب کو) پہلی مسجد، مسجد سلمان فارسیؓ کے نام سے شہرت پذیر ہے۔ اور اس کے قریب بجانب قبلہ جو مسجد ہے اس کا نام مسجد علیؓ ہے اور جو مسجد پہاڑ کے دامن میں ہے اور سب سے چھوٹی ہے اس کا نام مسجد ابوبکرؓ ہے" (عبدالمعبود، محمد - تاریخ المدینۃ المنورہ - ص ۳۲۶) منظور احمد شاہ مسجد فتح کے قریب والی مساجد کا ذکر یوں کرتے ہیں "مسجد سیدنا صدیق اکبرؓ، مسجد سیدنا علیؓ بن ابی طالب، مسجد سیدنا سلمان فارسیؓ رضی اللہ عنہ (یہ مسجد شریف وہاں متعارف نہیں، نہ معلوم کیوں) مسجد سیدہ فاطمہ الزہراءؓ (مدینۃ الرسول

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اور محمد عبدالمعبود نے مسجد عمرؓ اور مسجد فاطمہؓ کا ذکر نہیں کیا۔ منظور احمد شاہ نے مسجد فاطمہؓ کا ذکر تو کیا ہے لیکن مسجد عمرؓ کا ذکر انہوں نے بھی نہیں کیا۔ محمد شفیع اوکاڑوی نے "مساجد خمسہ" یہ بیان کی ہیں۔ مسجد فتح، مسجد ابو بکر صدیق، مسجد علی مرتضیٰ، مسجد سلمان فارسی اور مسجد بنی حرام (محمد شفیع اوکاڑوی، مولانا۔ راہ عقیدت۔ ندیہ پبلشنگ کمپنی کراچی سن ۱۹۶۶) مسجد بنی حرام کے بارے میں ان کا کہنا درست نہیں، وہ خمسہ یا ستہ مساجد میں شامل نہیں ہے۔ انہوں نے بھی مسجد عمرؓ اور مسجد فاطمہؓ کا ذکر نہیں کیا۔ منظور احمد شاہ نے جانے کیسے یہ لکھ دیا ہے کہ مسجد سلمان فارسیؓ وہاں متعارف نہیں جبکہ محمد عبدالمعبود کہتے ہیں کہ یہ مسجد مسجد سلمان فارسی کے نام سے شہرت پذیر ہے۔

جاوید جمال ڈسکوی نے مسجد عمرؓ کا ذکر تو کیا ہے، مسجد فاطمہؓ کا ذکر نہیں کیا۔ (جاوید جمال ڈسکوی، میرے حضور کے دیس میں۔ جنگ پبلشرز۔ لاہور اکتوبر ۱۹۹۰ء۔ ص ۸۳) حکیم محمد محی الدین حسین نے بھی مسجد عمرؓ اور مسجد فاطمہؓ کا ذکر نہیں کیا۔ (سفرنامہ حریم شریفین۔ اشاعت العلوم حیدرآباد۔ دکن ۱۳۳۰ ص ۷۹) ماہر القادری نے اپنے سفرنامے میں مسجد عمر بن خطابؓ گنوائی ہے لیکن مسجد فاطمہ کا نام نہیں لیا۔ (کاروان حجاز۔ مکتبہ فاران، کراچی۔ سن ۱۹۵۱) غلام الثقلین تقویٰ نے لکھا ہے "پانچ مساجد دوسرے ناموں صحابہؓ سے معنون ہیں۔ ایک چھوٹی سی مسجد حضرت فاطمہ الزہراءؓ کے نام سے شرف مناسبت رکھتی ہے۔ (ارض تمنا۔ مکہ و مدینہ۔ فیروز سنز۔ ۱۹۸۸ء۔ ص ۱۹۸)

(۹۸)

عام طور پر سیرت نگار بھی اور سفرنامہ نگار بھی ان مساجد کو "خمسہ مساجد" کہتے ہیں۔ میرے والد محترم (راجا رشید محمود۔ ایڈیٹر "نعت") نے بتایا کہ مدینہ طیبہ میں بھی انہیں "خمسہ مساجد" ہی کہا جاتا ہے حالانکہ یہ "ستہ مساجد"

ہیں اور محمد سعید اختر نے اپنے سفر نامے "سوتے حرمین" میں درست لکھا ہے کہ "جبلِ سلع کے دامن میں چھ مساجد ہیں جو اس جنگ (غزوة خندق) کی یادگار ہیں۔ یہ مساجد غالباً ان مقامات پر تعمیر کی گئی ہیں جہاں آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور صحابہؓ کے خیمے تھے۔ بلند ترین مقام پر مسجد فتح یا مسجد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے۔ قریب ہی اٹنے والے ہاتھ مسجد سلمان فارسیؓ ہے۔ جہاں سے سیدھے ہاتھ سڑک کے ساتھ مسجد ابو بکر صدیقؓ ہے۔ اس کے بائیں ذرا پیچھے مسجد عمر فاروقؓ ہے۔ مسجد عمر فاروقؓ کے عقب میں ایک ننھی سی مسجد ہے جو مسجد بی بی فاطمہؓ کہلاتی ہے۔ مسجد بی بی فاطمہؓ سے بائیں جانب دامنِ کبوتر میں مسجد علیؓ ہے۔ (سوتے حرمین طاہر پبلی کیشنز، مرید کے ضلع شیخوپورہ - ۱۹۸۷ء - ص ۱۰۹)

بریگیڈیئر گلزار احمد نے مساجدِ خمسہ کی تفصیل نہیں بتائی۔ (تذکرہ حجاز - مکتبہ المختار، راولپنڈی - ۱۳۰۲ھ - ص ۱۹۸) اور نسیم حجازی نے صرف یہ لکھا ہے کہ "جہاں غزوة خندق کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہؓ کے خیمے نصب تھے، ترکوں نے وہاں پانچ مسجدیں تعمیر کروادیں تھیں" (پاکستان سے دیارِ حرم تک - قومی کتب خانہ، لاہور - ۱۹۸۴ء - ص ۱۲۹) میرے والد (راجا شہید محمود) نومبر ۱۹۶۹ء میں زیارتِ حرمین الشریفین کے لیے گئے تھے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ محمد سعید اختر کا بیان درست ہے۔ وہاں چھ مساجد ہیں۔ سب سے اونچے مقام پر سپہ سالارِ اعظم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خیمہ تھا اور وہیں مسجد فتح ہے۔ اس کے پیروں میں حضرت سلمان فارسیؓ سے منسوب مسجد ہے۔ حضرت علیؓ سے منسوب مسجد سائمنے اونچے مقام ہے لیکن یہ مسجد فتح سے کم اونچائی پر ہے۔ مسجد ابو بکرؓ کے قریب ہے اور وہاں کی موجودہ حکومت نے اس کی کچھ ترمیمیں کیں۔ اس میں پنکھے وغیرہ بھی لگا دیے ہیں۔ باقی مساجد میں ایسا کوئی انتظام نہیں۔ میرے والد

کہتے ہیں کہ جن حضرات نے اپنی تصانیف میں مسجد عمر فاروق رضی اللہ عنہما کا ذکر نہیں کیا، حیرت ہے کہ انہوں نے ایسا کیسے کیا جبکہ میرے والد نے میری دادی جان (مرحومہ) کے ہمراہ اس مسجد میں دو گانہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان سب مساجد میں سے مسجد فاطمہ رضی اللہ عنہا زیادہ بے توجہی کی نذر ہو رہی ہے۔

۲۔ تاریخ مدینہ۔ ص ۱۵۱ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۰۰ / رسالہ کتاب۔ حصہ اول و دوم۔ ص ۲۵۳ / تاریخ المدینۃ المنورۃ۔ ص ۳۲۴ / حکیم رحمان علی۔ المشاہد۔ ص ۱۱۱۔

۳۔ رسول رحمت۔ ص ۳۳۶۔

۴۔ نقوش رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۴۶۔

۵۔ بنو نضیر یہود مدینہ کا ایک قبیلہ تھا جو مسجد نبوی سے جنوب مشرق کی طرف شہر سے باہر آباد تھا۔ یہ ہر وقت اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتا تھا۔ ایک دفعہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے تین علماء سے اسلام پر گفتگو کرنے کے لیے تشریف لائیں اور ساتھ تین صحابی بھی لے آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعوت قبول فرمائی۔ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے کر ان کے ہاں چلے گئے۔ یہود نے آپ کے آنے سے پہلے چھت پر ایک یہودی کو چڑھا دیا تھا اور ہاتھ کی مٹھی کہ جب مسلمان باتوں میں لگ جاتیں تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک وزنی سل گرا دے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں پہنچے تو انہیں اسی دیوار کے ساتھ ساتے میں بٹھایا گیا لیکن وحی نے آپ کو سازش کی اطلاع دے دی۔ چنانچہ آپ اٹھ کر واپس چلے گئے اور بنو نضیر کو سزا دینے کی سکیم بنانے لگے۔ آپ ربیع الاول ۳ھ میں صحابہ کا ایک جلسہ لے کر بنو نضیر کے محلے میں گئے ان کا محاصرہ کر لیا اور پندرہ دن کے بعد اس شرط پر صلح ہوئی کہ یہود ہتھیار چھوڑ جائیں اور جتنا سامان اٹھا سکتے ہیں اٹھ لے کر

مدینہ سے نکل جائیں چنانچہ یہ لوگ خیبر وغیرہ کی طرف چلے گئے (نقوش - رسول نمبر
جلد ۴ - ص ۴۰۰ - مضمون "مہمات رسول" از غلام جیلانی برق / محمد ایوب خاں
کرنل، ڈاکٹر - حیات رسول - ص ۶۸ / غلام نبی حکیم - میرا پائے اقدس - ص ۹ /
خاتون پاکستان (ماہنامہ) کراچی - رسول نمبر ۱۹۶۲ - ص ۱۱۲ - مضمون "سیرت
نبوی" کی بعض ضروری تاریخیں "از مولانا سید عبدالقدوس مائٹی / عبدالحق محدث
دہلوی، شیخ - تاریخ مدینہ - ص ۸۲ / نور بخش توکل - غزوات النبی - ص ۱۲۲ /
عطار اللہ خان عطار، مولانا - رحمت عالم - ص ۱۳۳ / عبدالباری - رسول کریم
کی جنگی اسکیم - ص ۸۹، ۹۰ / عمر ابو النصر - رسول عربی - ص ۱۲۲ / شبلی نعمانی -
سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۳۸۳ - ۳۸۴ / نصیر احمد ناصر، ڈاکٹر - پیغمبر اعظم
و آخر - ص ۵۳۶ - ۵۳۸ / قوس قزح - ص ۳۷ - ۳۹ -

۴۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا اصل نام مابہ تھا۔۔۔۔۔ مسلمان ہونے پر آپ کا نام سلمان
رکھا گیا۔ کنیت ابو عبد اللہ ہے اور "سلمان الخیر" کے لقب سے مشہور ہیں
ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے حسب و نسب کی بابت دریافت کیا تو آپ
نے فرمایا کہ میرا نام سلمان بن اسلام ہے۔ (محمد احمد پانی پتی - غلامانِ محمد - ص ۸۴)
حضرت سلمان فارسی اصبہان کی بستی حبشی کے رہنے والے تھے۔ ان
کے والد اپنے علاقے کے سب سے بڑے کسان تھے، باپ کو سلمان سے
بہت محبت تھی۔ اس لیے سلمان ہر وقت لڑکیوں کی طرح گھر کے اندر رہتے
اور ہر وقت آگ کو پوجتے رہتے، اسے ایک لمحہ کے لیے بھی نہ بچھنے دیتے
ایک دن باپ نے کہا کہ میں گھر کی مرمت میں مصروف ہوں۔ آج تم زمینوں
کی دیکھ بھال کے لیے چلے جاؤ۔ یہ گھر سے نکلے۔ راستے میں ایک گرجے
کے اس سے گزرے۔ گرجے میں لوگوں کو نماز پڑھتے دیکھ کر تعجب اور
رغبت ہوئی۔ اور یہ دین انہیں اپنے دین سے بہتر لگا۔ اب یہ گھر سے
سچے دین کی تلاش میں نکلے۔ جگہ جگہ کسی مذاہب اختیار کرتے اور کسی ملکوں

میں پھرتے رہے مگر کسی طرح سکون نہ مل سکا۔ آخر ایک شخص نے مرتے وقت کہا اے بیٹے! لوگوں میں کوئی ایسا شخص نہیں جو اس دین پر صبح کرتا ہو، جس پر ہم ہیں۔ لہذا میں تجھ کو کہاں بھیجوں۔ ہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر مبعوث ہونے والے نبی اصلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ قریب ہے۔ وہ عرب کی سرزمین سے مہاجر ہو کر دو پہاڑوں والی زمین کی طرف جائیں گے جن کے درمیان نخلستان ہے۔ ان کے لیے یہ نشانیاں ہوں گی وہ ہدیہ کھائیں گے صدقہ نہیں کھائیں گے اور ان کے دونوں کندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے اگر تم میں استطاعت ہو تو اس علاقہ میں ان سے ملاقات کرنا۔ پھر وہ آدمی فوت ہو گیا۔ اس کو دفنانے کے بعد حضرت سلمانؓ اس نشانی والی زمین مدینہ منورہ تک پہنچ گئے۔ وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نبوت کا اعلان کیا۔ حضرت سلمانؓ فارسی آپ کو یاد کر کے روتے رہتے تھے۔ آخر خدا تعالیٰ کو ان پر رحم آ گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی۔ ابھی آپ قبا میں ہی مقیم تھے کہ حضرت سلمانؓ کو آپ کی آمد کی خبر پہنچی۔ شام کو حضرت سلمانؓ قبا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور نبوت کی تمام نشانیاں آپ میں پائیں۔ اور جس سکون کی تلاش میں وہ جگہ جگہ پھر رہے تھے وہ ایک لمحہ میں حاصل ہو گیا۔ اب ان کے مالک نے کہا کہ سلمانؓ کی آزادی کے بدلے میں تین سو پودے کے پودے لگوانا چاہتا ہوں جن میں سے ایک بھی صنایع نہ ہو اور اس کے علاوہ چالیس اوقیہ سونا چاہتا ہوں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت سلمانؓ فارسیؓ کے لیے اپنے ہاتھوں سے تین سو پودے لگائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھوں کے لگائے ہوئے پودے درخت بن گئے یعنی ایک پودا بھی صنایع نہ ہوا اس کے علاوہ کبوتری کے انڈے جتنا سونا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت

میں پیش کیا گیا تو حضرت سلمانؓ نے عرض کیا یہ ادا تہیگی سے کم لگتا ہے تو حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زبان مبارک اس سونے پر لگائی تو سونا پورا ہو
 گیا۔ (سیرت دہلانیہ - ص ۳۲۴-۳۲۸ / جامی، شواہد النبوة - ص ۱۱۹-۱۲۱
 مترجم بشیر حسین ناظم) / سعید احمد، مولانا - غلامان اسلام - ص ۲۹-۳۲ / محمد احمد
 پانی پتی - غلامان محمد - ص ۸۲-۹۱ / قوس قزح - ص ۲۲، ۲۳ / محمد عنایت احمد
 کاکوروی - تواریخ حبیب الہ - ص ۶۵، ۶۶ / محمد عبدالمجید - تاریخ المدینۃ المنورۃ
 ص ۱۸۳ / ابوالنصر منظور احمد شاہ - مدینۃ الرسول - ص ۳۰۰-۳۰۹

حضرت سلمان فارسیؓ جب قبا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں
 حاضر ہوئے تو انہوں نے فارسی زبان میں آپ سے گفتگو کی۔ حضور انور صلی
 اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترجمانی کے فرائض انجام دینے کے لیے ایک یہودی کو بلوا
 بھیجا۔ حضرت سلمانؓ نے اپنی زبان فارسی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف
 کی اور یہودیوں کی مذمت کی۔ یہودی نے ترجمہ کرتے ہوئے کہا کہ سلمانؓ آپ
 کے خلاف باتیں کر رہا ہے اور یہودیوں کی تعریفیں کرتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے فرمایا۔ تم نے صحیح ترجمہ نہیں کیا اس نے ایسے ایسے کہا ہے۔ یہ
 سن کر یہودی نے اسلام قبول کر لیا اور کہا کہ آپ کی اس بات سے مجھے یقین
 ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اس طرح حضرت سلمانؓ کے ساتھ ایک
 اور شخص نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت
 جبریلؑ سے فرمایا کہ سلمانؓ کو عربی سکھائیں۔ حضرت جبریلؑ نے کہا۔ آپ ان
 سے کہیں کہ یہ اپنی آنکھیں بند کر کے منہ کھول دیں۔ سلمانؓ نے ایسا ہی کیا تو حضرت
 جبریلؑ نے ان کے منہ میں اپنا لہاب دہن ڈالا تو سلمانؓ فصاحت سے عربی
 بولنے لگے۔ (سیرت دہلانیہ - ص ۳۳۵، ۳۳۶ / شواہد النبوة (اردو ترجمہ) ص ۱۲)
 خندق کی کھدائی کے وقت "سردس آدمیوں کے لیے دس گز زمین حصہ
 میں آئی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ دس آدمیوں کے برابر کام کرتے تھے۔

ارباب میر بیان کرتے ہیں کہ روزانہ پانچ گز کھودتے تھے اور اس کی گہرائی بھی پانچ گز ہوتی تھی۔ ہاجرین و انصار حضرت سلمانؓ کے بارے میں نزاع کرنے لگے ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سلمانؓ ہمارے ساتھ شامل کے کام کریں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سلمانؓ ہمارے اہل بیت میں سے ہیں (مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۲۹۲ / رسالتناہ - ص ۲۲۳ / اصح السیر - ص ۱۲۲ / شیخ محمد رضا محمد رسول اللہ - ص ۲۲۶، ۲۲۷ / حکیم رحمان علی - المشاہدہ - ص ۱۰۵)

سلمانؓ فارسی کے کوئی نرینہ اولاد نہیں تھی۔ تین لڑکیاں تھیں، ایک اسفہان میں اور دو مصر میں بیابھی گئیں۔ (فضل احمد عارف، علامہ۔ سیرت سلمانؓ - ص ۱۲۸ / غلامانِ محمد - ص ۹۸)

حضرت سلمانؓ کی عمر کے متعلق ارباب سیر و تاریخ نے عجیب و غریب روایتیں لکھی ہیں۔ صاحبِ اصابہ فرماتے ہیں کہ "اس میں تو کسی کو شک نہیں کہ حضرت سلمانؓ کی عمر ڈھائی سو برس تھی۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ نے انہی برس عمر پائی تھی (غلامانِ اسلام - ص ۳۷ / سیرت سلمانؓ - ص ۱۲۸، ۱۲۹ / غلامانِ محمد - ص ۹۹)

اس وقت مدینہ منورہ میں سخت سردی کا موسم تھا۔ غذائی سامان کی کمی تھی پھر خندق کھودنے کے لیے نہ نوکر موجود تھے نہ مزدور۔ راہِ حق کے جن مجاہدوں کو عساکرِ احزاب کی بلا تے بے دریاں سے لڑنا تھا، انہی کو خندق تیار کرنا تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (کام کی اہمیت کے پیش نظر بہ نفس نفیس موقع پر موجود تھے بلکہ آپ کے لیے خیمہ جیل ذباب پر لگ گیا تھا۔ آپ صحابہ کرامؓ کے برابر خندق کھودنے اور مٹی باہر نکلانے کا کام انجام دیتے تھے جیسا کہ مختلف روایات سے واضح ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسلسل نگرانی، شب بیداری اور محنت و مشقت سے چور ہو کر تھوڑی دیر امام کے لیے لیٹ گئے اور زیندا گئی تو حضرت ابو بکرؓ اور

حضرت عمرؓ سر ہانے کھڑے ہو گئے تاکہ لوگوں کو پاپس نہ آنے دیں، نہ پاپس سے گزرنے دیں۔ مبادا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آرام میں خلل آستے۔ ایسی طرح حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور دوسرے صحابہؓ کپڑوں میں مٹی اٹھا اٹھا کر باہر ڈالتے تھے۔ (رسول رحمتؐ - ص ۳۲۰)

۸۔ ابوطالب کہتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھوک کا شکوہ کیا۔ اور اپنے شکم کھول کر ایک ایک پتھر دکھلایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا شکم کھول کر دو پتھر دکھلائے (الرحیق المختوم - ص ۲۹۳ / شبلی - سیرۃ النبیؐ جلد اول - ص ۳۹۶)

۹۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کسی ایک سنت پر بہت زیادہ زور دینے والے حضرات کو یاد رکھنا چاہیے کہ پیٹ پر دو پتھر باندھنا بھی سنت ہے۔ بلکہ پیٹ کو اس قابل رکھنا کہ اس پر پتھر باندھے جاسکیں، بھی سنت ہے۔ (شبلی - سیرۃ النبیؐ جلد اول - ص ۲۰۰ / حیات محمدؐ - ص ۲۱۹، ۲۲۰ / مصطفیٰ

خان بی اے - غزوات نبویؐ - ص ۵۳ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۴۵۰ - ۴۵۱ / پیغمبر انسانیت - ص ۲۲۶، ۲۲۷ / رسول رحمتؐ - ص ۳۵۱ / رسول کائنات - ص ۱۵۲ / المدینۃ المنورہ - ص ۲۶۲)

مفتی عزیز الرحمن "رسالتنا" میں لکھتے ہیں کہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہؓ بھی غزوہ خندق میں عورتوں کے پاس موجود تھیں۔ (رسالتنا جلد اول و دوم - ص ۲۳۶)

اور حضرت عائشہؓ کے بارے میں ہے کہ وہ سعد بن معاذ کی والدہ کے ساتھ بنو حارثہ کے قلعہ میں تھیں اور یہ مدینہ کے تمام قلعوں سے محفوظ تر تھا۔ (جوامع السیرہ - ص ۱۹۸)

اس کے علاوہ اس جنگ میں "رفیدہ" نامی ایک خاتون کا ذکر بھی ہے کہ وہ غزوہ خندق میں زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ ابن سعد نے رفیدہ کے ذکر

میں لکھا ہے کہ اُن کا خمیہ، خمیہ نبوی کے پاس تھا۔ اسی میں وہ بیماریوں اور زخمیوں کا علاج کرتی تھیں۔ حضرت سعد رضی کا علاج بھی انہوں نے کیا مگر وہ ایک ماہ بعد فوت ہو گئے۔ (شبلی۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔ ص ۲۰۳، ۲۰۴) (متن اور حاشیہ) توکل۔ غزوات النبیؐ۔ ص ۱۲۲ / سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۱۹۸۔

حضرت رفیدہؓ نے زخمی مسلمانوں کے لیے خود کو وقف کر دیا تھا۔ جب حضرت سعد دشمن کے تیرے زخمی ہو گئے تو آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے صحابہؓ کو حکم دیا تھا کہ انہیں رفیدہؓ کے خمیہ میں داخل کر دو تاکہ نزدیک رہنے سے میں آسانی سے ان کی عیادت کرتا رہوں۔ (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۶۱)

- ۱۰۔ بنو غطفان کے نعیم بن مسعود بن عامر اشجعی نے غزوہ خندق کے موقع پر اسلام قبول کیا تھا۔ اور کفار میں پھوٹ ڈلوادی تھی۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۵۰۳، ۵۰۴ / اصح السیر۔ ص ۱۲۹ / محمد عابد، سید۔ رحمة للعالمین۔ ص ۲۰۲ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۲۲) (مضمون سرور انسانیتؐ از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ اسبانی مترجم نور الہی) / ابن قیم جوزی۔ اسوۃ حسنہ۔ ص ۲۲۷ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۵۲ / پیغمبر انسانیتؐ۔ ص ۲۲۷ / رسول رحمتؐ۔ ص ۲۲۸)
- ۱۱۔ سلیمان ندوی، سید۔ رحمت عالمؐ۔ ص ۷۸-۸۱ / واقدی۔ مغازی الرسولؐ ص ۲۸۲-۲۹۲ / الرحیق المختوم۔ ص ۲۸۹-۵۰۷ / الوفا۔ ص ۷۲۳-۷۲۵ / مدارج النبوة۔ جلد دوم۔ ص ۲۸۹-۳۰۳ / رسالتنا۔ ص ۲۲۱-۲۵۵ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔ ص ۳۹۲-۴۰۴ / ہیکل۔ حیات محمدؐ۔ ص ۲۱۱-۲۲۳ / سیرۃ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۰۳-۲۱۵ / اصح السیر۔ ص ۱۲۶-۱۵۱ / محمد عابد، سید رحمة للعالمین۔ ص ۳۰۱، ۳۰۲ / مصطفیٰ خان۔ غزوات نبویؐ۔ ص ۲۶-۵۳ / شرف النبیؐ۔ ص ۲۲۶ / نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۴۔ ص ۲۰۲-۲۰۴۔ (مضمون مہمات رسولؐ۔ از ڈاکٹر غلام جیلانی برق) نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص

۲۲۳-۲۲۵ (مضمون سرورِ انسانیت^۳۔ از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ سابعی مترجم نور اللہی /

باڈے الرسول^۳۔ ص ۲۶۷-۲۶۸ / توکلی۔ غزوات النبی^۳۔ ص ۱۲۳، ۱۲۴ / اسوۃ

آنر بول^۳۔ جلد دوم۔ ص ۵۲۸، ۵۲۹ / عبدالرحمن ابن جوزی۔ النبی الاطهر۔ ص ۱۲۳،

۱۲۴ (عاشیہ) / ابن قیم جندی۔ اسوۃ حسنہ۔ ص ۲۲۵-۲۵۰ / شیخ محمد رضا۔ محمد

رسول اللہ^۳۔ ص ۲۲۲-۲۵۶ / پیغمبر انسانیت^۳۔ ص ۲۳۸-۲۵۳ / سیرت رسول

عربی^۳۔ ص ۱۹۷، ۱۹۸ / امام ابن حزم ظاہری۔ جوامع السیرۃ۔ ص ۱۹۳-۲۰۰ /

رسول رحمت^۳۔ ص ۳۳۷-۳۵۱ / سیرۃ الرسول^۳ من القرآن۔ ص ۲۷۱-۲۷۶ /

پیغمبر اعظم و آخر^۳۔ ص ۵۵۸-۵۶۷ / عبدالکریم ثمر۔ رسول کائنات^۳۔ ص ۱۵۰-

۱۵۳ / ولید الاعظمی۔ معجزات سرورِ عالم^۳۔ ص ۷۵-۸۰ / سرورِ عالم کے سفر مبارک

ص ۲۶۳-۲۶۵ / محمد عبدالمعبود۔ تاریخ المدینۃ المنورۃ۔ ص ۱۹۰، ۱۹۱ / ڈاکٹر

رؤفہ اقبال۔ عہد نبوی کے غزوات و سرایا۔ ص ۱۵۲-۱۶۲۔

۱۲۔ انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۱۱ / الرحیق المختوم^۳۔ ص ۲۹۲ / الوفا۔ ص ۷۲۳، ۷۲۴ / عروہ

بن زبیر۔ مغازی رسول اللہ^۳۔ ص ۱۹۰ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۲ /

رسالتیاب ۲۲۲، ۲۲۵ / سیرۃ محمدیہ^۳۔ جلد اول۔ ص ۲۰۶، ۲۰۷ / اصح السیر۔ ص

۱۲۵ / مصطفیٰ خان۔ غزواتِ نبوی^۳۔ ص ۲۷ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ^۳۔ ص

۲۲۷، ۲۲۸ / پیغمبر انسانیت^۳۔ ص ۲۲۱ / جوامع السیرۃ۔ ص ۱۹۲ / رسول رحمت

ص ۳۳۰ / رسول کائنات^۳۔ ص ۱۵۱ / ولید الاعظمی۔ معجزات سرورِ عالم^۳۔ ص ۷۵،

۷۹ / ڈاکٹر رؤفہ اقبال۔ عہد نبوی کے غزوات و سرایا۔ ص ۱۵۳ / المدینۃ المنورۃ

ص ۲۵۹۔

۱۳۔ الرحیق المختوم^۳۔ ص ۲۹۳، ۲۹۴ / انوارِ محمدیہ^۳۔ ص ۱۱۱ / شرف النبی^۳۔ ص ۱۶۲ /

مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۲، ۲۹۵ / اصح السیر۔ ص ۱۲۵ / جوامع السیرۃ

ص ۱۹۲ / معجزات سرورِ عالم^۳۔ ص ۷۵-۷۸۔

۱۴۔ الوفا۔ ص ۷۲۵ / سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۶۵ / پیغمبر انسانیت^۳۔ ص ۲۵۰۔

۱۵۔ اسی جنگ میں حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی نے حضرت طفیل بن نعمان کو شہید کیا۔ (پنجمبر اعظم و آخر ۲۔ ص ۵۶۱، ۵۶۲)

۱۶۔ حضرت سعد بن معاذؓ ایک تیر شہ رگ میں لگ جانے سے شہید ہوئے۔ یہ تیر نوفل نے مارا تھا۔ جنگ خندق کے بعد ہونے والی جنگ، غزوة قرظہ کے بعد فوت ہوئے۔

(انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۱۲، ۱۱۳ / رسالتناہ۔ ص ۲۵۲ / شبلی۔ سیرۃ النبی۔ جلد

اول۔ ص ۲۰۳ / سیرۃ محمدیہ ص ۲۱۰ / اصح السیر۔ ص ۱۴۹ / الرسول۔ ص ۲۴۲ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۲۵۰ / سیرت رسول عربی۔ ص ۱۹۸ / رسولِ حجت ص ۳۲۶ / پنجمبر اعظم و آخر ۲۔ ص ۵۶۱ / المدینۃ المنورۃ۔ ص ۲۶۱)

۱۷۔ منبہ بن عثمان بن عبید بن سباق ابن عبدالدار۔ اسے تیر آکر لگا جس کے زخم کے اثر سے وہ مکہ جا کر فوت ہو گیا۔ (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۲۵۶)

۱۸۔ نوفل بن عبد اللہ بن مغیرہ کو قتل کرنے والے کے بارے میں ایک سے زیادہ صحابہ کا ذکر آتا ہے۔ کسی کے مطابق نوفل کو حضرت زبیرؓ نے قتل کیا۔

(انوارِ محمدیہ۔ ص ۱۱۲) کہیں حضرت عمرؓ کا ذکر آتا ہے (رسالتناہ۔ ص ۲۵۱) کسی جگہ لکھا ہے کہ اس کو زبیرؓ نے مارا تھا۔ (الرسول۔ ص ۲۴۲ / پنجمبر انسانیت۔ ص ۲۲۶) ایک جگہ لکھا ہے کہ نوفل گر کر مر گیا۔ (لقوش۔ رسولِ منبر

جلد ۲۔ ص ۲۰۳) اور کہیں اس بات کا ذکر ہے کہ اس کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔ (شبلی۔ سیرۃ النبی۔ ص ۳۹۹ / مصطفیٰ خان بی اسے۔ غزواتِ نبوی۔

ص ۵۱ / پنجمبر اعظم و آخر ۲۔ ص ۵۶۱ / حکیم رحمان علی۔ المشاہد۔ ص ۱۰۸)

۱۹۔ عمرو بن عبیدہ و العاصی جب خندق پار کر کے آگیا تو حضرت علیؓ نے اس کے

سلمانے اسلام پیش کیا۔ اس نے انکار کیا۔ سیدنا علیؓ نے اسے گھوڑے سے اتر کر مقابلہ کی فرمائش کی۔ وہ اتر اور حضرت علیؓ پر وار کیا۔ حضرت علیؓ نے ایک ہی

وار میں اسے ہلاک کر ڈالا۔ (پنجمبر انسانیت۔ ص ۲۲۶ / الوفا۔ ص ۲۲۲ / سیرت

رسول عربیؐ - ص ۱۹۸ / شرف النبیؐ - ص ۳۲۶ / جوامع السیرة - ص ۱۹۷ / رسولِ رحمتؐ
 ص ۳۲۲ / سیرة الرسولؐ من القرآن - ص ۲۷۲ / رسالتیؐ - ص ۲۵۰ / پیغمبر
 اعظم و آخرؐ - ص ۵۶۱ / رسولِ کائناتؐ - ص ۱۵۲ / الوارث محمدؐ - ص ۱۱۲ / شیخ محمد رضا
 محمد رسول اللہؐ - ص ۲۲۹ / الرسولؐ - ص ۲۷۲ / شبلی - سیرة النبیؐ - جلد اول - ص
 ۳۹۸، ۳۹۹ / سیرة محمدؐ - جلد اول - ص ۲۱۰ / اصح السیر - ص ۱۳۸ / محمد عابد
 سید - رحمة للعالمینؐ - ص ۳۰۱ / مصطفیٰ خان - غزوات نبویؐ - ص ۵۱، ۵۰ / توکل
 غزوات النبیؐ - ص ۱۲۲ / النبی الاطهرؐ - ص ۱۲۲ - کفار نے ابن عبدود کی نعش
 خریدنی چاہی مگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رقم قبول نہ کی اور لاش
 واپس کر دی - (پیغمبر انسانیتؐ - ص ۲۲۶)
 ۲۰۔۔۔ رسولِ رحمتؐ - ص ۳۵۱ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہؐ - ص ۲۵۶ -



غزوة بنو قریظہ

ابن حبیب کے مطابق بنو قریظہ سے واپسی دو شنبہ (پیر) ۲ ذوالحجہ ۵ ہجری کو ہوئی۔
 واقعہ یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مدینہ منورہ تشریف لے کر ہی مدینہ
 کے یہودیوں سے ایسا معاہدہ کیا تھا جس میں یہود کو امان دی تھی اور اس عہد نامہ کی رو
 سے کچھ شرطیں یہود کے حق میں تھیں اور کچھ ان پر عائد تھیں۔ اس عہد نامے کی رو سے
 جنگ کی صورت میں انہیں ایک دوسرے کی مدد کرنا لازم تھا اور مدینہ پر حملے کی صورت
 میں مل کر اس کا مقابلہ کرنا تھا مگر غزوة خندق کے موقع پر بنی نضیر کے سردار حنی بن
 اخطب یہودی نے بنی قریظہ کو مسلمانوں سے عہد شکنی پر آمادہ کر لیا۔ اس لیے بنو قریظہ
 کے سردار کعب بن اسعد نے مسلمانوں کے مشکل وقت میں یہ عہد توڑ دیا۔ اس عہد
 شکنی کی اطلاع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سعد بن معاذ کو جو اس کے سردار
 تھے۔ اور اس بنو قریظہ کا حلیف تھا، کو انصار کے کچھ آدمیوں کے ساتھ تحقیق کے
 لیے بھیجا۔ ان بد نصیب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی
 کی اور کہا کیسا اللہ کا رسول!۔ ہمارے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان کوئی معاہدہ
 نہیں ہے۔ بنو قریظہ نے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی باقاعدہ تیاری شروع کر دی
 تھی۔ یہ نوعیت خطرناک تھی۔ مسلمانوں کے لیے یہ بہت بڑا حادثہ تھا۔ جب غزوة
 خندق کی واپسی کے بعد مسلمانوں نے اپنے ہتھیار رکھ دیئے تو حضرت جبریل تشریف
 لائے اور کہا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا آپ نے ہتھیار کھول دیئے ہم
 یعنی فرشتوں نے ابھی اپنے ہتھیار نہیں رکھے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ بنی قریظہ
 کو جائیں۔ اس پر رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ نماز پڑھیں اور بنی قریظہ
 میں ادا کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنو قریظہ پہنچ کر ان کا محاصرہ کر لیا جو پچیس

دن جاری رہا۔ اس دوران بنو قریظہ کی طرف سے پیغام آیا کہ بنی عمرو بن عوف ہمارے حلیف ہیں، انہیں ہمارے پاس بھیج دیں تاکہ ہم مشورہ کر سکیں۔ ان کی درخواست پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولبابہؓ کو ان کے پاس بھیجا۔ ابولبابہؓ نے ان کے پوچھنے پر اشارے سے بتا دیا کہ تم قتل کر دئیے جاؤ گے۔ مگر ابولبابہؓ اپنی اس حرکت پر خود ہی شرمندہ ہو گئے۔ اپنی غلطی کا احساس ہوتے ہی وہ فوراً بنو قریظہ سے نکلے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں جانے کی بجائے مسجد نبویؐ کے ایک ستون سے خود کو باندھ لیا اور اعلان کر دیا کہ جب تک اللہ تعالیٰ میرے اس قصور کو معاف نہیں کرے گا، میں یہاں سے نہ ہٹوں گا۔ یہ تقریباً بیس دن بندھے رہے، ان کی بیوی ہر نماز کے وقت انہیں کھول دیتی اور پھر باندھ دیتی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی اور یہ آیت نازل فرمائی: "اور کچھ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے لپھے اور بُرے عملوں کو بلا جلا دیا تھا۔ قریب سے کہ خدا ان پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بے شک خدا بخشنے والا مہربان ہے" لوگ انہیں کھولنے لگے تو حضرت ابولبابہؓ نے لوگوں سے کہا کہ جب تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خود اپنے دست مبارک سے نہ کھولیں گے، میں اسی حالت میں رہوں گا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں اپنے ہاتھوں سے کھولا۔ قبیلہ اوس کے کچھ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچے اور اس کی اجازت چاہی کہ بنو قریظہ کے بارے میں قبیلہ قبیلہ اوس کا کوئی آدمی کرے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ کام میں سعد بن معاذ کے حوالے کرتا ہوں۔ حضرت سعد بن معاذ کے قبیلہ والوں یعنی قبیلہ اوس کے لوگوں نے حضرت سعدؓ سے کہا کہ بنو قریظہ کے بارے میں بہتر فیصلہ کرنا کیونکہ یہ ہمارے حلیف ہیں۔ حضرت سعد بن معاذ نے فیصلہ کیا کہ بنو قریظہ کے تمام مرد قتل کر دیئے جائیں ان کا مال تقسیم کر لیا جائے، بچے اور عورتیں غلام بنا لیے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: اے سعدؓ تم نے اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔ سعد بن معاذ کے فیصلے اور حکم کی تعمیل کی گئی۔

”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بنی قریظہ سے جو معاملہ فرمایا، وہ جنگی سیات اور عرب کے یہودی قبائل کی سررشت اور افتاد طبع کے مطابق تھا۔ ان کے لیے اسی قسم کی سخت اور عبرت ناک سزا کی ضرورت تھی، جس سے عہد شکنی کرنے والوں اور دھوکہ بازوں کو ہمیشہ کے لیے سبق مل جائے اور آئندہ نسلیں اس سے عبرت پکڑیں۔ حضرت سعد بن معاذ کا فیصلہ سننے کے بعد حضرت علیؓ نے کہا ”عورتوں، بچے اور وہ لڑکے لڑکیاں جو ابھی سن بلوغ کو نہیں پہنچے۔ بوڑھی عورتیں اور مرد سزا سے بری ہیں۔ اگر دوسرے لوگ اسلام لے آئیں گے تو انہیں مہاف کر دیا جائے گا“ یہ اعلان سن کر بہت سے یہودی مسلمان ہو گئے۔۔۔۔۔ اس کے بعد حضرت علیؓ نے مسلمانوں کو تاکید کی کہ عورت، بچے، نابالغ لڑکے، لڑکیوں اور بوڑھوں کو قلعہ سے باہر نکلنے دیا جائے تاکہ بھوک کی تکلیف نہ اٹھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ صرف وہ مرد قلعوں میں رہ گئے جو جنگ کرنا چاہتے تھے۔ یہ لوگ لڑتے لڑتے مارے گئے۔

مسلمانوں کی رحم دلی کا یہ عالم ہے کہ جن لوگوں نے مسلمانوں کو ہر لحاظ سے تنگ کیا۔ ان یہودیوں کے پاس جب خوراک کی قلت ہو گئی تو بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد نے قلعہ پر چڑھ کر آواز دی کہ ہمارے شیر خوار بچوں کو دودھ چاہیے عورتوں کے لیے غذا بھی نہیں کہ بچوں کو دودھ پلا سکیں۔ اس کے باوجود کہ یہودی محاصرہ میں تھے اور جنگ ختم نہ ہوئی تھی مگر یہودیوں کو ایک ہفتہ کا سامان دے دیا گیا تاکہ ان کی بیوی بچے بھوکے نہ رہیں۔ اس کے چند روز بعد جنگ کا فیصلہ ہوا۔ زبیر بن باطا اس غزوے میں پکڑا گیا تھا اس نے ایک بار حضرت ثابت بن قیسؓ پر احسان کیا تھا۔ اس کے بدلے حضرت قیسؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زبیر بن باطا کی رہائی چاہی اور زبیر بن باطا کی رہائی کا حکم حاصل کر کے اس کے پاس گئے اور کہا کہ میں نے یہ اس لیے کیلے کہ تمہارے اس احسان کا بدلہ کر دوں جو تم نے جنگ بعات میں مجھ پر کیا تھا۔ زبیر بن باطا نے کہا کہ بے شک شریف آدمی دوسرے شریف آدمی کے ساتھ ایسا ہی معاملہ کیا کرتا ہے۔ یہ سن کر ثابت بن قیسؓ حضور صلی اللہ علیہ

والہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ ان کے اہل و عیال کی بھی جان بخشی کی دی جائے۔ آپ نے قبول فرمایا۔ زبیر بن باطا کو اس کی اطلاع دی تو یہ ایک قدم اور آگے بڑھا کہ ثابت رضیہ بتلاؤ کہ کوئی انسان صاحب عیال کیسے زندہ رہے گا؟ جب اس کے پاس مال نہ ہو۔ ثابت بن قیسؓ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کا مال بھی اس کو دلوادیا۔ یہاں تک تو ایک مؤمن کی شرافت اور احسان شناسی کا قصہ تھا جو حضرت ثابت بن قیسؓ کی طرف سے ہوا۔ اب دوسرا رخ سنیے کہ زبیر بن باطا کو جب اپنے اور اپنے اہل و عیال کی آزادی اولیٰ اپنے مال و متاع سب واپس مل جانے کا اطمینان مل چکا تو اس نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے قبائل یہود کے متعلق سوال کیا اور پوچھا کہ ابن ابی الحقیق کا کیا ہوا، جس کا چہرہ چینی آئینہ جیسا تھا۔ انہوں نے بتلایا کہ وہ تو قتل کر دیا گیا۔ پھر پوچھا کہ بنی قریظہ کے سردار کعب بن قریظہ اور عمرو بن قریظہ کا کیا انجام ہوا؟ انہوں نے بتلایا کہ یہ دونوں بھی قتل کر دیئے گئے۔ پھر دو جماعتوں کے متعلق سوال کیا۔ اس کے جواب میں ان کو خبر دی گئی کہ وہ سب قتل کر دیئے گئے۔ یہ سن کر زبیر بن باطا نے حضرت ثابت بن قیسؓ سے کہا کہ آپ نے اپنے احسان کا بدلہ پورا کر دیا اور اپنی ذمہ داری کا حق ادا کر دیا مگر میں اب اپنی زمین جائیداد کو ان لوگوں کے بعد آباد نہیں کروں گا مجھے بھی ان لوگوں کے ساتھ شامل کر دو۔ ثابت بن قیسؓ نے اس کو قتل کرنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس کے اصرار پر کسی دوسرے مسلمان نے اس کو قتل کر دیا ۱۲

اس غزوے میں ایک مسلمان خلد بن سوید شہید ہوئے تھے جو قلعہ کی دیوار سے سایہ میں بیٹھے تھے کہ ایک یہودی نے چکی کا پاٹ پھینک کر انہیں شہید کر دیا ۱۳ غزوہ بنو قریظہ کے محاصرے کے دوران ایک مسلمان ابوسنان بن محسنؓ وفات پا گئے تھے ۱۴ اس غزوہ کا مال غنیمت پندرہ سو تلواریں تین سو زره، دو ہزار نیزوں اور پانچ سو لہجے اور کھڑکی کی ڈھالیوں پر مشتمل تھا۔ اور اونٹ جو کہ پانی کھینچنے کے کام آنے والے تھے ۱۵۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۴۔

۲۔ عربی زبان میں قرظیہ، اقا قیابول کے پتوں کو کہتے ہیں چونکہ اقا قیاب سے دباغی (کھال رنگنے) میں کام لیا جاتا تھا اور اکثر یہودیوں بنو قرظیہ میں کام کرتے تھے۔ لہذا وہ بنو قرظیہ کہلاتے۔۔۔ مدینہ کے یہودی، زرگہری، زراعت اور دباغی کی وجہ سے بہت دولت مند ہو گئے تھے۔ لہذا انہوں نے بڑے بڑے مضبوط محلات بنا لیے تھے۔ ان کے بطن گھر، مسکن بھی تھے اور جنگی قلعے بھی (عبدالسمد ص ۲۴۳۔ محمد رسول اللہ ص ۲۴۳۔)

۳۔ حضرت سعد بن معاذ مشہور اور جلیل القدر انصاری تھے۔ قبیلہ بنو عبدالمطلب کے سردار تھے۔ ہجرت سے پہلے حضرت مصعب بن عمیر کے ہاتھ پر اسلام قبول کر لیا، ان کی تبلیغ سے ان کا سارا قبیلہ بھی مسلمان ہو گیا۔ ان کا اسلام لانا عقبہ اولیٰ اور عقبہ ثانیہ کے درمیان کا واقعہ ہے۔ بدر سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانثاری کا یقین دلایا۔ جنگ میں قبیلہ اوس کا جھنڈا ان کے پاس تھا۔ احد میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آستانہ پر پہرہ دار مقرر ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو صحابی ثابت قدم رہے، ان میں ایک یہ بھی ہیں۔ (اعلم بنوی نادر واقعات۔ ص ۱۹۱)

غزوہ خندق میں ایک تیر حضرت سعد بن معاذ کے رگ اکھل پر لگا۔ خون جاری ہو گیا سعد سمجھ گئے کہ یہ زخم کاری ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔ خداوند اگر کوئی جنگ تیرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قریش کے درمیان باقی ہے تو مجھے زندہ رکھ تاکہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر قریش سے لڑ سکوں۔ ورنہ اسی تیر کو میری شہادت کا سبب بنا کر اتنی مہلت ضرور دے

دے تاکہ بنی قریظہ کا انجام دیکھ لوں۔ اس پر ان کے زخم کا خون بند ہو گیا۔
 بتو قریظہ سے جنگ کے فوراً بعد سعد بن معاذ لیٹے ہوئے تھے کہ ایک

بکری دوڑتی ہوئی آئی اور حضرت سعد کے جسم پر سو کر گزری۔ اس کی کھری
 زخم پر پڑ گئی زخم پھٹ گیا، خون جاری ہو گیا اور پھر بند نہ ہوا۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور سعد کا سر اپنے زانو سے مبارک پر رکھ کر

فرمایا۔ اے العالمین تیری راہ میں سعدؓ نے تکلیف اٹھائی اور تیرے رسول
 صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی اور اسلام کے حقوق پورے کیے۔ اے اللہ تو
 اس کی روح کے ساتھ وہی سلوک کر جو اپنے دوستوں کی روح کے ساتھ کرتا ہے

حضرت سعدؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سن کر آنکھیں کھولیں اور
 سلام عرض کیا "السلام علیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم" ان کی وفات
 کے فوراً بعد حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک

وسلم آپ کے صحابہؓ میں سے کس کی وفات ہوئی ہے کہ آسمان کے دروازے
 اس کی روح کے لیے کھلا رہے ہیں اور عرشِ اعظم مل گیا، انہیں جنت
 البقیع میں دفن کر دیا گیا۔ (حکیم رحمان علی۔ المشاہدہ۔ ص ۱۱۱، ۱۱۹)

جب حضرت سعدؓ کے سینے کے اوپر والی جانب گڑ سے سے ان کا
 زخم پھوٹ پڑا اور خون بہہ نکلا۔ مسجد میں بنو عفار کا خیمہ تھا جب انہوں نے
 خون آنا دیکھا تو کہنے لگے اے اہل خیمہ تمہارے خیمہ سے ہماری طرف کیا آ
 رہا ہے۔ جب ادھر جا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ سعدؓ کے زخم سے خون بہ رہا ہے
 جس سے ان کا انتقال ہو گیا۔ (الشیخ عبداللہ بن الشیخ محمد بن عبدالوہاب۔ مختصر

سیرۃ الرسولؐ اردو ترجمہ از حافظ محمد اسحاق۔ جامعۃ العلوم الاثریہ جہلم ۱۹۹۰۔ ص ۲۶۱/
 الرقیق المختوم۔ ص ۵۱۶)

حضرت سعدؓ بن معاذ کے نماز جنازہ میں ستر ہزار فرشتے شریک ہوئے اور
 عرشِ بل گیا۔ اور حضرت سعدؓ کی روح کے آنے کی خوشی میں ملا اعلیٰ میں خوشی کی لہر دوڑ

گئی۔ حضرت ابو سعید خدی حضرت سعد بن معاذ کی قبر کھودنے والوں میں شامل تھے
 کہتے ہیں کہ اس سے کستوری کی خوشبو آرہی تھی (انوارِ محمدیہ - ص ۱۱۵ / سراپا پستے
 اقدس - ص ۲۵۷)

۴۔ یہ مسجد حرمہ شرقیہ کے نزدیک باغات کی انتہا پر واقع تھی۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے جب بنو قریظہ کا محاصرہ فرمایا تو اس جگہ نزول فرمایا نماز ادا فرمائی
 یہ بھی روایت ہے کہ اس جگہ کے قریب ایک خاتون کا مکان تھا۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے اس میں نماز ادا فرمائی۔ وحید بن عبد الملک نے مسجد کی تعمیر کے
 وقت اس مسجد کو بھی مکان کے اندر داخل کر دیا۔ پرانی عمارت میں مسجد قبلہ کے
 منارے کی طرز کا ایک منارہ بھی تھا۔ یہ مسجد شریف اپنی تعمیر، چھت، ستون،
 منارہ کے لحاظ سے مسجد قبائلیہ سے ملتی جلتی تھی۔ اس کی پیمائش ۴۴ × ۴۴
 گز ہے (ابوالنصر منظور احمد شاہ - مدینۃ الرسول - ص ۲۷۹ / محدث دہلوی - تاریخ
 مدینہ - ص ۱۲۵، ۱۲۶ / محمد عبد المعبود - تاریخ المدینۃ المنورہ - ص ۳۱۹، ۳۲۰)

۵۔ جب ابولبابہؓ نے خود کو باندھ لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے اس
 فعل کی اطلاع ملی تو آپؐ نے فرمایا۔ اگر یہ میرے پاس آجاتا تو میں خود اس کی بخشش
 کی دعا مانگتا۔ اب اس نے جب اپنے آپ کو مسجد کے ستون سے باندھ دیا ہے
 تو جب تک اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہ فرمائے گا، میں نہیں کھولوں گا۔ احقر
 ابولبابہؓ کی توبہ قبول ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے ہاتھ
 مبارک سے کھولا۔ (الشیخ عبد اللہ بن الشیخ محمد بن عبد الوہاب - اردو ترجمہ مختصر
 سیرۃ الرسول - ص ۲۵۹)

۶۔ مسجد نبویؐ میں یہ ستون (جس سے ابولبابہؓ نے خود کو باندھ لیا تھا) اب بھی
 موجود ہے جس پر اسطوانۃ ابی لبابہ لکھا ہوا ہے۔ ابولبابہؓ کا ایمان، ندامت،
 توبہ اور قبول توبہ کے صحیح مقام کا اندازہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور
 کون کر سکتا ہے؟ (محمد جعفر شاہ پھلواروی - پیغمبرِ انسانیت - ص ۲۵۶)

- ۷۔ نبی رحمتؐ۔ ص ۲۶۲-۲۶۸ / مغازی الرسولؐ۔ ص ۲۹۲-۲۹۶ / شبلی سیرۃ
النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۰۲-۳۱۰ / محمد جعفر شاہ پھلواری۔ پیغمبر انسانیتؐ۔ ص ۴۵۳
- ۴۵۹ / حکیم رحمان علی۔ المشاہد۔ ص ۱۱۲-۱۲۰ / انوار محمدیہ۔ ص ۱۱۲، ۱۱۵ / الوفا۔
ص ۲۲۵، ۲۲۶ / پرویز، معراج انسانیتؐ۔ ص ۲۶۶ / عروہ بن زبیر۔ مغازی
رسول اللہؐ۔ ص ۱۹۰-۱۹۵ / ڈاکٹر روفہ اقبال۔ عہد نبویؐ کے غزوات و سردایا
ص ۱۶۲-۱۶۵ / مفتی محمد شفیع۔ سیرۃ رسول اکرمؐ۔ ۲۲۳-۲۲۴ / عبداللہ بن اشع
محمد بن الوہاب۔ اردو ترجمہ مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۲۵۴-۲۶۰ / عہد نبویؐ کے
نادر واقعات۔ ص ۱۸۸-۱۹۱ / عبدالصمد صائم۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۴۳-۲۴۶ /
الرحیق المختوم ص ۵۰۹-۵۱۴ / سید سلیمان ندوی۔ رحمت عالم۔ ص ۸۱ / سیرت رسول
عربیہ۔ ص ۱۹۸، ۱۹۹ / رسالتناہ۔ ص ۲۵۵-۲۵۹ / سرور عالم کے سفر مبارک
ص ۲۶۶، ۲۶۷ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۵۴-۲۶۹ / نذیر احمد سیماہ
قرلشی۔ خاتم النبیین۔ ص ۱۳۹ / عنایت احمد کاکوروی، مفتی۔ تواریخ حبیب اللہ۔
ص ۱۱۸-۱۲۱ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۲۔ ص ۲۲۵-۲۲۶ (مضمون سرور انسانی
از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ سباعی۔ مترجم نور الہی ایڈووکیٹ)
- ۸۔ غزوہ خندق کے بعد جب لشکر کفار تباہ و خوار ہو کر فرار ہو گیا اور اہل اسلام
خوش و خرم مدینہ میں داخل ہوئے تو بنی قریظہ کے مکانات کا محاصرہ کر لیا کیونکہ
انہوں نے عہد شکنی کر کے مسلمانوں کو بہت سی افراتفری میں ڈال دیا تھا
پندرہ دن تک محاصرہ۔ کیے جانے کے بعد لڑائی کی نوبت پہنچی۔ کچھ قتل عام اور
کچھ مشرف باسلام ہوئے (نذیر احمد سیماہ قرلشی۔ خاتم النبیین۔ ص ۱۳۹)

۹۔ نبی رحمتؐ۔ ص ۲۶۹

۱۰۔ عبدالصمد صائم۔ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۶۶

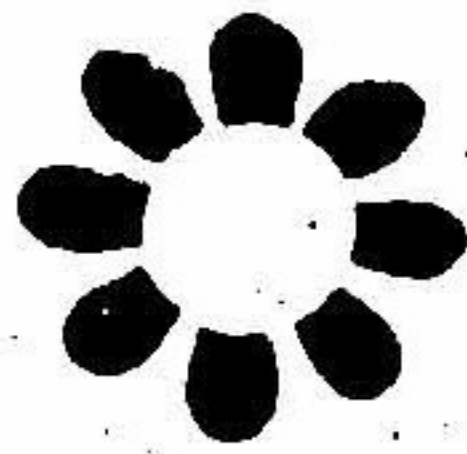
۱۱۔ ایضاً۔ ص ۲۶۲-۲۶۶

۱۲۔ مفتی محمد شفیع۔ سیرۃ رسول اکرمؐ۔ ص ۲۲۶، ۲۲۷ / الرحیق المختوم ص ۵۱۵ / رسالتناہ ص ۲۵۸

۱۳۔ اس غزوہ میں شہید ہونے والے خلد بن سوید کا نام اور نسب بیان کرتے ہوئے حکیم رحمان علی یوں لکھتے ہیں۔ ان کا نام خلد بن روزن جواد، سوید ہوزن زبیر اور نسب خلد بن سوید بن ثعلبہ بن عمرو بن عارثہ بن امر القیس الانصاری الخزرجی الحارثی العبقی البدری الاحدی الخندقی۔ اور ان کی شہادت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ یہ بنی قریظہ کے محاصرہ کے دوران دیوار کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ ایک یہودیہ عورت نے جس کا نام نبانہ تھا، چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے ان کے سر پر پھینک دیا۔ اس کی وجہ سے ان کا سر پھٹ گیا اور یہ شہید ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے بارے میں فرمایا "انّ له اجر شہیدین رضی اللہ عنہ"۔ پھر وہ عورت بنی قریظہ کے مردوں کے بھائی قتل کر دی گئی۔ اس کے سوا کوئی عورت قتل نہیں ہوئی۔ اس کا پورا حال ابو بلعینہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا۔ کہ ایک عورت بنی قریظہ کی میرے پاس بیٹھی منس منس کر باتیں کر رہی تھی کہ کسی نے آدناہمی کہ فلاں عورت کہاں ہے۔ یہ بولی میں یہاں ہوں۔ پکارنے والے نے کہا۔ ادھر باہر نکل۔ وہ ہنستی کھلکھلاتی اٹھی اور مجھے کہا۔ یہ مجھ کو قتل کرنے کے لیے بلاتے ہیں۔ میں نے کہا کہ عورتوں کو قتل کرنے کا دستور تو نہیں ہے مگر تجھ کو یہ کس وجہ سے مار رہے ہیں۔ اس یہودیہ نے بتایا کہ میں بنو قریظہ کے ایک یہودی کی بیوی ہوں، ہم دونوں میں بڑی محبت تھی۔ میرے شوہر نے کہا کہ مسلمان مردوں کو قتل کر دیں گے۔ میں نے جواب دیا کہ میں تمہاری جدائی میں خوش نہ رہوں گی میرا شوہر بولا۔ اگر تو سچ کہتی ہے تو مسلمانوں کی ایک جماعت قلعہ کے دیوار کے سایہ میں بیٹھی ہے، تو چکی کا پاٹ ان کے اوپر ڈال دے، شاید ان میں سے کوئی مر جائے۔ اس طرح مسلمان اس قتل کے بدلے میں تجھ کو قتل کر دیں گے اور اس طرح ہم اکٹھے مریں گے میں نے ایک پتھر دیوار سے پھینکا

وہ خداد کے سر پر پڑا، وہ مر گئے۔ ان کے قصاص میں مجھے قتل کرنے کے لیے بلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ مدت ہو گئی مگر اس کا ہنسنا کھکھلانا مجھے نہیں بھولتا۔ (حکیم رحمان علی۔ المشاہدہ۔ ص ۱۲۰ / الرحیق الممخوم۔ ص ۵۱۴ / رسالتنا۔ ص ۲۵۸ / عنایت احمد کاکوروی، مفتی، تواریخ حبیب اللہ۔ ص ۱۱۹، ۱۲۰ / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۲۶۳، ۲۶۴ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ جلد اول۔ ص ۲۰۸، ۲۰۹)

۱۴ جب حضرت ابوسنان بن محسنؓ وفات پا گئے تو انہیں بنو قریظہ کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا جس میں آج بھی مسلمان دفن کیے جاتے ہیں۔ اوہ پہلے بھی کیے جاتے رہے ہیں۔ (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ ص ۲۶۶)



صلح حدیبیہ

ابن سعد کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیبیہ کے لیے مدینہ سے روانگی کی تاریخ یکم ذیقعدہ اور دن دو شنبہ ہے۔ اسحاق علوی لکھتے ہیں کہ "مخبری تقویم کے مطابق یکم ذی قعدہ ۶۱۰ء کو (۲۹ کا چاند مان کر) اگرچہ یک شنبہ پڑتا ہے لیکن ایک دن کا یہ فرق ایسا نہیں کہ تاریخ کو غلط قرار دیا جاسکے۔ اور اگر ۳ کا چاند مان لیا جائے تو دو شنبہ ہی کی پہلی ہوگی"۔

مسلمانوں کی بڑی خواہش تھی کہ وہ مکہ جا کر خانہ کعبہ کے طواف اور زیارت سے اپنی آنکھیں کھنڈی کریں۔ جس کے دیدار سے وہ سالہا سال سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ اسی ارادہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چودہ سو مسلمانوں کو ساتھ لے کر مدینہ سے روانہ ہوئے۔ لڑائی کی نیت بالکل نہ تھی۔ ممانعت تھی کہ تلواروں کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ لیا جائے اور تلواریں بھی نیام میں ہوں۔ قربانی کے اونٹ ساتھ تھے اور عرب کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ جو سفر اس مقدس عزم سے کیا جائے اس میں لڑنا کیا تلوار اٹھانا بھی جائز نہیں۔

جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکہ کے قریب پہنچے تو ایک مخبر کو حال دریافت کرنے کے لیے کہ بھیجا وہ خبر لایا کہ قریش ایک بڑی جمیعت ساتھ لے کر مسلمانوں کو روکنے کی عزم سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستہ کترا کر حدیبیہ کے مقام پر اتر پڑے۔ اور ایک سفیر قریش کے پاس یہ پیغام دے کر بھیجا کہ ہم صرف عمرہ ادا کرنے آئے ہیں، لڑنا مقصود نہیں، اور یہ بہتر ہے کہ قریش تھوڑی مدت کے لیے ہم سے صلح کا معاہدہ کر لیں۔ اور نجد کو عرب کے ہاتھوں میں چھوڑ دیں۔ سفیر نے قریش کے سرداروں کے سامنے جا کر یہ تقریر کی۔

عروہ بن مسعود ثقفی ایک نیک دل سردار نے قریش سے کہا، تمہیں مجھ سے کوئی بدگمانی تو نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں، تب اس نے کہا کہ مجھے اجازت دو کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مل کر اس معاملہ کو طے کروں۔ لوگوں نے رضا مندی ظاہر کی تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عروہ نے یہاں پہنچ کر مسلمانوں کے روحانی انقلاب کا جو تماشا دیکھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ان کی حیرت سے بھری عقیدت کا جو حال اس کے دیکھنے میں آیا، اس نے اس کے دل پر بڑا اثر کیا۔ قریش سے جا کر کہا میں نے قیصر اور کسری اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، عقیدت اور محبت کی یہ تصویر مجھ کو کہیں نظر نہیں آئی محمد بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے کوئی ادب سے نظر بھر کر ان کی طرف نہیں دیکھتا، دھنوکرنے میں قطرے گرتے ہیں تو عقیدت مندان کو لے کر ہاتھ اور چہرے پر ملتے ہیں۔

اس پر بھی بات ناتمام رہی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اپنا سفیر بھیجا قریش نے اس پر حملہ کیا لیکن وہ پہنچ گیا۔ اب قریش نے لڑنے کو ایک دستہ بھیجا مسلمانوں نے اس کو پکڑ لیا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چھوڑ دیا اور معافی دے دی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو سفیر بنا کر مکہ بھیجا۔ وہ اپنے ایک عزیز کی حمایت میں مکہ آگئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام سنایا۔ قریش نے ان کو قید کر لیا اور مسلمانوں تک خبر لوں پہنچی کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیے گئے۔ مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا ہوا۔ آپ نے فرمایا: عثمان رضی اللہ عنہ کے خون کا بدلہ لینا فرض ہے یہ کہہ کر ببول کے ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم سے جاں نثاری کی بیعت لی۔ اسی کا نام ”بیعت رضوان“ ہے۔ یعنی خدا کی خوشنودی کی بیعت۔ کیونکہ اس کے بارے میں خدا نے قرآن میں اپنی خوشنودی ظاہر فرمائی۔ بعد کو معلوم ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خبر صحیح نہ تھی لیکن مسلمانوں کے اس جوش و خروش اور صداقت کا یہ اثر ہوا کہ قریش ہمت ہار گئے۔ انہوں نے بھی اپنا سفیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کے پاس بھیجا اور پہلی شرط یہ پیش کی کہ مسلمان اس سال واپس جائیں اور اگلے سال آئیں اور تین دن رہ کر واپس جائیں۔

کچھ رد و بدل کے بعد دس سال کے لیے لڑائی موقوف ہوئی اور یہ شرطیں منظور ہوئیں کہ

- ۱ مسلمان اس سال واپس جائیں اور اگلے سال تین دن کے لیے آئیں۔
- ۲ تلوار کے سوا کوئی ہتھیار ساتھ نہ ہو، اور تلواریں بھی میان میں ہوں۔
- ۳ جاتے وقت مکہ میں جو مسلمان رہ گئے ہیں ان کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں۔
- ۴ قریش میں سے کوئی مسلمان ہو کر مدینہ چلا جائے تو واپس کر دیا جائے۔ اور اگر کوئی مسلمان مدینہ چھوڑ کر مکہ چلا جائے تو وہ واپس نہ کیا جائے۔
- ۵ عرب کے قبیلوں میں سے جو جس فرقت کے ساتھ چاہے معاہدہ میں شریک ہو جائے۔

اس معاہدے کے بعد مسلمان واپس چلے آئے۔ معاہدہ کی یہ شرطیں گوطساہر میں لڑی تھیں اور اسی لیے جوش میں بھرے ہوئے کچھ مسلمانوں کو ان کے مابینے میں تامل ہو رہا تھا۔ مگر خود خدا کا رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس کو مان چکا تھا تو پھر کس کو انکار کی جرأت ہو سکتی تھی۔ چند ہی دنوں کے بعد معلوم ہو گیا کہ یہ شرطیں اسلام کے حق میں بے حد فائدہ کی تھیں۔ ۱۳

جب صلح نامہ لکھا جا رہا تھا، اسی وقت اسمیل بن عمرو کے بیٹے ابو جندل رضی اللہ عنہما نے بیڑیاں گھسیٹتے آہنچے۔ اسمیل بن عمرو نے کہا، اس کو معاہدہ کی رو سے واپس کر دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ابھی تو صلح نامہ مکمل نہیں ہوا۔ اس لیے اس کو میری خاطر میرے پاس چھوڑ دو مگر وہ نہ مانا۔ کہنے لگا کہ اس صورت میں صلح نہ ہوگی۔ آپ نے اسے بہت کہا مگر وہ اپنی بات پر اڑ گیا۔ اسمیل نے ابو جندل رضی اللہ عنہما کو مارا پٹیا اور ابو جندل نے مسلمانوں سے منت سماجت کی کہ مجھے نہ جانے دو۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے سمجھایا کہ ابو جندل! صبر کرو اور اسے باعثِ ثواب

تجھو۔ ہم نے قریش سے صلح کر لی ہے اور ہم نے ان کو اور انہوں نے ہم کو اس پر اللہ کا عہد دے رکھا ہے۔ اس لیے ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔ اس طرح ابو جندل نے قریش کو واپس کر دیئے گئے ۱۳

جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صلح حدیبیہ کے بعد مدینہ تشریف لے آئے تو ابو جندل کی طرح قبیلہ ثقیف کا ایک آدمی ابولعبیر قریش کے ظلم و ستم سے تنگ آکر مکہ سے بھاگ کر مدینہ پہنچ گیا۔ قریش نے صلح حدیبیہ کے وعدے کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ابولعبیرؓ کی واپسی کا مطالبہ کیا۔ آپ نے انہیں قریش کے دو سفیروں کے حوالے کر دیا۔ راستے میں ابولعبیر نے ان دو آدمیوں میں سے ایک کو قتل کر دیا اور دوسرے نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پناہ لے کر اپنی جان بچائی۔ یہ بھی آپ کے پاس پہنچ گئے (مگر یہ سمجھنے پر کہ انہیں پھر واپس کر دیا جائے گا) یہ ساحل سمندر پر آگئے۔ وہاں ابو جندل بھی پہنچ گئے اور ان سے آئے۔ اب قریش کا جو آدمی بھی مسلمان ہوتا، وہ ابولعبیرؓ سے آگئے۔ اس طرح یہ ایک جماعت بن گئی۔ اب اس جماعت نے قریش کے قافلوں کو لوٹا شروع کر دیا۔ قریش اس پارٹی سے اتنا تنگ آگئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی کہ آپ انہیں اپنے پاس بلا لیں بلکہ ان کے علاوہ بھی کوئی آپ کے پاس جانا چاہے تو ہماری طرف اجازت ہے اس طرح یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ میں آگئے ۱۴

صلح حدیبیہ کے بعد کچھ مومنہ عورتیں آگئیں۔ ان کے اولیاء نے مطالبہ کیا کہ حدیبیہ میں جو صلح مکمل ہو چکی ہے، اس کی رو سے انہیں واپس کیا جائے۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ مطالبہ اس دلیل کی بنا پر مسترد کر دیا کہ اس دفعہ کے متعلق جو مطالبہ لکھا گیا تھا وہ یہ تھا "اور یہ معاہدہ اس شرط پر کیا جا رہا ہے کہ ہمارا جو آدمی آپ کے پاس جائے گا، آپ اسے لازماً واپس کر دیں گے۔ خواہ وہ آپ ہی کے دین پر کیوں نہ ہو" لہذا عورتیں اس معاہدے میں سرے سے داخل ہی نہ تھیں ۱۵۔

صلح حدیبیہ کے دوران کچھ معجزے ہوئے۔ ایک، جب آپ حدیبیہ کے ایک سرے

پر ایک چشمے پر رُکے۔ اس چشمے میں پانی بہت کم تھا۔ جب پانی ختم ہو گیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحابہؓ نے پیاس کی شکایت کی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور فرمایا کہ اس چشمے میں گاڑ دو۔ کہتے ہیں کہ تیر گاڑنے کی دیر لگتی کہ پانی جوش مار کر نکلا ۱۸۔

”مختصر سیرۃ الرسول“ میں لکھا ہے کہ ایک دن لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پیاس کی وجہ سے تشریف لائے۔ آپ وضو کر رہے تھے۔ صحابہ نے عرض کی کہ پانی صرف اتنا ہی ہے جس سے آپ وضو کر رہے تھے۔ یہ سن کر آپ نے اپنا ہاتھ ڈو لہجی میں رکھا تو آپ کی انگلیوں سے چشمے پھوٹ پڑے۔ سب نے پیٹ بھر کر پانی پیا اور وضو کیا۔ اس وقت صحابہؓ کی تعداد پندرہ سو تھی ۱۹۔

”مقام حدیبیہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حجامت بنا کر تمام بال ایک سبز درخت پر پھینک دیئے۔ تمام اصحابؓ اس درخت کے نیچے جمع ہو گئے اور بالوں کو ایک دوسرے سے پھیننے لگے۔ حضرت امّ عمارہؓ کہتی ہیں کہ میں نے بھی چند بال حاصل کر لیے۔ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے بعد جب کوئی بیمار ہوتا تو میں ان مبارک بالوں کو پانی میں ڈبو کر پانی مرلیض کو پلائی تو زب العزت اسے صحت عطا کر دیتا ۲۰۔

”حدیبیہ سے واپس ہونے تو زادِ راہ کی کمی کی شکایت کی گئی۔ حضور علیہ السلام نے اونٹوں پر لدے ہوئے سامان خورد و نوش کی طرف اشارہ کیا۔ ایک شخص حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی معیت میں حضور علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) اگر ہم اپنا تھوڑا تھوڑا زادِ راہ ایک جگہ اکٹھا کر دیں اور آپ حق سبحانہ سے اس کے زیادہ ہونے کی دعا فرما دیں تو بے شک و شبہ آپ کی دعا بارگاہِ ربانی میں مقبول و مستجاب ہوگی۔ چنانچہ تمام لوگوں نے اپنا اپنا سامان جمع کیا۔ کسی کے پاس چند کھجوریں اور کسی کے پاس تھوڑے سے ستو تھے۔ حضور علیہ السلام نے خداوندِ قدوس سے خیر و برکت کی دعا مانگی تو خوراک کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہو گیا

کہ جانور اٹھانے سے عاجز آگئے۔ ۱

حواشی

۱۔ انوارِ محمدیہ ص ۱۲۳ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۹۴ / مختصر سیرۃ الرسول

ص ۲۴۳ / نقوش - رسول نمبر - جلد ۱، ص ۲۲ / سیرتِ محمدیہ جلد اول - ص ۲۴۳۔

۲۔ نقوش - رسول نمبر - جلد ۲ - ص ۱۶۸، ۵۹۔

۳۔ قریش نے اپنے جاہ و سخوت کی وجہ سے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)

اور مسلمانوں پر کعبہ کا دروازہ اس طرح بند کر رکھا تھا کہ مسلمان حج و عمرہ میں سے

کوئی فریضہ ادا نہ کر سکتے۔ سوال یہ ہے کہ "بیتِ عتیق" یعنی کعبہ قریش کی ملکیت

تھی، وہ تمام عرب کی بیسیاں ملک تھی۔ قریش تو اس کے صرف محافظ تھے۔ اس کے

متعلق کعبہ کی کلید برداری یا حاجیوں کے پانی اور دعوت کی چاکری تھی۔ اور ان

کے یہ مناصب بھی کعبہ کے لیے آئے والوں کا صدقہ تھا۔ (حیاتِ محمد ص ۴۵)

۴۔ ابن اسحاق کہتے ہیں کہ محمد سے محمد بن مسلم بن شہاب زہری نے بواسطہ عروہ

ابن زبیر، سورا بن محزمہ اور مردان ابن حکم کی یہ روایت بیان کی کہ سات سو صحابہ

تھے اور ہر دس نفر پر ایک اونٹ پڑتا تھا جیسا کہ مجھے معلوم ہوا، جابر بن عبد اللہ

فرماتے تھے ہم صحابہ حدیبیہ چودہ سو تھے۔ (ابن ہشام - سیرت النبی کامل - جلد

دوم - ص ۳۴۸، ۳۴۹) اور سلیمان ندوی اور حضرت شاہ پھلواری بھی چودہ سو صحابہ

کا ذکر کرتے ہیں (سلیمان ندوی - رحمتِ عالم - ص ۸۲ / پیغمبرِ انسانیت ص ۲۴۲)

کچھ کتابوں میں چودہ سو یا پندرہ سو صحابہ کا ذکر ہے۔ (مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۴۳

الرحیق المختوم - ص ۵۲۸)

۵۔ أم المؤمنین حضرت ام سلمہ صلح حدیبیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ

تھیں۔ (انوارِ محمدیہ - ص ۱۲۳ / سیرتِ رسول عربی - ص ۱۹۹ / سیرتِ محمدیہ جلد

اول - ص ۲۴۳ / مختصر سیرۃ الرسول - ص ۲۴۳ / عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۱۹۴)

۶۔ مدبر رسالت کے ادا تے عمرہ کے عزم بالجزم کے ساتھ انتہا درجہ کے حزم و احتیاط کو بھی ابتداء ہی سے مد نظر رکھا۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام سے مختلف معرکوں میں قریش کا زور بالکل ٹوٹ گیا تھا، قوت گھٹ گئی تھی، حوصلے لپست ہو گئے تھے یہ سب کچھ تھا مگر اسلام سے نفرت، اہل اسلام سے قلبی عداوت میں ذرا بھی خم نہیں آیا تھا۔ اور ابھی تک وہ استیصال اسلام کی فکروں سے غافل نہیں تھے۔ اس بنا پر جناب رسالت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بے محابا اہل اسلام کی جمعیت کثیر لے کر مکہ میں چلا جانا خلاف مصلحت سمجھا۔ (اسوۃ الرسول، جلد سوم، ص ۲۳۳)

قریش کو جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی آمد کا علم ہوا تو چراغ پا ہو گئے۔ بے دین لوگ مسلمانوں کو حج بیت اللہ سے روکنے کا حق نہ رکھتے تھے۔

لیکن تاریخ بتاتی ہے کہ مسلمانوں کو روکنے کے لیے مضبوط فوجی دستے مقرر کیے گئے جنہوں نے شامہراہیں بند کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے عام راستے ترک کر کے حدیبیہ کا راستہ اختیار کیا اور اعلان کر دیا کہ مسلمانوں کی غرض جنگ نہیں بلکہ محض عمرہ ہے۔ (نقوش، رسول نمبر، جلد ۲، ص ۱۷۷)

”رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جب مقام عسفان (مکہ سے دو منزل) پر آپہنچے تو بنو کعب کا ایک آدمی ادھر سے آ رہا تھا۔ رہگزر سے قریش کے متعلق دریافت کیا۔ اس نے کہا، اہل مکہ آپ کے ادھر آنے کی خبر سنتے ہی طیش میں آ گئے۔ اب ان کا لشکر (مقام) ذی طوی میں ہے۔ ان میں سے ایک ایک لشکر نے قسم کھائی ہے کہ آپ لوگوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا جائے۔ خالد بن ولید

انہیں (مقام) کراع النعیم تک لے پہنچا ہے۔ یہ مقام رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پڑاؤ عسفان سے آٹھ میل کی مسافت پر تھا۔ یہ داستان سننے کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا ”وائے بر حال قریش! وہ جنگوں سے برباد ہو گئے مگر پھر بھی نہ سمجھے، آج اگر وہ مسلمانوں اور عرب زائرین کو طواف و زیارت سے نہ روکتے (تو ان کا کیا بگڑتا) پیش نظر صورت حال میں اگر وہ

محبہ پر غالب آگئے تو انہیں بڑی خوشی ہوگی اور اگر مجھے ان پر اللہ نے غالب کر دیا تو وہ جوق در جوق اسلام قبول کر لیں گے۔ اگر انہوں نے جنگ شروع کر دی جس کی ان میں قوت ہے ہی کہ وہ گھروں سے اسی نیت سے نکلے ہیں (اور مسلمان صرف طواف و زیارت کے لیے) مگر میرے متعلق کس مغالطہ میں ہیں! بخدا میں اسلام کو قائم رکھنے کے لیے ہمیشہ ہمیشہ جہاد کرتا رہوں گا۔ یہاں تک کہ اللہ اسلام کو غالب کرے یا دستِ اجل مجھ پر اپنا قبضہ کرے۔ (حیاتِ محمدؐ، ص ۲۵۹، ۲۶۰ / نقوش جلد ۷ - ص ۲۲)

۷۔ "انوارِ محمدیہ" میں ہے کہ "حدیبیہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مکے سے نو میل کے فاصلے پر تھا" (انوارِ محمدیہ - ص ۱۲۳)

شبلی لکھتے ہیں کہ حدیبیہ ایک کنویں کا نام ہے جو مکہ سے ایک منزل کے فاصلے پر واقع ہے۔ گاؤں بھی اسی کنویں کے نام سے مشہور ہے (سیرۃ النبیؐ جلد اول - ص ۲۶۸)

سیرتِ محمدیہؐ جو مواہب اللدنیہ کا اردو ترجمہ ہے میں لکھا ہے "حدیبیہ ایک کنواں ہے۔ اس کنویں کے ساتھ اس جگہ کا نام رکھا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ ایک درخت ہے اور محبِ طبری نے کہا ہے کہ ایک قریہ ہے کہ مکہ سے قریب ہے۔ اکثر اس قریہ کا حصہ حرم شریف میں ہے اور باقی حل میں ہے۔ اور قریہ مکہ سے نو میل پر ہے۔ (سیرتِ محمدیہ - جلد اول - ص ۲۲۳)

۸۔ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کی طرف اپنے پہلے قاصد خراش بن امیہ الخزاعی کو روانہ کیا تو قریش نے خراش کو دیکھتے ہی ان پر حملہ کر کے ان کی سواری کو ہلاک کر دیا اور انہیں پکڑ لیا مگر اجابیش نے مداخلت کر کے ان کی جان بچائی۔ دوسرے قاصد کو بھی روانہ کیا تھا کہ رات کی تاریکی میں قریش کے چالیس پچاس نوجوانوں نے مسلمانوں پر پتھراؤ کیا اور پھر یک دم بھپٹ پڑے مگر مسلمانوں نے سب کو قید کر لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا۔ آپ نے

ان کو رہا کر دیا۔ اس کے بعد دوسرے قاصد حضرت عثمانؓ کو بھیجا گیا۔ (حیات محمدؐ ص ۴۶۳)

۹۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ارشاد کے مطابق سیدنا عثمانؓ بن عفان کے تشریف لے گئے اور اپنے ایک قرابت دار ابان بن سعید کے گھر ٹھہرے۔ جب اہل مکہ کو حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا پیغام مصالحت پہنچایا تو انہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ ہم محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور اصحابِ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو ہرگز مکے میں داخل نہ ہونے دیں گے۔ ہاں اگر تم خود عمرہ ادا کرنا چاہو تو کر لو، سیدنا عثمانؓ نے اس کا جو جواب دیا، وہ اوراق تاریخ پر ہمیشہ ابھرے ہوئے حروف میں میرے کی طرح چمکتا رہے گا۔ آپؐ نے فرمایا۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ یہاں تنہا عمرہ و طواف کر لوں اور میرا کعبہ حقیقت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیت اللہ سے دور حدیبیہ میں بیٹھا رہے " اللہ اللہ۔ ظاہر بن فقیہ کی نگاہوں میں جناب عثمانؓ طوافِ کعبہ کے ایک بڑے ثواب سے محروم رہے۔ مگر حقیقت بین نگاہ میں اس ترکِ طواف کا ثواب، ثوابِ طواف سے کہیں زیادہ ہے۔

حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور عثمانؓ کے درمیان روحانی وائریس لگا ہوا تھا۔ یہاں حدیبیہ میں بعض لوگ بولے کہ عثمانؓ بڑے خوش قسمت ہیں، وہ کم سے کم عمرہ تو ادا کر ہی لیں گے۔ عثمانؓ کے قبضہ شناس پیغمبرؐ نے فرمایا۔ مجھے یقین نہیں کہ عثمانؓ میرے بغیر عمرہ و طواف کر لیں، " صدق النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) واقعہ بھی یہی ہے کہ عثمانؓ کو حقیقت کعبہ کا کیا علم تھا۔ تو تم نے تو اس بیت اللہ کو بیت الاصنام بنا دیا تھا۔ یہ کعبہ حقیقت ہی تھا جس نے حقیقت کعبہ سے دنیا کو روشناس کرایا۔ (پیغمبرِ انسانیت ص ۴۶۹)

۱۰۔ " زہری نے بیان کیا۔ پھر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو بلایا اور ارشاد فرمایا۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھو۔ اس پر سہیل نے کہا۔

میں یہ نہیں جانتا، بلکہ لکھو۔ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ (اے اللہ تیرے نام سے) اس پر رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ ہی لکھو۔ عرب اس وقت بِاسْمِكَ اللَّهُمَّ ہی لکھتے تھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ، اسلام نے سکھائی (عاشیم) حضرت علیؑ نے یہی لکھ دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا لکھو هَذَا مَا صَلَّحَ عَلَيْكَ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ (یہ وہ معاہدہ ہے جس پر محمد اللہ کے رسول نے سہیل بن عمرو سے صلح کی)۔

سہیل نے کہا۔ اگر میں اس بات کا اقرار کرتا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تو تو آپ سے جنگ کی ضرورت کیوں پیش آتی۔ صرف اپنا اور اپنے والد کا نام لکھے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا لکھو۔ (سیرت النبی کامل۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۸ / سیرت رسول عربی ۲۔ ص ۲۰۳، ۲۰۴ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۳ / سیرت النبی۔ جلد اول۔ ص ۲۶۲ / معاذی الرسول۔ ص ۳۰۹ / مختصر سیرت الرسول۔ ص ۲۶۹ / نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۲۲۲، ۲۵۱ / پیغمبر انسانیت۔ ص ۲۸۲ / سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۰، ۲۵۱ / شواہد النبوت۔ ص ۱۲۷، ۱۲۸)

حنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے فرمایا رسول اللہ کا لفظ کال دو حضرت علیؑ نے عرض کی کہ میرے لیے یہ بات نہایت تکلیف دہ ہے تو حنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علیؑ سے وہ کاغذ لیا اور اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کی جگہ محمد بن عبد اللہ لکھ دیا۔ (أسوة الرسول۔ جلد سوم۔ ص ۱۶ (ابن اثیر و ابام مسلم محدث ۱) / سیرت محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۵۱۔ ۲۵۵)

|| حنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ میں دس بارہ دن قیام فرمایا اور مکہ سے رخصت ہوئے۔ (انوار محمدیہ۔ ص ۱۲۸) مکہ سے مدینہ جاتے ہوئے وحی کے ذریعہ ”فتح مبین“ کی بشارت نازل ہوئی۔ قرآن کی اس سورۃ کا نام ہی ”فتح“ ہے۔ (حیات محمدیہ۔ ص ۲۶۸ / مختصر سیرت الرسول۔ ص ۲۸۲ / نقوش۔ جلد ۱۔ ص ۲۶ / پیغمبر انسانیت۔ ص ۲۹۰)

۱۲ — صلح حدیبیہ کے معاہدہ کی تیسری شرط عجیب شنیع تھی۔ وہ یہ کہ جو کوئی ہماری جانب سے بغیر اجازت کے، از خود تم میں چلا جائے، اُسے ہماری طرف لوٹا دیں اگرچہ مسلمان ہو کر ہی پہنچے اور جو کوئی آپ کی طرف سے آجائے گا اسے ہم نہ لوٹائیں گے۔ مسلمانوں نے اس شرط پر تعجب کیا اور کہنے لگے، ہم کس طرح اسے لوٹائیں گے جو مسلمان ہو چکا ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ جب سہیل نے اس شرط کا ذکر کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، ایسا ہی ہوگا۔ سیدنا عسر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اس شرط پر راضی ہیں؟ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تبسم فرمایا اور فرمایا "اے عمرؓ جو کوئی ان کے پاس سے ہمارے پاس مسلمان ہو کر آئے گا اور ہم اسے لوٹائیں گے تو حق تعالیٰ اس کے لیے کثادگی اور آزادی کی راہ پیدا فرمادے گا۔ اور جو کوئی ہم سے انحراف کر کے مشرکوں کی طرف جائے گا، ہمارا اس سے کیا سروکار ہے۔ وہ کفار کی صحبت ہی کے لائق ہے اور آخری شق کا وقوع بہت کم ہوگا۔ اور کمتر واقع ہوگا لیکن شق اول وقوع پذیر ہوگی۔ لیکن بالآخر عاقبت بخیر بعد معاملہ احسن وجود میں آئے گا۔ (مدارج النبوت۔ جلد دوم ص ۳۶۱، ۳۶۲ / مغازی الرسول ص ۳۰۸ / مختصر سیرۃ الرسول ص ۲۸۱)

۱۳ — سلیمان ندوی۔ رحمت عالم ص ۸۲-۸۶ / سیرت النبی کامل جلد دوم۔ ص ۳۶۸-۳۸۵ / الوفا۔ ص ۴۲۴-۴۲۹ / الرحیق المختوم۔ ص ۵۴۸-۵۶۵ / النوار محمدیہ۔ ص ۱۲۲-۱۲۸ / سیرت رسول عربی۔ ص ۱۹۹-۲۰۸ / عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۱۹۴-۲۰۰ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۱-۳۶۲ / سیرۃ النبی جلد اول۔ ص ۲۶۸-۲۶۹ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۷۷- / مغازی الرسول۔ ص ۳۰۴-۳۱۱ / اسوۃ الرسول۔ جلد سوم۔ ص ۱-۲۶ / حیات محمد ص ۲۵۵-۲۶۱ / مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۲۶۲-۲۸۸ / سیرۃ محمدیہ۔ جلد اول۔ ص ۲۲۳-۲۶۶ / مغیرہ السانیت۔ ص ۲۶۱-۲۶۵ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۱-۲۸۔

۱۳۔ الرقیق المختوم۔ ص ۵۵۷ / سیرت رسول عربی۔ ص ۲۰۶ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۶۲-۳۶۳ / سیرة النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴۳، ۲۴۴ / اسوة الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۱۸-۲۰، ۲۶، ۲۷ / حیات محمدؐ۔ ص ۲۶۷ / مختصر سیرة الرسولؐ۔ ص ۲۸۰-۲۸۱ / نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۱۔ ص ۲۶ / پیغمبرِ انسانیتؐ۔ ص ۲۸۶، ۲۸۷ / معانی الرسولؐ۔ ص ۲۰۹، ۲۱۰۔

۱۵۔ قریش تنگ آکر حضور رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے طالبِ رحم ہوئے اور واپسی کی شرط بھی آزادی۔ پس حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابولعبیرؓ و ابو جندلؓ کے نام ایک نامہ بھیجا۔ ابولعبیرؓ اس وقت قریب الموت تھا وہ نامہ مبارک اس کے ہاتھ میں ہی تھا کہ انتقال کر گیا۔ اور ابو جندلؓ ساتھیوں سمیت مدینہ میں حاضر خدمتِ اقدس ہو گیا اور مدینہ ہی میں رہا یہاں تک کہ حضرت عمر فاروق کے عہد میں ملکِ شام میں شہید ہو گیا۔ (سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۲۰۸ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۴۳، ۳۴۴)

”اسوة الرسول“ میں محدث شیرازی کے حوالے سے لکھا ہے ”جس وقت یہ نامہ مبارک عیص میں پہنچا۔ عزیز ابولعبیرؓ پر عالم نزع طاری تھا۔ ابو جندلؓ جو مکہ سے آکر انہی کے پاس مقیم تھے، سر ہانے تیمارداری کر رہے تھے۔ ابولعبیرؓ کے کان میں چلا کر نامہ مقدس کی آمد کی بشارت دی۔ ابولعبیرؓ نے یہ مشرودہ جانفزا سن کر آنکھیں کھول دیں اور ابو جندلؓ کے ہاتھ سے نامہ مبارک لے کر اپنے سینے پر رکھ لیا اور روح عالمِ قدس کی طرف پرواز کر گئی۔ ابو جندلؓ کا بیان ہے کہ ہم نے مل کر ابولعبیرؓ کو دفن کر دیا اور ایک مسجد وہاں تعمیر کر دی۔ پھر وہاں سے ہم لوگ مدینہ منورہ چلے آئے۔ (اسوة الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۷)

۱۶۔ الرقیق المختوم۔ ص ۵۶۳، ۵۶۵ / سیرت رسولؐ عربی۔ ص ۲۰۸، ۲۰۹ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۳۴۲، ۳۴۳ / سیرة النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۴۵، ۲۴۶ / اسوة الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۶، ۲۷ / حیات محمدؐ۔ ص ۲۶۹، ۲۷۰ / مختصر سیرة الرسولؐ۔

ص ۲۸۶، ۲۸۷ / نقوش - جلد ۷ - ص ۲۸۰، ۲۸۱ -

۱۷۔ الریح المخبوم - ص ۵۵۸، ۵۵۹ / سیرت النبی - جلد اول - ص ۲۷۵ / مختصر سیرة

الرسول - ص ۲۸۳ -

مستورات میں سے حضرت ام کلثومؓ جو رئیس مکہ (عقبہ بن ابی معبد) کی صاحبزادی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں۔ مدینہ ہجرت کر کے آئیں لیکن ان کے ساتھ ان کے دونوں بھائی عمارۃ اور ولید بھی آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ ان کو واپس دے دیجیے۔ آپ نے منظور نہ فرمایا۔ صحابہؓ میں سے جن لوگوں کی ازواج مکہ میں رہ گئی تھیں اور اب تک کافرہ تھیں، صحابہؓ نے ان کو طلاق دے دی (سیرة النبی - جلد اول - ص ۲۷۶ / اسوۃ الرسول - جلد سوم - ص ۲۲، ۲۵ / حیات محمدؐ - ص ۲۷۰، ۲۷۱)

۱۸۔ انوار محمدیہ - ص ۱۲۲، ۱۲۵ / سیرة النبی - جلد اول - ص ۲۶۹ / سیرت النبی کامل جلد دوم - ص ۳۷۰ / الوفا - ص ۷۲۸ / الریح المخبوم - ص ۵۵۰، ۵۵۱ / مختصر سیرة الرسول - ص ۲۷۲ -

”سیرت رسول عربیؐ“ میں لکھا ہے کہ آپ نے اس کنویں میں پانی کی ایک گلی ڈالی تھی جس سے پانی بکثرت ہو گیا تھا۔ (سیرت رسول عربیؐ - ص ۲۰۰، ۲۰۱ / شواہد النبوة - ص ۱۲۶، ۱۲۷)

۱۹۔ مختصر سیرة الرسولؐ - ص ۲۸۵ / شواہد النبوة - ص ۱۲۷ -
حضرت جابر رضی عنہ سے اس واقعہ کے بارے میں کسی نے پوچھا کہ کتنے لوگ اس وقت موجود تھے۔ انہوں نے کہا، اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تو پانی کافی تھا لیکن ہماری تعداد پندرہ سو تھی۔ (شواہد النبوة - ص ۱۲۷)

۲۰۔ شواہد النبوة - ص ۱۲۸ -

۲۱۔ ایضاً - ص ۱۲۸، ۱۲۹ -

عمرۃ القضا

اسحق علوی عمرۃ القضا کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ابن حبیب نے اس کی تاریخ بھی دو شنبہ ۶ ذی قعدہ بیان کی ہے۔ حسابی رو سے ذیقعدہ ۸۶ کی پہلی تاریخ کو (۲۹) کا چاند مان کر پنجشنبہ تھا۔ اس لیے دو شنبہ کا دن بجائے ۶ کے ۵ کو پڑتا ہے لیکن "۳۰" کا چاند مان لیا جائے تو یہ تفاوت بھی نہیں رہتا۔

حاکم نے اکیلے میں بیان کیا ہے کہ جب ہجرت کے ساتویں سال ذی القعدہ کا چاند نظر آگیا تو اتر سے یہ خبریں آنے لگیں کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے صحابہ کو حکم دیا ہے کہ وہ عمرۃ قضا کے لیے تیار ہو جائیں جسے مشرکین مکہ نے گزشتہ سال روک دیا تھا۔ نیز حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ارشاد تھا کہ جو آدمی بھی سال گزشتہ مدینہ میں موجود تھا وہ ضرور شامل ہو۔ چنانچہ سوائے ان لوگوں کے جو خیر میں شہید ہو گئے تھے یا فوت ہو گئے تھے، باقی سب شریک سفر تھے۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) دو ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ مدینہ کی سیّدہ البورہم غفاری رضی اللہ عنہا کے سپرد ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ قربانی کے ساتھ اونٹ تھے۔ متفرق ہتھیار، تلواریں، زہریں اور نیزے بھی ساتھ تھے۔ جب آپ ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو آپ نے سواروں کو محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں آگے روانہ کیا۔ پھر ہتھیار روانہ فرمائے اور بشیر بن سعد رضی اللہ عنہ اس کے انچارج تھے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے احرام باندھا، تلبیہ پڑھی اور باقی مسلمان بھی آپ کے ساتھ ساتھ تلبیہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ عنہ اپنا دستہ لیے مر الظهران کے مقام پر پہنچ گئے۔ وہاں قریش کے کچھ آدمیوں سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتایا کہ رسول اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کل صبح یہاں پہنچ جائیں گے

انہوں نے قریش کو جا کر بتایا تو وہ گھبرا گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوسرے دن مراظران کے مقام پر پہنچ گئے اور لشکر کے ہتھیار وادی یاجج جو مکے کے قریب ایک جگہ ہے، بھیج دیئے اور اوس بن خولی الانصاری رضی اللہ عنہ کو دوسو آدمیوں کے ساتھ ان کی حفاظت کے لیے مقرر فرمایا۔

اہل مکہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم قرآنی کے اونٹوں کو لیے روانہ ہوئے جو ذی طوی کے مقام پر روک لیے گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی قصویٰ پر سوار ہو کر نکلے صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور اکرم (فداہ امی وابی) کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا اور تلواریں گردنوں میں جمائے کیے ہوئے تھے اور تلبیہ پڑھتے تھے چنانچہ اس گھاٹی پر جو حجوں کے سامنے تھی، تشریف لے آئے۔ حضرت ابن رواحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کی اونٹنی کی مہار پکڑی ہوئی تھی اور بطور رجز پڑھ رہے تھے۔

”اے مشرک! حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستے سے ہٹ جاؤ۔ آج ہم آپ کی تشریف آوری پر تمہیں زبردست ضرب لگائیں گے۔
یہ ایسی ضرب ہوگی کہ شیر اپنے کچھارے سے بھاگ نکلے گا اور دوست دوست کو بھول جائے گا۔“

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے کہا، تم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے شعر پڑھ رہے ہو۔ حضور کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے فرمایا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے شعر پڑھنے دو، کیونکہ تیر کی نوک سے بھی اس کا اثر جلدی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تلبیہ پڑھتے پڑھتے جا رہے تھے، تاکہ آپ نے حجرِ اسود کو اپنے عصا سے چھوا، اور آپ نے جامہ احرام کو دائیں بغل کے نیچے سے گزار کر اس کا دوسرا پلو بائیں بازو پر ڈال لیا جس سے دائیں کندھائی کا ٹکڑا اور بائیں ڈھانپا ہوا تھا۔ باقی صحابہ نے بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تتبع میں اسی طرح جامہ احرام اوڑھ رکھا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی اونٹنی پر طواف کر رہے تھے اور صحابہ نے آپ

کے ساتھ گھوم رہے تھے۔

بخاری شریف میں مذکور ہے کہ مشرکین آپس میں کہنے لگے کہ تمہارے یہاں ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں مدینے کی گرمی نے کمزور کر دیا ہے اس لیے حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں حکم دیا کہ تین طواف جلدی جلدی قدم اٹھا کر پورے کرو اور رکنین کے درمیان حسب معمول چل کر، اور ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا۔ لمبے لمبے ڈگ بھر کر چلو، تاکہ مشرکین کو تمہاری طاقت کا اندازہ ہو پھر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اونٹنی کی پیٹھ پر سی صفا اور مروہ کے درمیان سعی کی جب طواف کا ساتواں پھیرا اٹھا اور قربانی کے اونٹ مروہ کے پاس کھڑے کیے گئے تھے آپ نے فرمایا۔ یہ ہے قربان گاہ اور کے کی ہر وادی قربان گاہ ہے۔ اس پر آپ نے مروہ کے پاس قربانی کی اور یہیں سر منڈایا۔ باقی لوگوں نے بھی اسی طرح کیا۔ اس کے بعد حکم دیا کہ کچھ آدمی اپنے ان ساتھیوں کے پاس جو وادی یاجج میں ٹھہرے ہوئے ہیں، جائیں۔ وہ وہاں ہتھیاروں کی حفاظت کے لیے رک جائیں اور انہیں مناسک ادا کرنے کے لیے بھیجیں۔ چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعمیل ارشاد کی۔

حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تین دن تک مکے میں قیام فرما رہے۔ جب مبعیاد ختم ہو گئی تو مشرکین مکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آئے اور کہا اپنے ساتھی سے کہو کہ وہ مکے کو چھوڑ دیں کیونکہ مبعیاد ختم ہو گئی ہے۔ اس پر آپ نے مکے سے کوچ فرمایا۔ ۹

اسی عمر میں حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت میمونہ بنت حارث عامریہ سے شادی کی۔ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ام الفضل حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں تھیں اس لیے حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے مکہ پہنچنے سے پہلے حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو حضرت عباس کے پاس حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے رشتہ کے لیے بھیجا تھا جو انہوں نے منظور کیا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کی شادی حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کر دی۔ نا ”آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مکے سے چلنے لگے تو سیدنا امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی کسین

صاحبزادی جناب امامہ رضی اللہ عنہا جو ہنوز مکے میں تھیں، چچا چچا، کہتی ہوئی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس دوڑ کر آئیں۔ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے گود میں اٹھالیا۔ سیدنا زید بن حارثہ اور سیدنا جعفر بن ابی طالب بھی موجود تھے۔ جھگڑا یہ ہوا کہ اس یتیم بچی کی پرورش کا ذمہ کون لے؟ ان تینوں نے اپنا اپنا حق جتنا شروع کیا۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سب سے پہلے میرے پاس آئی ہے اور یہ میری چچا زاد بہن بھی ہے۔ زید نے اپنا دعویٰ یوں پیش کیا کہ حمزہ رضی اللہ عنہ میرے دینی بھائی تھے۔ اس لیے میں بھی امامہ کا چچا ہوں۔ جعفر نے اپنا حق یوں بتایا کہ ”حمزہ رضی اللہ عنہ تو میرے بھی دینی بھائی تھے اور اس یتیم کی خالہ میرے گھر ہے“ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تینوں کے دعوے کو برابر کا درجہ دیا اور فرمایا ”خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے“ اس کے بعد امامہ کو جناب اسماء کے حوالے کر دیا۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۴۵۹۔

۲۔ صفی مبارک پوری لکھتے ہیں کہ اس عمرے کو عمرۃ القضا اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ حدیبیہ کی قضا کے طور پر تھا یا یہ کہ یہ حدیبیہ کی صلح کے مطابق تھا اور چونکہ اس طرح کی مصالحت کو عربی میں قضا اور مقاضا کہتے ہیں اس لیے اس عمرہ کو عمرۃ القضا کہا جاتا ہے۔ (الرحیق المختوم۔ ص ۶۲۳)

”مدارج النبوت“ میں ہے کہ ”قضا بمعنی صلح ہے یعنی وہ عمرہ جو صلح حدیبیہ میں طے پایا تھا کہ سال آئندہ آئیں اور عمرہ ادا کریں۔ اسی بنا پر اس کا نام ”عمرۃ الصلح“ و ”عمرۃ القضا“ اور ”عمرۃ القضیہ“ بھی واقع ہے (مدارج النبوت

جلد دوم۔ ص ۲۲۱)

ابن ہشام لکھتے ہیں ”اس عمرے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ”عمرۃ قضا“ کا نام دیا کیونکہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ذی قعدہ ۶ھ میں عمرہ کرنے سے روک دیا تھا اور یہ حرمت کا مہینہ تھا۔ اس لیے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مشرکوں سے اس کا قصاص لیا۔ چنانچہ ذی قعدہ ۶ھ میں (ایک سال بعد) آپ مکہ میں داخل ہو گئے۔ (سیرت النبیؐ کامل - حصہ دوم ص ۲۳۳)

۳۔ ”دو ہزار مسلمانوں کی فوج اسی جوش و خروش کے ساتھ گام زن تھی۔ ان کے دل فرطِ خوشی سے بلیوں اچھل رہے تھے۔ تھوڑات میں یہ نقشے بکتے کہ جونہی اپنی اپنی سواریوں سے اتر کر شہر میں داخل ہوں گے۔ (دوستوں سے مل کر) زندگی کے اس دور کی یاد تازہ کریں گے جس کی آخری گھڑیوں میں قضا و قدر نے انہیں گھر سے بے گھر نکال دیا تھا۔ ان اجباب کا تذکرہ ہو گا جنہیں مکہ سے جلا وطن ہوتے وقت زندہ چھوڑ گئے تھے اور اس کے بعد وہ آسودہ لحد ہو گئے۔ عزیزوں کے ساتھ بیٹھ کر اپنے اس مال و اسباب کی لوٹ اور غارت کی داستان بھی دریافت کی جائے گی جس سے خدا کی راہ میں ہجرت کے موقع پر ہاتھ دھو کر روانہ ہو گئے تھے۔ اور یہ تصور بھی ان کے دماغ میں کروٹیں لے رہا تھا کہ جس ایمان سے ان کی زندگی نے یہ انقلاب پیدا کر دیا تھا، وہ انہیں کس انداز سے خدا کے گھر کی طرف لے آیا ہے..... ابھی تک وہ منظر بھی ان کی نظر سے اوجھل نہ ہوا تھا جب انہیں اس مقدس فرض کے ادا کرنے سے سالہا سال سے رد کر دیا گیا۔ آج وہ کس قدر خوش تھے کہ ذرا دیر بعد وہ اس متبرک سرزمین میں امن و سلامتی کے ساتھ داخل ہوں گے۔ (حیاتِ محمدؐ - ص ۲۹۷، ۲۹۸)

۴۔ ”تاریخ مدینہ“ میں لکھا ہے کہ ”آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو ہزار ایک سو سواروں کے ہمراہ عمرہ قضا ادا کیا۔“ (تاریخ مدینہ - ص ۸۸)

”الرحیق المختوم“ میں ہے کہ عمرہ القضا ادا کرنے والے صحابہ کی تعداد عورتوں اور بچوں کے علاوہ دو ہزار تھی۔ (الرحیق المختوم - ص ۶۲۰)

۵۔ جب قریش نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کا سنا تو

اسلحہ اور گھوڑوں کو دیکھا تو پوچھنے لگے یہ کیا ہے؟ کیا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جنگ کے ارادے سے آئے ہیں اور صلح کو توڑتے ہیں؟ فرمایا۔ صلح اپنی جگہ قائم ہے۔ یہ بطور احتیاط ساتھ لیا ہے۔ اس سے کفار کو اطمینان ہو گیا۔
(مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۴۲)

”مکے سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک جگہ بطن یاجج میں تمام اسلحہ رکھ دیئے گئے اور دو سو سواروں کا دستہ حفاظت اسلحہ کے لیے یہاں متعین کر دیا گیا۔ عربوں کا یہ عام دستور ہی تھا کہ ہتھیاروں کے بغیر کہیں سفر نہیں کرتے تھے۔ اس عادت کے علاوہ بھی مسلمانوں کو ہر وقت چوکس اور ہوشیار رہنا پڑتا تھا۔ بطن یاجج میں آٹھ میل کے فاصلے پر ہتھیاروں کو سوار دستے کی حفاظت میں اس لیے رکھ دیا گیا ہو گا کہ خدا نخواستہ اگر اہل مکہ اپنے معاہدے کے خلاف چھپر چھاڑ کر اور دفاع کی نوبت مجبوراً آجاتے تو نہتے ہونے کی وجہ سے مسلمان مار نہ کھائیں بلکہ ایک آواز میں بطن یاجج سے اسلحہ پہنچ جاتیں۔ (پنجمبر انسانیت، ص ۵۳۲، ۳۳۳/ سلیمان ندوی، رحمت عالم، ص ۹۶)

۶۔ ”مسلمان شہر میں داخل ہوئے تو اس سے پہلے قریش مکہ سے روپوش ہوئے کسی نے (قریبی) پہاڑیوں میں خیمے نصب کر لیے، کوئی درختوں کی آڑ میں جا چڑھا۔ بعض کوہ ابو قیس پر چڑھ گئے، کسی نے حرا میں پڑاؤ ڈال لیا۔ الغرض سد ہردو زن ندامت سے منہ چھپانے کے لیے گرد و نواح کی پہاڑیوں میں دبک گئے۔ روپوشی کے ساتھ قریش کا ہر فرد مسلمانوں کی طرف تاک لگائے دیکھ رہا تھا کہ جن لوگوں کو دھتکار کر مکہ سے نکال دیا تھا، آج وہ اس شان و شوکت سے ساتھ شہر میں داخل ہو رہے ہیں“ (احیات محمد، ص ۴۹۸)

۷۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں نے تین چکر دوڑ کر لگائے۔ منہ نے دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ لوگ جن کے متعلق ہم مجبور رہے تھے کہ بخار نہ لے

توڑ دیا ہے، یہ تو ایسے اور لوگوں سے بھی زیادہ طاقتور ہیں۔ (الرحیق المختوم۔

ص ۶۴۲)

۸۔ یہاں لکھتے ہیں کہ آپ عمرہ کے بعد ”دوسرے دن بیت اللہ میں تشریف لائے۔ کعبہ میں بدستور نبت موجود تھی۔ بایں ہمہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان کہی اور رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنے دو ہزار صحابہ ہمیت ظہر کی نماز ادا کی۔ یہی کعبہ ہے جس میں سات برس تک عبادت کرنے سے روک دیا گیا تھا۔ (حیات محمدؐ۔ ص ۲۹۹)

۹۔ انوارِ محمدیہؐ۔ ص ۱۳۳-۱۳۶ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۲۰-۶۲۳ / حیات محمدؐ۔ ص ۲۹۶-۵۰۰ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۴۱-۲۴۸ / سیرت النبیؐ کامل ص ۲۳۳-۲۳۶ / سیرت محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۰-۲۹۶ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ ص ۳۰۰-۳۰۱ / أسوة الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۱۲۹-۱۳۲ / پیغمبرِ انسانیتؐ ص ۵۰۰-۵۳۶ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۲۱-۵۱۸ / سلیمان ندوی۔ رحمتِ عالم۔ ۹۷، ۹۶۔

۱۰۔ اربعۃ المختوم۔ ص ۶۲۳ / حیات محمدؐ۔ ص ۵۰۰ / سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم ص ۵۵ / سیرت محمدیہؐ۔ جلد اول۔ ص ۲۹۶ / مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۱۸ / تاریخ مدینہ۔ ص ۸۸۔

سودر ہم بطور مہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب سے ادا کیے گئے اور سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۲۳۵)۔
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور حضرت خالد بن ولید کی خالہ

مختصر سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۵۱۸)۔
حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بحیثیت نکاح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شب سے

فتح مکہ

اسلام کی تاریخ کا سب سے سنہری دن "فتح مکہ" کا دن ہے۔ کیونکہ مکہ میں رہنے والوں نے مسلمانوں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ظلم اور زیادتیوں کی انتہا کر دی تھی۔ جنہوں نے مسلمانوں کو تنگ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی، ان کو جانی اور مالی نقصانات پہنچائے، جنہوں نے اسلام اور پیغمبر اسلام (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی راہ میں ہمیشہ رکاوٹیں پیدا کیں، آج وہی محکوم ہونے والے تھے۔

رات کی تاریکی میں ظالموں سے چھپ کر نکلنے والے، آج اسلام کی روشنی لیے، دن کے اُجالے میں واپس تشریف لارے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تاریخ کے اس اہم موڑ پر مدینہ سے روانگی کے لیے دو شنبہ کا دن چنا۔

اسحاق علوی اس غزوہ کی روانگی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ "بیان کیا جاتا ہے

کہ فتح مکہ کے سلسلے میں مسلمان فوجیں چہار شنبہ ۱۰ رمضان ۸ ہجری کو نکلی تھیں۔

اور یوم فتح جمعہ ۲۰ رمضان ۸ ہجری متعین ہے مگر حساب سے ثابت ہوتا ہے کہ

۱۰ کو چہار شنبہ ممکن ہے، نہ ۲۰ کو جمعہ بلکہ ۱۰ رمضان ۸ کو دو شنبہ آتا ہے۔

"حدیبیہ کی صلح کے سبب سے خود سے مسلمان اب مکہ پر حملہ نہیں کر سکتے تھے۔

مگر خدا کی قدرت دیکھیے کہ اس کا موقع خود مکہ والوں نے پیدا کر دیا۔ حدیبیہ کی صلح

کی رو سے کچھ قبیلوں نے مکہ والوں کا ساتھ دیا تھا اور کچھ مسلمانوں کے ساتھ تھے

ان میں سے خزاعہ کا قبیلہ مسلمانوں کے ساتھ تھا اور ان کے دشمن بنو بکر قریش سے

ملے ہوئے تھے۔ معاہدے کی رو سے قریش کے ساتھیوں میں سے کسی کا مسلمانوں

کے کسی ساتھی قبیلہ پر حملہ کر دینا معاہدہ کو توڑ دینا تھا۔

خزاعہ اور بنو بکر میں زمانہ سے لڑائیاں چلی آتی تھیں، جب تک اسلام سے

مقابلہ رہا۔ سب ملے رہے۔ اب جب حدیبیہ کی صلح نے مطمئن کر دیا تو بنو بکر سمجھے کہ اب دشمن سے بدلہ لینے کا وقت آگیا۔ یک بیک انہوں نے خزاعہ پر حملہ کر دیا۔ قریش کے بہت سے بہادروں نے راتوں کو صورتیں بدل بدل کر خزاعہ پر تلواریں چلائیں۔ خزاعہ نے حرم میں پناہ لی مگر وہاں بھی اس کو پناہ نہ مل سکی۔ شرط کے مطابق مسلمانوں پر ان کی مدد فرض تھی۔ خزاعہ کے چالیس شتر سواروں نے فریاد لے کر مدینہ کی راہ لی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے واقعہ سنا تو آپ کو بہت رنج ہوا۔ آپ نے قریش کے پاس قاصد بھیجا اور تین شرطیں پیش کیں۔ کہ ان میں سے وہ کوئی منظور کر لیں۔

- ۱۔ خزاعہ کے جو لوگ مارے گئے ان کے خون کے بدلے میں روپیہ ادا کریں۔
- ۲۔ بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں۔
- ۳۔ اعلان ہو جائے کہ حدیبیہ کا معاہدہ ٹوٹ گیا۔

قریش کے سردار نے قریش کی طرف سے عیسوی بات منظور کر لی۔ یعنی یہ کہ حدیبیہ کا معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ لیکن قاصد کے چلے جانے کے بعد قریش بہت کھپتائے اور انہوں نے ابوسفیان کو اپنا سفیر بنا کر مدینہ بھیجا کہ حدیبیہ کے معاہدہ کو پھر سے تازہ کرے۔ ابوسفیان نے مدینہ آکر پہلے نبوت کی بارگاہ میں عرض کی، وہاں سے کوئی جواب نہ ملا تو حضرت ابو بکرؓ سے آکر کہا۔ انہوں نے انکار کیا تو وہ حضرت عمرؓ کے پاس آیا۔ انہوں نے کہا یہ مجھ سے نہیں ہو سکے گا۔ پھر وہ حضرت علیؓ کے پاس گیا، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو ملے کر چکے ہیں، اس کے بارے میں ان کو کچھ مشورہ نہیں دیا جاسکتا۔ بہتر یہی ہے کہ تم مسجد میں جا کر اعلان کر دو کہ میں حدیبیہ کی صلح کو پھر بحال کرتا ہوں۔ اس نے یہی کیا، ابوسفیان نے جا کر لوگوں سے یہ واقعہ بیان کیا۔ سب نے کہا: نہ یہ صلح ہے کہ ہم اطمینان سے بیٹھیں اور نہ یہ جنگ ہے کہ لڑائی کا سامان کریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کی تیاریاں شروع کر دیں اور احتیاط کی کہ مکہ والوں کو پتہ نہ لگے۔ ۱۰ رمضان کو دس ہزار فوج مکہ کی طرف بڑھی۔ مکہ سے ایک

منزل ادھر اتر کر پڑا وڈالا۔ قریش کو خبر نہ تھی، ابوسفیان اور قریش کے دوسراڑ پتا لگانے کو نکلے۔ کچھ دور نکلے تو دیکھا کہ باہر ایک فوج پڑی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ رہنکو جو مکہ سے نکل کر پہلے ہی راستہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پہنچ چکے تھے۔ مکہ والوں کی حالت پر رحم آیا اور یہ سوچ کر کہ اگر فوج کے مکہ میں داخلے سے پہلے مکہ والے خود آکر امن مانگ لیں تو ان کی مصیبت دور ہو جائے گی، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمہ سے نکلے اور آپ کی سواری پر بیٹھ کر مکہ کی راہ کی۔ ابھی کچھ ہی دور چلے تھے کہ ابوسفیان وغیرہ مل گئے ان کو بتایا کہ اسلام کا لشکر مکہ کے پاس پہنچ گیا اب قریش کی خیر نہیں۔ ابوسفیان نے مشورہ پوچھا۔ فرمایا تم میرے ساتھ چلے آؤ۔ وہ ساتھ ہو لیے۔ حضرت عباسؓ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے چلے۔ راہ میں حضرت عمرؓ نے دیکھ کر کہا: "کفر کا سردار اب ہمارے قبضہ میں ہے" اور یہ کہہ کر جھپٹے مگر حضرت عباسؓ ان کو لے کر جدی سے حضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے خیمہ میں گھس گئے اور عمرؓ کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں نے ابوسفیان کو پناہ دی ہے۔ یہ کونسا ابوسفیان تھا؟ وہی جس نے اسلام کے خلاف بد کے بعد سے لے کر اب تک ساری لڑائیاں کھڑی کی تھیں۔ عرب کے قبیلوں کو ابھارا بھارا کر بار بار مدینہ پر چڑھا کر لایا تھا جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی سازشیں کی تھیں۔ وہ مسلمانوں کے پنجہ میں تھا اور اپنے ہر جرم کی سزا کا مستحق تھا، لیکن اسلام کا رحمتِ محکم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان سب سے درگزر کر کے اس کو اسلام کی بشارت سناتا ہے اور اتنا ہی نہیں، بلکہ اس کے لیے یہ فخر کا خلعت عطا فرماتا ہے کہ اعلانِ عام کر دیا جاتا ہے کہ آج جو ابوسفیان کے گھر میں پناہ لے گا اس سے کوئی باز پرس نہیں۔" یہ رحمت اور عام ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ "جو اپنا گھر بند کرے گا اس کو بھی امن ہے" حضرت عباسؓ کو حکم ہوا کہ ابوسفیان کو پہاڑ کی چوٹی پر لے جا کر ذرا اسلامی لشکر کا سیلاب دکھاؤ۔ تھوڑی دیر کے بعد اسلام کی فوجیں جوش مارتی ہوئی آگے بڑھیں۔

سب سے پہلے قبیلہ غفار کا پرچم نظر آیا، پھر جہینہ، بدیم اور سلیم کے قبیلے ہتھیاروں میں ڈوبے ہوئے نکل گئے۔ ابوسفیان ہر دفعہ ڈر جاتا تھا۔ سب کے بعد انصار کا قبیلہ اس سرد سامان سے آیا کہ پہاڑی گونج اٹھی۔ سعد کے ہاتھ میں انصار کا جھنڈا تھا ابوسفیان نے حیرت سے پوچھا۔ یہ لشکر کون ہے؟ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نام بتایا، آخر میں خود رسالت کا آفتاب نظر آیا جس کے چاروں طرف جاں نثاروں کا ہالہ تھا۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں اس کا جھنڈا تھا۔

یہ پورا لشکر جب مکہ کے پاس پہنچا تو امن کی منادی ہوئی اور حرم کا گھر جو تین سو ساڑھے بتوں کا مسکن تھا، اس گندگی سے پاک ہوا۔ اور ابراہیم کے خدا کا گھر اب پھر خدا کا گھر بنا۔ اور توحید کی اذان مسجد کے منارے سے بلند ہوئی۔ مکہ کے بڑے بڑے سردار جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمن، مسلمانوں کے قاتل اور اسلام کی راہ کے پتھر تھے آج حرم کے صحن میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک نظر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا: "اے مکہ کے سردار! آج میں تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں گا؟" سب نے کہا: "آپ جو انوں کے شریف بھائی" اور بوڑھوں کے شریف بھتیجے ہیں" ارشاد ہوا۔ "جاؤ آج تم پر کوئی علامت نہیں، تم سب آزاد ہو۔" یہ آواز کیسی توقع کے خلاف تھی۔ مگر یہ دل کی گہرائی سے اٹھی تھی اور دل کی گہرائیوں میں اتر گئی۔ ہند ابوسفیان کی بیوی جس نے احد کے میدان میں حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی لاش کے ٹکڑے کیے تھے۔ نقاب اوڑھ کر سامنے آئی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام معافی کے پیغام سے خوش ہو جاتی ہے اور چلا اٹھتی ہے کہ "اے اللہ کے رسول! صلی اللہ علیہ وسلم آج سے پہلے مجھے آپ کے خمیہ سے زیادہ کسی خمیہ سے نفرت نہ تھی مگر آج سے آپ کے خمیہ سے زیادہ کوئی خمیہ مجھے پیارا نہیں معلوم ہوتا"

آج کفر کی ساری قوتیں ٹوٹ گئیں، دشمنوں کے سارے منصوبے ناکام ہو گئے اور اسلام کی فتح کا جھنڈا مکہ کی چہار دیواریوں پر بلند ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس موقع پر تاثیر میں ڈوبی ہوئی یہ تقریر فرمائی۔

ایک کے سوا اور کوئی خدا نہیں، اس کی خدائی میں کوئی دوسرا شریک نہیں۔ اس نے اپنا وعدہ سچا کیا۔ اس نے اپنے بندے کی مدد کی اور آخر اس نے کفر کے سارے جنموں کو کیلے توڑ دیا۔ ہاں! آج کفر کے سارے فخر اور عزور، خون کے سب پرانے کینے اور جاہلیت کے سارے بدے اور سارے دعوے میرے پاؤں کے نیچے ہیں صرف دو عہدے باقی رہیں گے، خانہ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت۔ اے قریش گے لوگو! خدا نے اب جاہلیت کے عزور اور باپ دادوں پر فخر کو مٹا دیا۔ اب آدم کی ساری نسل برابر ہے۔ تم سب ایک آدم کے بیٹے ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ خدا فرماتا ہے "لوگو! میں نے تم سب کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ میں نے تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لیے بنایا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ شریف وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے۔ آج سے اللہ نے شراب کی خرید و فروخت اور سود کے کاروبار کو حرام ٹھہرایا ۱۲

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خطبہ کے دوران انصار نے ایک دوسرے سے کہا کہ اس ہستی مکرم کو اپنی قوم پر رافت و رحمت نے اپنے شہر کی طرف رغبت اور قلبی میلان نے اپنی گرفت میں لے لیا ہے، اس لیے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں فرمائی اور ان کی ایذا سامنیوں کو نظر انداز کر دیا ہے لہذا عین ممکن ہے کہ اب واپس مدینہ منورہ تشریف نہ لائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا اے جماعت انصار تم نے یہ کہا ہے کہ اس جوان اور ہستی مکرم کو رافت و رحمت اور شہر کی رغبت اپنی گرفت میں لے چکی ہے۔ اگر میں تمہارے ساتھ طے کردہ عہد نہ نبھاؤں اور واپس مدینہ طیبہ نہ آؤں تو اس وقت میں کون کہلاؤں گا؟ ایسا سرگزنہ نہیں ہو سکتا۔ سچا ایسا سرگزنہ ہو گا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا عہد خاص ہوں اور اس کا رسول ہوں۔ معاذ اللہ کہ میں عہد سے پھروں اور عہد شکنی سے کام لوں (ترجمہ) میری زندگی تمہاری زندگی ہے اور میری موت تمہاری موت

یعنی زندہ رہوں گا تو تمہارے ساتھ اور دارِ آخرت کی طرف انتقال کروں گا تو بھی تمہارے
 ہاں۔ الغرض انصار رضی اللہ عنہم نے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مقبول صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم کی اس کرم تواری اور ذرہ پروری کو دیکھا اور اس دلنواز خطاب کو سنا
 تو خوشی میں ان کی آنکھوں میں آنسوؤں کے سیلاب امدائے اور کوئی شخص ایسا نہ تھا
 جس کے آنسوؤں نے اس کے سینے کو تر نہ کر دیا ہو۔

عرصہ کرنے لگے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) بچد اہم نے جو کچھ کہا ہے وہ
 صرف اور صرف اس خوف و خطر اور اندیشہ و فکر کے تحت کہ ہمیں ہم سے یہ دولت
 کو نین چھین نہ جائے اور ہم اپنے محبوب (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو اہل مکہ کے حوالے کر
 کے سراپا حرمان بن کر واپس نہ جائیں تو آپ نے فرمایا: تم اللہ تعالیٰ اور اس کے
 رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سچے ہو اور وہ جانتے ہیں کہ تم جو کچھ زبان سے کہہ
 رہے ہو تمہارے دل میں بھی وہی ہے۔ ۱۵

کفارِ مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا۔ اب وہ وقت تھا کہ
 ان کو ان کے حقوق دلانے جاتے لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی ملکات
 سے درست بردار ہو جائیں۔ ۱۶

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مکہ میں داخل ہوئے تھے تو مکہ مکرمہ کے جنوب
 مشرقی حصے میں خندمہ پہاڑی کے آگے بوقبیس پہاڑ کے دامن میں مقیس، صفوان
 بن امیہ، سہیل بن عمرو، عکرمہ بن ابوجہل اور چند دوسرے قریش کے سرپھروں کی ایک
 چھوٹی سی جماعت مسلمانوں کو ہر قیمت پر داخل ہونے سے روکنے کے لیے جمع تھی
 ان میں حبشہ نامی پہاڑی کے دامن میں رہنے والے تیر اندازوں کے علاوہ بنی نجر
 اور قبیلہ حارث کے لوگ بھی شریک تھے۔ یہ لوگ ابھی اپنی تیاریوں ہی میں تھے
 کہ مسلمانوں کے دو آدمی گرز بن جابر الغہری اور حبیش بن اشتر اپنی جمعیت سے بچھڑ
 کر ان کے قریب پہنچ گئے تو عکرمہ اور اس کی جماعت نے ان پر حملہ کر دیا۔ حبیش
 جوان کی زد میں تھے، مارے گئے لیکن گرز مہابیلے پر ڈٹ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت

خالد بن ولیدؓ بھی اپنے دستے کے ساتھ وہاں پہنچ گئے۔ کافروں نے ان پر بھی تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم تھا کہ دشمن کی طرف سے پہلے حملہ ہو تو ضرور مقابلہ کرو لہذا حضرت خالدؓ نے انہیں تلواروں کی زد میں رکھ لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ بزدل لوگ بھاگ اٹھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکہ میں قیام کے دوران ایک اہم واقعہ یہ ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کعبے کا طواف کر رہے تھے تو فضالہ بن عمیر نے آپ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قریب آیا تو آپ نے پوچھا فضالہ! تم اپنے آپ سے کیا باتیں کر رہے تھے۔ کہنے لگا کچھ نہیں یا رسول اللہؐ میں خدا کو یاد کر رہا تھا۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم مسکرائے اور فرمایا استغفر اللہ! پھر آپ نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھا جس سے اس کا دل مطمئن ہو گیا۔ فضالہ کہا کرتے جو نبی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنا ہاتھ میرے سینے سے اٹھایا، میں نے یوں محسوس کیا، گویا خدا نے آپ سے محبت ترک کر لی اور چیز دنیا میں پیدا ہی نہیں کی۔ فضالہؓ نے اسی وقت اسلام قبول کر لیا۔

”پندرہ دن تک آپ نے وہاں قیام فرمانے کے بعد حنین کی طرف سفر فرمایا اور مکہ مکرمہ پر عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ کو اپنا نائب بنایا تاکہ انہیں نمازیں پڑھائیں اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو تعلیم سنن اور فقہ پر مامور فرمایا تاکہ ان کو عقائد و اعمال کی تعلیم دیں۔“

حواشی

۱۔ نفوس۔ رسولؐ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۵۸۔

”سرورِ عالم کے سفر مبارک“ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدینہ سے روانگی دو شنبہ کے دن لکھی ہے۔ (ص ۲۱۹)

اسحاق علوی اپنے مضمون میں اس بات کی وضاحت یوں کرتے ہیں کہ سنیوں کی قمری تقویم کے بموجب ۱۰ رمضان ۱۰۰ھ کو بجائے چہار شنبہ کے دو شنبہ آتا ہے جو روایت سے مطابقت نہیں کرتا۔ جس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ رمضان قمری نہیں تھا بلکہ مکی رمضان تھا۔ چنانچہ مکی رمضان یکشنبہ ۲ مئی ۶۳۰ھ کو شروع ہوا تھا جس کے حساب سے ۱۰ کو شنبہ آتا ہے۔ گویا ایک دن کا فرق ہے جو قابل لحاظ نہیں۔ یہ مدینے سے روانگی کی تاریخ تھی مگر ابن سعد نے تخریر مکی کی تاریخ بھی بیان کی ہے جو مکی تقویم کے اعتبار سے قطعاً صحیح ثابت ہوتی ہے۔ طبقات میں ہے کہ ”اور مکہ جمعہ کے دن ۲۰ رمضان کو فتح ہوا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہاں پندرہ دن قیام فرمایا۔ بہر صورت یہ تاریخ قطعاً درست ہے کیونکہ یکم رمضان کو یکشنبہ ہوگا تو ۲۰ کو جمعہ ہونا یقینی ہے“ (التوس

رسول نمبر جلد ۲ - ص ۱۹۰)

۲۔ حضرت حاطب بن ابی بلیقہ ایک معزز صحابی تھے انہوں نے قریش کو مخفی خط لکھ بھیجا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مکہ کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع ہو گئی۔ حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت ابو مرثدہؓ غنویؓ کو بھیجا کہ قاصد سے خط چھین لائیں۔ خط آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوا تو تمام لوگوں کو حاطب کے افسانے راز پر حیرت ہوئی۔ حضرت عمرؓ بیتاب ہو گئے اور عرض کی کہ حکم ہو تو اس کی گردن اڑادوں؟ لیکن جین رحمت پر شکن نہ تھی۔ ارشاد ہوا عمرؓ! تم کو کیا معلوم کہ خدا نے اہل بدر کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ تم سے مواخذہ نہیں ہے۔ حضرت حاطب کے عزیز واقارب اب تک مکہ میں تھے اور ان کا کوئی حامی نہ تھا اس لیے انہوں نے قریش پر احسان رکھنا چاہا کہ اس کے حیلہ میں ان کے عزیزوں کو ضرر نہ پہنچائیں گے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے

سلمانے یہی عذر پیش کیا اور آپ نے قبول کیا۔ (شہلی۔ سیرۃ النبی۔ جلد اول۔

ص ۳۰۶ / سیرت رسول عربی ۲، ص ۲۳۹، ۲۴۰ / انوار محمدیہ۔ ص ۱۲۳، ۱۲۴ /

الرحیق المختوم۔ ص ۶۲۲، ۶۲۳ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۲-۲۶۵۔

۳۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ سے ۱۰ رضان ۸ ہجری یکم جنوری ۶۳۰

بروز پیر (دوشنبہ روانہ ہوئے) (سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۱۹)

۴۔ اس سفر مبارک میں ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا آپ کے ہمراہ تھیں۔ (مدارج

النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۶)

محمد کلمہ ارٹیں اس موقع پر لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں (سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۳۱۶)

۵۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عشاء کے وقت مزارِ اظہران پہنچے اور پڑاؤ کے بعد

شکرِ اسلام کو حکم دیا کہ "دور دور تک پھیل جاؤ اور کھانا پکانے کے لیے الگ

الگ آگ روشن کرو تاکہ دور سے دیکھنے والوں کو فوج زیادہ نظر آئے اور دشمن

پر ان کی کثرت، تعداد کا خوف طاری ہو جائے اور جب مکہ والوں نے دور دور

تک آگ کے الاؤ روشن دیکھے تو دہشت زدہ ہو گئے۔ (سرورِ عالم کے سفر

مبارک۔ ص ۳۲۰، ۳۲۱ / سیرت رسول عربی ۲، ص ۲۴۱ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۲۵ /

مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۶۶ / عہد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۲۰۵)

۶۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کدید سے مزارِ اظہران کی طرف بڑھنے ہی والے

تھے کہ ذوالحلیفہ یا جحفر کے مقام پر آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہم میں حجاج کو

پانی پلانے والے محلے کے منتظم تھے، ہجرت کر کے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مدینہ منورہ

آ رہے تھے کہ سرورِ عالم سے ملاقات کا شرف نصیب ہوا۔ آپ نے عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھ

کر مسرت سے فرمایا "میں آخر الانبیاء ہوں اور آپ آخر المہاجرین" حضرت عباس رضی

اللہ عنہم نے اپنے اہل و عیال اور مال و اسباب کو مدینہ منورہ بھیج دیا اور خود شکرِ اسلام کے

ساتھ رک گئے۔ (سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۳۲۰ / سیرت رسول عربی ۲، ص

۲۴، ۲۵ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۲۴۶، ۲۴۷ / تاریخِ نجدینہ - ص ۸۹

۷۔ حضرت ابوسفیان کا نام صحرا اور کنیت ابوسفیان تھی۔ یہ "خاندانِ قریش کے رئیس اور بنی ہاشم کے حلیف تھے اس لیے اسلام سے دوہری دشمنی رکھتے تھے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت میں تمام رؤسائے قریش میں پیش پیش تھے۔ جنگِ بدر میں بڑے بڑے رؤساء قریش مارے گئے تو قریش کی مسندِ ریاست پر ابوسفیان بیٹھے۔ چونکہ مقتولوں کے لواحقین مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لیے بے تاب تھے اس لیے ابوسفیان نے پوری تیاری کر کے اہد کے مقام پر مسلمانوں سے جنگ کی جس میں مسلمانوں کو اپنی غلطی سے نقصان اٹھانا پڑا۔ اہد کے بعد یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف سازشیں شروع کر دیں۔ ابوسفیان بھی ان میں شریک تھے۔ عزوہ سولوق اور عزوہ خندق میں بھی لشکرِ کفار کے سردار رہے۔ ۶ھ میں شاہِ ہرقل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعوتِ اسلام کا خط بھیجا تو ان دنوں ابوسفیان تجارت کی غرض سے گئے ہوئے تھے، ہرقل نے انہیں بلا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متعلق دریافت کیے تو انہوں نے جواب دیا کہ باوجود اختلاف کے، محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑے شریف، شفیق، کریم اور راست باز ہیں۔

فتحِ مکہ کے دن ابھی مسلمان مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے کہ ابوسفیان حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور امان طلب کی۔ آپ نے انہیں امان دے دی اور وہ مسلمان ہو گئے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مزید اعلان کیا کہ جو شخص ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوگا، اسے بھی امان دی جائے گی۔ (عہدِ نبوی کے نادر واقعات - ص ۲۰۶-۲۰۷)

"کہا جاتا ہے کہ جب سے انہوں (ابوسفیان رضی اللہ عنہما) نے اسلام قبول کیا، حیا کے سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سر اٹھا کر نہ دیکھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی ان سے محبت رکھتے تھے اور ان کے لیے جنت کی بشارت دیتے

تھے اور فرماتے تھے، مجھے توقع ہے کہ یہ حمزہ کا بدل ثابت ہوں گے۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو کہنے لگے مجھ پر نذرو تا کیونکہ اسلام لانے کے بعد میں نے کبھی کوئی گناہ کی بات نہیں کی۔ (الرحیق المختوم - ص ۶۴۵)

ام المومنین حضرت ام حبیبہ حضرت ابوسفیان کی بیٹی تھیں اور حضرت ابوسفیان کے نامور فرزند حضرت معاویہ کا تباہی و وحی اور امیر شام تھے۔ (عہد نبوی کے نادر واقعات - ص ۲۰۷)

۸۔ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کعبے کے گرد بتوں کو اپنے عصا سے چھوتے تھے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ پڑھتے تھے اور بت زمین پر گر پڑھتے (پڑتے) تھے حالانکہ وہ زمین میں لوہے اور چونے سے گڑے ہوئے تھے۔ اور سال کے دنوں کے حساب سے کل تین ساٹھ بت تھے۔ (الوارث محمدیہ ص ۱۵۱ / الرحیق المختوم - ص ۶۵۲ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۲۸۵ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۲۹۲ / صیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۲۹۲)

۹۔ آپ نے بیت اللہ کے دروازے کے سامنے جلوہ گر ہو کر فرمایا: ”عثمان بن طلحہ کلید بردار کعبہ کو بلاؤ“ حضرت عثمان حاضر ہوئے تو ان سے مسکرا کر فرمایا: ”کعبہ کی چابی لاؤ“ عثمان نے آج سے کئی سال پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ چابی دینے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ آپ چند گھنٹوں کے لیے کعبہ کے اندر رہ کر کعبہ کی عبادت کرنا چاہتے تھے۔ اس پر آپ نے فرمایا تھا: ”ایک دن یہ چابی میرے پاس ہوگی اور میں جسے چاہوں گا، عطا کروں گا“ اس وقت تو عثمان نے

بڑے تکبر سے کہا تھا ”شاید اس وقت تمام قریش ہلاک ہو چکے ہوں گے“ لیکن آپ نے فرمایا تھا ”نہیں وہ تو قریش کی عزت کا دن ہوگا۔ آج اس فرمان رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی صداقت کو سب لوگ دن میں روشنی میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اور کسی کو دم مارنے کی مجال نہ تھی۔

عثمان نے لرزتے ہوئے ہاتھوں سے کعبہ کا دروازہ کھول دیا اور حضور (صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے انہیں چابی واپس کرتے ہوئے فرمایا۔ "عثمان یہ چابی اب
قیامت تک تمہارے خاندان میں رہے گی اور سوائے ظالم کے کوئی شخص اسے
تم سے نہیں چھین سکے گا"۔ آپ نے فرمایا۔ آج کا دن نیکی اور وفا کا دن ہے
عثمان کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کعبۃ اللہ کے اندر داخل
ہو گئے۔ (عمد نبوی کے نادر واقعات۔ ص ۱۳۸، ۱۳۹ / مدارج النبوت۔ جلد
دوم۔ ص ۲۸۷، ۲۸۸ / الریح المخبوم۔ ص ۶۵۲ / سرورِ عالم کے سفر
مبارک۔ ص ۲۲۶، ۲۲۷)

۱۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی چھت پر
چڑھ کر اپنی بلند دلکشا اور پراثر آواز میں اذان کہی (عمد نبوی کے نادر واقعات ص ۱۳۹)

اس وقت "ابوسفیان بن حرب اور عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام
کعبہ کے محن میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید
اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ ابوسفیان نے کہا، میں تو کچھ نہیں کہتا
اگر کہوں تو یہ کنکریاں ان کو میرے قول کی خبر دیں گی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم ان لوگوں کے پاس سے ہو کر نکلے تو فرمایا۔ کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہو
گئیں، تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔ حارث و عتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے وہ ہم
گواری دیتے ہیں کہ آپ خدا کے رسول ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ
تھی در نہ ہم کہہ دیتے کہ اُس نے آپ کو بتا دیں۔ (سیرت رسول عربیؐ ص ۲۷۷
۲۷۸ / الریح المخبوم۔ ص ۶۵۲ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۲۹۱ / سیرۃ النبیؐ۔ جلد
اول۔ ص ۳۱۱)

۱۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جن کو معاف کر دیا، وہ کون تھے؟۔ شبلی لکھتے
ہیں۔ "ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کو مٹانے میں سب سے پیشرو تھے،

وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کالیوں کے بادل برسایا کرتی تھیں۔ وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے پیکرِ قدسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ گتائیاں کیں تھیں۔ وہ بھی تھے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستے میں کانٹے بچھائے تھے، وہ بھی تھے جو واپس کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے۔ وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے۔

سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۳۱۰، ۳۱۱

مکہ والوں کی زیادتیوں کے جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں فوجوں کے داخلے سے پہلے اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص حرم میں داخل ہو جائے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے یا خود اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، اس کو امن ہے۔

(نفوس - رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۱۸۹)

۱۲۔۔۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ہندہ گھر گئی تو اپنے بت توڑنے شروع کر دیئے وہ بت توڑتی جاتی اور کہتی جاتی کہ تم تیرے متعلق دھوکے میں تھے۔ (الرحیق

المختوم - ص ۶۶)

۱۳۔۔۔ سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۳۰۹، ۳۱۰ / سیرت رسولؐ عربیؐ - ص ۲۴۲، ۲۴۵ /

الرحیق المختوم - ص ۶۵۷ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۴۹۰، ۴۹۳ -

۱۴۔۔۔ رحمت عالمؐ - ص ۹۸ - ۱۰۳ / سیرۃ النبیؐ - جلد اول - ص ۳۰۵ - ۳۱۶ / الوفا

ص ۴۳۰ - ۴۳۳ / انوار محمدیہؐ - ص ۱۲۳ - ۱۵۳ / الرحیق المختوم - ص ۶۳۶ - ۶۶۳ /

مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۴۷۰ - ۵۰۸ / سرورِ عالمؐ کے سفر مبارک - ص ۶۸

۳۱۴ - ۳۱۹ / مغزوات نبویہؐ - ص ۶۲ - ۶۸ -

۱۵۔۔۔ صفوان کا خون اگرچہ رائیگاں نہیں قرار دیا گیا تھا لیکن قریش کا ایک بڑا لیڈر

ہونے کی حیثیت سے اسے اپنی جان کا خطرہ تھا۔ اسی لیے وہ بھی بھاگ گیا۔ عمیر

بن و سب حجی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کے لیے امان طلب کی۔ آپ نے امان دے دی اور علامت کے طود پر عمیرہؓ کو اپنی وہ پگڑی بھی دے دی جو مکہ میں داخلے کے وقت آپ کے سر پر باندھ رکھی تھی۔ عمیرہؓ صفوان کے پاس پہنچے تو وہ جڈہ سے یمن جانے کے لیے سمندر پر سوار ہونے کی تیاری کر رہا تھا۔ عمیرہؓ اسے واپس لے آئے۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا۔ مجھے دو مہینے کا اختیار دیجیے۔ آپ نے فرمایا تمہیں چار مہینے کا اختیار ہے۔ اس کے بعد صفوان نے اسلام قبول کر لیا۔ اس کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ آپ نے دونوں کو پہلے ہی نکاح پر برقرار رکھا۔ (الرحیق المختوم ص ۴۵۷)

۱۴ — "آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد عکرمہ بن ابی جہل کے قتل کا حکم صادر فرمادیا تھا۔ لیکن عکرمہ کی بیوی حکیمہ بنت حارث نے اسلام قبول کر لیا اور اپنے شوہر عکرمہ کو ساتھ لے کر امن طلب کرنے دربار رسالت میں پہنچ گئیں وہاں عکرمہ بھی ایمان لے آئے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں شہید کیے گئے۔ (تاریخ مدینہ ص ۸۹)

۱۷ — سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۲۲۴، ۲۲۵۔

کتاب "الرحیق المختوم" میں لکھا ہے کہ مسلمانوں کے دو آدمی گرز بن حباب فہری اور خنیس بن خالد بن ربیعہ شہید ہوئے اور بارہ مشرک مارے گئے، باقی بھاگ گئے۔ (الرحیق المختوم ص ۴۵۱ / سرورِ عالم کے سفر مبارک ص ۲۲۶) (حاشیہ) یہی بات "سیرت رسول عربی" میں ہے مگر وہ خنیس بن خالد بن ربیعہ کا

نام حبیش بن اشعر لکھتے ہیں۔ (سیرت رسول عربی ص ۲۴۲)

شہلی لکھتے ہیں کہ فتح مکہ میں تین صحابہ حضرت گرز بن حباب فہری اور حضرت حبیش

بن اشعر اور حضرت سلمہ بن المیلا شہید ہوئے اور دشمن ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ

گیا۔ (سیرۃ النبی۔ جلد اول۔ ص ۲۰۸)

”الوفاء میں لڑائی کا ذکر ہے اور یہ کہ خالد بن ولید کے چوبیس افراد کو

قتل کیا اور ہذیل میں سے بھی چار اشخاص کو ٹھکانے لگا دیا۔ (الوفاء ص ۴۳)

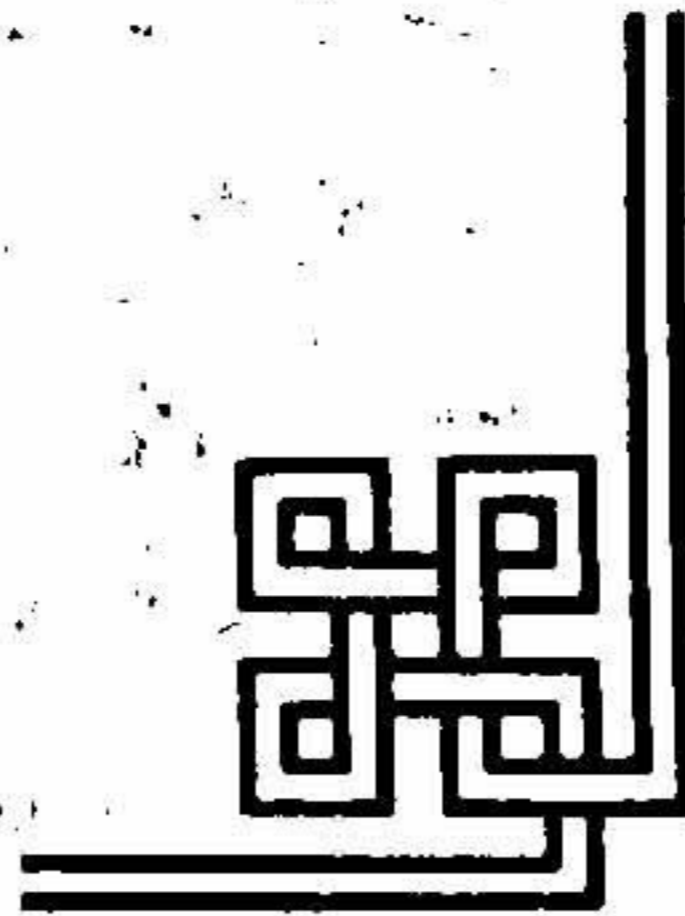
”الوار مجدیہ میں ہے کہ خالد بن ولید کے ساتھ جنگ میں بنو بکر کے

اور بنو ہذیل کے تین یا چار آدمی مارے گئے۔ (الوار مجدیہ ص ۱۲۷)

۱۸۔۔۔ الوار مجدیہ ص ۱۵۰، ۱۵۱۔

۱۹۔۔۔ الریحین المختوم ص ۶۵۷۔

۲۰۔۔۔ الوفا ص ۷۳۳۔



غزوة تبوک

غزوة تبوک کے لیے مدینہ سے روانگی کی تاریخ رجب ۹ھ اور واپسی رمضان
یا شوال ۹ ہجری پر سب کا اتفاق ہے مگر ابن حبیب اس میں اس بات کا اصرار کرتے
ہیں کہ مدینہ سے روانگی یکم رجب ۹ ہجری کو ہوئی اور یکم رجب کو دو شنبہ کا دن تھا۔ اسحاق
علوی نے اپنے جدول تقویمی کے حساب سے ابن حبیب کی اس بات کو درست قرار دیا
ہے۔

”اس زمانہ میں شام اور مصر کے ملک عیسائی رومیوں کے ہاتھوں میں تھے جن کا پایہ
تحت قسطنطنیہ تھا۔ شام کی حدیں حجاز سے ملی ہوئی تھیں۔ حجاز میں اسلام کی نئی قوت
کا حال سن کر رومیوں میں کھلبلی مچتی۔ حجاز اور شام کی سرحد پر تبوک نام کا ایک مقام تھا۔
اس کے آس پاس کچھ عرب سردار جو عیسائی ہو گئے تھے، رومیوں کی ماتحتی میں حکومت
کر رہے تھے۔ اب عرب سرداروں میں عسائی خاندان کے عرب سب میں طاقتور
تھے اور وہی رومیوں کی طرف سے اس کام پر متعین ہوئے۔ دم بدم مدینہ میں یہ
خبریں پھیلتی تھیں کہ عسائی مدینہ پر چڑھائی کی فکر کر رہا ہے۔ شام کے قبلی سوداگر و
نے آکر بیان کیا کہ رومیوں نے شام میں بڑی بھاری فوج جمع کر لی ہے جو ہر طرح کے
سامان سے لیس ہے۔“

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ خبریں سن کر مسلمان غازیوں کو بھی تیاری کا
حکم دیا۔ اتفاق یہ کہ سخت گرمیوں کا زمانہ تھا، ملک میں قحط کے آثار بھی تھے۔ منافقین
جو دل سے مسلمان نہ تھے، ان کے لیے یہ بڑی آزمائش کا وقت آگیا۔ وہ لڑائی سے
جما چراتے تھے۔ اور دوسروں کو بھی درپردہ روکتے تھے مگر پرجوش مسلمانوں کے
لیے یہ ان کے ایمان کی تازگی کا نیا موقعہ ہاتھ آیا کہ اب عرب کے چند قبیلوں کا

سامنا نہیں بلکہ دنیا کی ایک سلطنت کا مقابلہ ہے۔ دولت مند صحابیوں نے بھی بڑی بڑی رقمیں پیش کیں چونکہ سفر کا دور تھا اور سوادہی کا انتظام تھوڑا تھا اس لیے بعض معذور مسلمان تو رو رو کر عرض کرتے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) سفر کا سامان مہیا فرمادیں تو ساتھ چلنے کی سعادت ملے۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فوج کے لیے تین سو اونٹ پیش کیے اور آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ان کو دعا دی۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) جب مدینہ سے باہر جاتے تو کسی نہ کسی کو شہر کا حاکم بنا کر جاتے۔ ازواجِ مطہرات یعنی آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیویاں اس دفعہ ساتھ نہیں جا رہی تھیں۔ اس لیے کسی عزیز خاص کو یہاں چھوڑ جانا مناسبت تھا اس لیے اس دفعہ یہ منصب حضرت علیؑ بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوا۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہیں۔ ارشاد ہوا، کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ تم کو مجھ سے وہ نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی۔ آپ کا یہ ارشاد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے وہ فخر ہے جس کو بھلایا نہیں جاسکتا۔

عزمین آپ تیس ہزار فوج کے ساتھ مدینہ سے نکلے جس میں دس ہزار سوار تھے۔ تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ رومیوں کے حملہ کی خبر صحیح نہ تھی مگر اتنا صحیح تھا کہ اسلام کی نئی قوت کے مقابلہ کے لیے عسائی رئیس دوڑ دھوپ کر رہے تھے۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے تبوک میں بیس دن قیام کیا۔ اس قیام کا اثر یہ ہوا کہ تیس ہزار مسلمانوں کی یہ پاکیزہ جماعت جو ظاہر میں سپاہی اور حقیقت میں عاشقِ الہی تھی، اس پاس کے شہروں پر اپنا اثر ڈالنے بغیر نہ رہی۔

اسلام میں اگلے پیغمبروں کی امتوں کے ساتھ یہ رعایت رکھی گئی ہے کہ وہ اگر تھوڑا سا محصول دے کر مسلمانوں کی رعایا بن جائیں تو مسلمان ان کی ہر طرح کی حفاظت کی ذمہ داری اٹھالیں۔ اس محصول کا نام قرآن پاک میں جزیہ رکھا گیا ہے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ کوئی غیر مسلم قوم مسلمانوں کی حکومت میں آئی۔ ایلہ خلیج عقبہ کے پاس عربوں

کی ایک چھوٹی سی ریاست تھی۔ اس کے رئیس یوحنا نے خدمتِ نبویؐ میں آکر جزیہ دے کر مسلمانوں کی حفاظت میں رہنا منظور کیا۔ جزیہ اور اذرح کے عیسائی عربوں نے بھی جزیہ دے کر مسلمانوں سے صلح کر لی۔ دمشق کے پانچ منزل ادھری دومتہ الجندل میں ایک عرب سردار اکیدر نامی تھا جو قیصرِ روم کے اثر میں تھا۔ مسلمانوں نے چار سو سواروں کے ساتھ اس پر حملہ کیا اور اس کو پکڑ کر خدمتِ نبویؐ میں لائے۔ اس نے اس شرط پر رہائی پائی کہ وہ مدینہ آکر صلح کی شرطیں پیش کرے۔ چنانچہ وہ اپنے بھائی کے ساتھ مدینہ آیا اور امان پائی۔

تبوک کا سفر اس حیثیت سے کہ یہ عرب کے باہر کی دو سب سے بڑی طاقتوں میں سے ایک سے ٹکرانے کے سبب سے پہلی کامیاب کوشش تھی۔ بہت اہم تھا اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بخیر و عافیت واپسی پر مسلمانوں نے بڑی خوشی منائی۔ مدینہ کے لوگ شوق کے عالم میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لینے کے لیے شہر سے باہر نکلے۔ عورتیں بھی گھروں سے نکل آئیں اور رڑکیوں نے خیر مقدم کا یہ گیت گایا۔

بم پر جانہ نکلا۔	طلع البدر علينا
وداع کی گھاٹیوں سے۔	من ثنات الوداع
خدا کا شکر اسی وقت تک ہم پر فرزند ہے	وجب الشکر علينا
جب تک دنیا میں خدا کا کوئی پکارنے والا باقی ہے۔	ما دعا الله داع

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غزوہ تبوک سے واپس تشریف لائے تھے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کی مہار پکڑ کر آگے آگے چل رہے تھے اور حضرت عمارؓ اونٹنی کو پیچھے سے دھکیل رہے تھے کہ راستے میں ایک مقام پر کچھ آدمی جو تعداد میں چودہ تھے اپنا منہ سر لپیٹے اونٹوں پر سوار آئے اور پیچھے سے حضرت عمارؓ پر حملہ کر دیا۔ عمارؓ نے ان کو دھکے مار مار کر بھگا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمارؓ سے فرمایا

کہ ان کا ارادہ تھا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی کو ڈرا کر گھر سے کھڈ
میں گرا دیں اور جانتے ہو یہ کون تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حذیفہؓ اور
سحارہؓ کو ان کے نام بتا دیئے۔ اور حکم دیا کہ ان کے نام کسی کو نہ بتائیں۔ حذیفہؓ کو آزاد
کہا جاتا ہے۔

روایت ہے کہ دس آدمی ایسے تھے جو غزوہ تبوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کا ساتھ نہ دے سکے تھے۔ جب حضور علیہ السلام واپس تشریف لائے تو ان میں سے
سات آدمیوں نے خود کو مسجد کے ستونوں کے ساتھ باندھ دیا اور واپسی پر آپؐ کا گزر
وہیں سے ہونا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت کیا، یہ کون ہیں۔ لوگوں نے
عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) یہ ابولبابہؓ اور ان کے ساتھی ہیں جو آپ
کے ساتھ جا نہیں سکے تھے۔ آپ انہیں آزاد فرما دیں اور ان کا عذر قبول فرمائیں۔
آپ نے فرمایا، نہ تو میں انہیں آزاد کروں گا اور نہ ان کا عذر ہی قبول کروں گا، جب
تک خدا انہیں خود آزاد نہ کرے۔ مجھ سے انہوں نے منہ پھیرا اور جنگ میں شامل
نہ ہونے۔ جب یہ آیت اتھی (بعض وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے گناہ کا اقرار کیا
اس بات سے کہ انہوں نے اعمال صالحہ اور نیات کو مخلوط کر دیا ہے قریب ہے کہ
حق تعالیٰ ان کی توبہ قبول کرے کہ وہ بے شہمہ مغفرت کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے)
تو آپ نے انہیں آزاد کر دیا۔ اور عذر قبول فرمایا۔

مخلص اہل ایمان میں سے تین حضرات ساتھ نہ جاسکے (اگرچہ کوئی خاص مانع
امراں کو درپیش نہ تھا اور تحلف کا ارادہ بھی نہ تھا) اور بعض حضرات وہ تھے جو عند اللہ
اور عند الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معذور تھے اور شریک جنگ ہونے کے قابل نہیں تھے
تین مخلص آدمی کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع اور بلال بن امیہ بھی کسی قسم کے شک
اور انفاق کے بغیر پیچھے رہ گئے تھے۔ پیچھے رہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ و
آلہ وسلم سفر پر روانہ ہوئے تو تیز تیز چلنے لگے۔ انہوں نے جانے میں سستی کی اور
پیچھے رہ گئے۔ مدینہ پہنچ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام صحابہ کو ان کے ساتھ

قطع تعلق کا حکم دیا اور اس طرح تمام صحابہؓ نے ان تینوں سے سلام دعا بند کر دی۔ کعب کہتے ہیں کہ قسمیں کھانے کے بعد جن لوگوں کا عذر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول کر لیا۔ ہم تین آدمیوں کو ان سے مؤخر کر دیا۔ آپ نے ان سے بیعت لی اور ان کے حق میں استغنا رکھی کیا۔ لیکن ہمارے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلہ آنے میں تاخیر ہو گئی۔ مقاطعہ کی سچاس راتیں پوری ہو گئیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ (ترجمہ) ان تین سے آدمیوں کی تو بہ بھی قبول ہو گئی ہے جن کو مؤخر کر دیا گیا تھا۔ اس تاخیر سے ہمارا جنگ سے پیچھے رہنا مراد نہیں بلکہ اس سے مراد ہمارا معاملہ ان لوگوں سے مؤخر کرنا ہے جنہوں نے قسمیں کھانی تھیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرما لیا۔ ۲۳

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک سے واپس آئے تو راستے میں کسی جگہ مساجد تعمیر کیں ۲۴ اور سفر کی واپسی پر مسجد ضرائہ پر گزر ہوا۔ یہ مسجد منافقوں نے بوجہ حسد اہل قبائکے بنائی تھی تاکہ اس مسجد کی جماعت کم ہو جائے۔ آپ نے اس مسجد کو وحی الہی کی وجہ سے خراب کر کے جلا دیا ۲۵

تبوک کے راستے میں ایک معجزہ ہوا کہ ”راستے میں لشکر کو پانی کی سخت ضرورت پڑی حتیٰ کہ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شکوہ کیا۔ آپ نے اللہ سے دعا کی۔ اللہ نے بادل بھیج دیا۔ بارش ہوئی۔ لوگوں نے سیر ہو کر پانی پیا اور ضرورت کا پانی لاد بھی لیا۔ اسی طرح کے ایک اور معجزہ کے بارے میں ”حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مسلمان تبوک کے چشمے پر پہنچے تو اس سے ٹھوڑا ٹھوڑا پانی رس رہا تھا صحابہ کرام نے اس سے چھوٹے چھوٹے گھونٹ بھرے۔ پھر ایک پرانی مشک میں اسے جمع کر لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے اپنے ہاتھ اور منہ دھوئے پھر وہ پانی اس چشمے میں اندیل دیا چنانچہ اس سے کافی پانی پھوٹ نکلا، اور ساری سپاہ نے پانی بھائی ۲۶ اس غزوہ کے دوران ایک عاشق رسول فوت ہوئے ان کا نام عبد اللہ العزی تھا یہ مسلمان ہوئے تو ان کی قوم نے انہیں بہت ستایا۔ ایک دن اپنی قوم سے بھاگ کر دربار

رسالت میں پہنچ گئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا تم کون ہو؟ بولے میں آپ کا عاشق ہوں اور میرا نام عبد اللہ العززی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارا نام عبد اللہ اور لقب ذوالبجادین ہے۔ ہمارے کاشانہ اقدس کے قریب ہمارے پاس رہو۔ یہ اصحاب صفہ میں اس جگہ رہتے تھے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مہمان ٹھہرا کرتے تھے۔ اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قرآن پاک پڑھا کرتے تھے۔ یہ مسجد نبوی میں بلند آواز سے قرات کرتے۔ ایک بار حضرت عمرؓ نے ان کی شکایت کی کہ یہ بہت بلند آواز سے قرآن شریف پڑھتے ہیں جس کی وجہ سے نماز و قرات میں لوگوں کو دقت ہوتی ہے اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اس کو کچھ نہ کہو۔ اس لیے کہ یہ اپنی زبان کا نکالا ہوا ہے اور خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ہجرت کرنے والا ہے۔ جب غزوہ تبوک کا لشکر روانہ ہونے لگا تو یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری خواہش ہے کہ خدا کی راہ میں شہید ہو جاؤں۔ اس لیے آپ دعا کریں کہ مجھے شہادت نصیب ہو۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جاؤ کسی درخت کی چھال لے آؤ جب یہ چھال لے آئے تو آپ نے چھال کو ان کے بازو پہ باندھ کر فرمایا "اے خدا میں اس کے خون کو کافروں پر حرام قرار دیتا ہوں" حضرت عبد اللہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے تو شہادت کی آرزو ہے۔ آپ نے فرمایا جب تم جہاد کی نیت سے جاؤ اور تم بخار سے فوت ہو جاؤ تو بھی تم شہید ہو گے۔ اس کے بعد حضرت عبد اللہؓ آپ کے ہمراہ تبوک کی طرف روانہ ہوئے وہاں پہنچ کر انہیں بخار آیا اور یہ فوت ہو گئے۔

عبد اللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ "میں غزوہ تبوک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں نصف شب میں جاگا تو لشکر کے ایک کنارے پر آگ کا شعلہ دیکھا۔ میں اس آگ کی طرف چلتا گیا تو دیکھنا کیا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ابو بکر اور عمرؓ موجود ہیں اور ذوالبجادینؓ مرنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے قبر کھودی، رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں اترے۔ ابو بکرؓ اور عمرؓ نے میت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف گڑھے میں اتاری۔ آپ فرماتے جلتے تھے "اپنے بھائی کو میری طرف اتارو ان دونوں نے ذوالجہادینؓ کو ان کی طرف اتار دیا۔ پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پہلو پر لٹایا تو دعا فرمائی "اے اللہ! میں اس سے خوش ہو گیا ہوں، تو بھی خوش ہو جا"۔ محمد بن ابراہیم نے کہا، ہم اور عبد اللہ بن مسعود کہا کرتے تھے (ترجمہ) کاش میں اس قبر میں دفن ہو جاتا۔ ابن ہشام نے کہا، ان کا نام ذوالجہادین اس لیے رکھا گیا کہ یہ اپنی قوم کے لوگوں سے اسلام کے لیے جھگڑا کرتے تھے اور اس لیے انہوں نے ان کی زندگی تنگ کر رکھی تھی۔ یہاں تک کہ ان کی یہ حالت ہو گئی تھی کہ جسم پر صرف ایک بجاہد (مولیٰ اور کھردری چادر) رہ گئی تھی۔ آخر اپنی قوم سے بھاگ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آگئے۔ جب وہ قریب ہوئے تو انہوں نے اپنی چادر بھاڑ کر دو ٹکڑے کر لیے۔ ایک ٹکڑے کو تہ بند اور دوسرے کو چادر بنا لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ چنانچہ اسی بنا پر انہیں ذوالجہادین (دو چادروں والے) کہا گیا ۲۹۔

حواشی

۱۔ غزوة تبوک کو غزوة فاضحہ اور غزوة العسرة بھی کہا جاتا ہے۔

"چونکہ اس جنگ میں منافقوں کے نفاق کا پردہ چاک ہوا تھا۔ اس لیے اس کو غزوة فاضحہ (یعنی رسوا کرنے والی جنگ) بھی کہا جاتا ہے" (مختصر سیرۃ الرسول ص ۶۲۲/مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۵۷۷)

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سخت خشک سالی اور شدت کی گرمی میں روانہ ہوئے۔ راستے میں اونٹ ذبح کرتے تھے اور اس کے معدے کا پانی پی لیتے تھے۔ یہ تھی صورت حال پانی، سواری اور راشن کی کمی کی، اس وجہ سے اسے غزوة العسرة کہتے ہیں۔ (الوار مجدیہ۔ ص ۱۶۹/سیرت رسول عربیؐ۔ ص ۲۶۲/مختصر سیرۃ الرسول ص)

۹۲۲ / عمرو بن زبیرؓ - معاذی رسول اللہ - ص ۲۲۵ / محمد میاں صدیقی خطبات

رسول - ص ۱۲۹ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۷۷

۲ - نقوش - رسول نمبر جلد ۲ - ص ۱۹۵، ۱۹۶

۳ - "خطبات نبوی" میں لکھا ہے کہ تبوک گاؤں یا چشمہ کا نام ہے۔ (خطبات

نبوی ص ۱۱۱)

سید اولادِ حمیدہ فوق بلگرامی اور شبلی کے مطابق "تبوک مدینہ اور دمشق کے بیچ

میں چودہ منزل کی مسافت پر ایک مشہور مقام ہے۔ قدیم زمانہ میں اقوامِ قدیم کا

مرکز تھا۔ (اسوۃ الرسول - جلد سوم - ص ۲۸۱ / شبلی - سیرۃ النبی - جلد اول - ص

۳۳۶) مدارج النبوت میں ہے کہ تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور شام کے

درمیان مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک

قلعہ کا نام ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک خطہ اراضی

کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو اس جگہ واقع ہے چونکہ اس

سفر میں لشکر کی آخر مسافت اس چشمہ تک ہوئی تھی، اس بنا پر اس کو اس نام سے

موسوم و منسوب کیا گیا۔ (مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۷۷)

۴ - شام سے تیل لے کر آنے والے بنظیوں سے معلوم ہوا کہ ہر قافلے نے چالیس

ہزار سپاہیوں کا ایک لشکرِ جرار تیار کیا ہے اور روم کے ایک عظیم کمانڈر کو اس کی

کمان سونپی ہے۔ اس جھنڈے تلے عیسائی قبائل لخم و جذام وغیرہ کو بھی جمع کر لیا

ہے اور ان کا ہر اول دستہ بقار پہنچ چکا ہے۔ اس طرح ایک بڑا خطرہ مجسم ہو کر

مسلمانوں کے سامنے آ گیا تھا۔ پھر جس بات سے صورتِ حال کی نزاکت میں مزید اضافہ ہو

رہا تھا، وہ یہ تھی کہ زمانہ سخت گرمی کا تھا۔ لوگ تنگی اور قحط سالی کی آزمائش سے دوچار

تھے۔ سواریاں کم تھیں، پھل بک چکے تھے۔ اس لیے لوگ پھل اور سائے میں رہنا

چاہتے تھے۔ وہ فی الفور روانگی نہ چاہتے تھے۔ ان سب پر مستزاد مسافت کی دوری

اور راستے کی پیچیدگی اور دشواری تھی۔ (الرحیق المختوم ص ۶۹)

۵۔ یہ بڑا ہی نازک موقع تھا اس لیے کہ جاہلیتِ قدیمہ کے بچے کھچے قبائلِ روم اور اسلام کی اس ٹکر پر بڑی امید لگانے بیٹھے تھے۔ خصوصاً منافقین کے لیے ائمہ کی یہ آخری شعاع تھی۔ وہ منتظر تھے کہ اس جنگ میں مسلمان شکست کھائیں تو وہ مدینہ میں اسلام کے خلاف شورش برپا کریں۔ یہود نے تو یہاں تک کہا کہ مسلمانوں کی یہ جنگ عرب سے نہیں بلکہ دنیا کی ایک بڑی طاقت سے ہے اس میں سب مسلمان باندھ لیے جائیں گے۔ قحط سالی اور شدید گرمی کا زمانہ تھا۔ مسلمانوں کی مالی حالت بھی ابتر تھی۔ اور یہ زمانہ کھجوروں کو جمع کرنے اور فصل کلٹنے کا تھا۔ سوار یوں اور

رسد کا کام بھی مشکل تھا۔ (عہدِ نبوی کے غزوات و سرایا۔ ص ۲۳۶)

۶۔ بدوؤں میں سے کچھ عذر خواہ (بہانہ تراش) بھی آگئے، تاکہ انہیں معیت سے منذور سمجھا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور ان کی تعداد بیاسی تھی اور منافقین کی ایک جماعت بغیر کسی وجہ اور دلیل کے خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف ڈھٹائی سے پیچھے رہ گئی (الوارِ محمدیہ۔ ص ۱۷۰/

مختصر سیرۃ الرسول ص ۶۲۵ / سیرت النبی کامل۔ جلد دوم۔ ص ۶۲۳ / عہدِ نبوی کے غزوات و سرایا۔ ص ۲۳۸، ۲۳۷)

۷۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبائلِ عرب اور اہلِ مکہ کی طرف جو اس وقت سب حلقہ بگوشِ اسلام سوچے تھے، پیغام بھیجا کہ وہ جہاد کے لیے فوج میں بھرتی ہوں اور جو مسلمان آپ کے گرد و پیش رہتے تھے، ان کو بھی جہاد کی تمغہ خیز دی اور اس کے لیے چنہ دینے اور صدقہ خیرات کرنے کی اپیل کی۔ چنانچہ لوگوں نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور بہت صدقات جمع کیے۔ سب سے پہلے صدقہ لانے والے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے۔ وہ اپنا سب مال لے آئے جو تعداد میں چار ہزار درہم تھا۔ حضرت عمرؓ اپنا ادھیا مال لائے۔ حضرت عباسؓ نے بھی بہت چنہ دیا۔ حضرت

طلحہ نے بھی بہت مال پیش کیا۔ عبد الرحمن بن عوف نے دوسوا دقہ پانڈی دی۔
 سعد بن عبادہ اور محمد بن مسلمہ نے بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ عاصم بن عدی نے ۲۶۰ من
 کھجوریں دیں۔ عورتوں نے بھی اپنی اپنی طاقت کے مطابق لنگن، بازو بند، پازیریس،
 ڈنڈیاں اور انگوٹھیاں بھیجیں۔ (مختصر سیرۃ الرسولؐ، ص ۶۲۲ / الرقیق المختوم، ص ۶۹۳ /
 واقیہ معازی الرسولؐ، ص ۲۲۵ / أسوة الرسولؐ، جلد سوم، ص ۲۸۲، ۲۸۳ / مدارج
 النبوت، جلد دوم، ص ۵۷۹ / عبد نبوی کے غزوات و سرایا، ص ۲۳۷)

ارباب سیر بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی جن کا نام عتبہ بن زید تھا، دربار رسالت
 میں آئے اور عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم) میں مال و دولت سے محروم
 ہوں مگر دل چاہتا ہے کہ خدا کی راہ میں کچھ پیش کر دوں۔ کچھ پاس نہ ہونے کی وجہ
 سے اپنی عزت و آبرو کو پیش کرتا ہوں۔ لوگ میرے ساتھ جیسا بھی سلوک کریں،
 ان سے میں کوئی باز پرس نہ کر دوں گا یعنی خود خدمت چاہیں اور جس طرح کی مدد
 چاہیں، میں حاضر ہوں۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے
 تمہارے صدقہ کو قبول کیا۔ (مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۵۸۲)

اسی موقع پر ایک اور صحابی ابو عقیل انصاری کا واقعہ لکھ لیں ہے کہ حضرت ابو عقیل

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس صرف دو سیر خشک چھو ہارنے لے کر حاضر ہوئے
 اور چھو ہارے پیش کرتے ہوئے کہا کہ میں نے تمام رات پانی کھینچ کھینچ کر ایک
 آدمی کے کھیت کو سیراب کیا تھا جس کے عوض یعنی مزدوری میں مجھے چار سیر
 چھو ہارے ملے تھے۔ میں نے دو سیر بچوں کے لیے رکھے اور باقی دو سیر لے آیا
 ہوں۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دو سیر چھو ہاروں کے بارے میں حکم
 دیا کہ ان کو قیمتی مال کے اوپر بچھا دو۔ آپ نے اس طرح ایک مزدور کی سخت
 محنت کی کمائی کو قیمتی ساز و سامان کے اوپر پھیلا کر اس عطیے کو قیمتی قرار دیا۔

(مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۵۸۲ / أسوة الرسولؐ، جلد سوم، ص ۲۸۲)

”اسی غزوہ تبوک میں صدیق اکبرؓ نے اپنا تمام مال اور عمر فاروقؓ نے اپنا نصف مال لاکر حاضر کر دیا تھا۔ (تاریخ مدینہ - ص ۹۲ / سیرت رسول عربیؐ - ص ۲۶۲ / حیات محمدؐ - ص ۵۷۳)

”حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لشکر تبوک کی تیاری کا شوق دلایا تو میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ آج میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر سبقت لے جاؤں گا۔ آج تو میرے پاس بہت مال ہے جس میں سے آدھے مال کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے آیا۔ حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے دریافت فرمایا ”اپنے اہل و عیال کے لیے کیا چھوڑا ہے“ میں نے عرض کیا، اتنی ہی مقدار میں ان کے لیے چھوڑ دیا ہے“ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے۔ اور جتنا مال ان کے پاس تھا سب لے آئے۔ ان سے بھی حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پوچھا ”اپنے اہل و عیال کے لیے کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے؟ انہوں نے کہا (ترجمہ) میں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کو چھوڑا ہے“ اس پر حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے فرمایا (ترجمہ) تمہارے درمیان میں فرق مراتب اور تفاوت اتنا ہی ہے جتنا تمہاری ان دو باتوں کے درمیان“ پھر میں نے حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ عنہ سے عرض کیا۔ میں آپ سے کسی بات میں سبقت نہیں کر سکتا۔ (مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۷۹ / نفوس - رسولؐ نمبر - جلد ۲ - ص ۹۵)

غزوت کی وجہ سے کچھ لوگ اپنی سواری کا انتظام نہیں کر سکتے تھے مگر اس غزوہ پر جانے کے لیے بے تاب بھی تھے۔ انہوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے گزارش کی۔ آپ نے جس کے لیے ہو سکا، اپنی طرف سے بندوبست کر دیا اور باقی لوگوں سے معذرت کر لی۔ اس پر انہوں نے رونا شروع کر دیا۔ ان کے زلاد قطار رونے کی وجہ سے ان کا لقب ”بکائین“ پڑ گیا۔ (حیات محمدؐ - ص ۵۷۳ /

الوفا۔ ص ۴۳۸ / الرحیق المختوم۔ ص ۶۹۲ / مخازی الرسولؐ۔ ص ۳۲۵ / اسوۃ الرسول
جلد سوم۔ ص ۲۸۲ / سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۶۲۳ / مدارج النبوت۔
جلد دوم۔ ص ۵۸۲ / عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص ۲۳۷
"بکائین" تعداد میں سات ہیں اور انصار اور دوسرے قبائل سے تعلق
رکھتے تھے۔ بنو عمرو بن لوف سے سالم بن عمیر، بنو عارثہ سے غلبہ بن زید، بنو مالک
بن نجاشہ سے ابولیلیٰ عبدالرحمنؓ، بنو سلمہ سے عمرو بن حمام بن جموح، عبداللہ
بن محفل مازنی۔ بعض راوی ان کو عبداللہ بن عمر مازنی کہتے ہیں۔ بنو واقف
سے ہرمی بن عبداللہ اور عمر بن بن سایہ۔ یہ لوگ بہت حاجتمند تھے۔ (مختصر
سیرۃ الرسولؐ۔ ص ۶۲۵)

۹۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ (علیک وسلم)
دو سو اونٹ مع ساز و براق او دو سو اوقیہ چاندی پیش کرتا ہوں۔ فرمایا
اس کے بعد عثمان جو کچھ چاہی کرے اس سے باز پرس نہ ہوگی۔ حضرت قتادہ رضی
اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عثمانؓ نے حبش عسرت کے لیے ایک ہزار
اونٹ اور ستر گھوڑے فراہم کیے۔ حضرت عثمان بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے
روایت ہے کہ جب حبش عسرت کی تیاری شروع ہوئی تو حضرت عثمان رضی اللہ
عنہ ایک ہزار دینار آستین میں ڈالے آئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جھولی
میں ڈال دیئے۔ میں نے آپ کو دیکھا کہ جھولی میں دیناروں کو الٹ پٹتے رہے تھے اور
فرماتے تھے مَا خَرَّ عُثْمَانُ مَا عَمِلَ بَعْدَ الْيَوْمِ۔ یہ روایت ترمذی کی ہے۔ امام
طبرانی نے حذیفہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے حبش عسرت کے
لیے دس ہزار دینار بھیجے تھے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ڈال دیئے
گئے۔ آپ اپنے دست مبارک سے دیناروں کو اوپر نیچے الٹتے پلٹتے تھے اور فرماتے
تھے "عثمانؓ اسے اللہ معاف کرے، جو کچھ تم نے علی الاعلان کیا یا خفیہ طور پر کیا،

وہ قیامت تک باقی رہے گا تو اس کے بعد جو کچھ بھی کر لے گا، اس کا کوئی مواخذہ نہیں“
(الوار محمدیہ ص ۱۶۹، ۱۷۰ / مختصر سیرۃ الرسول ص ۶۲۳ / الرحیق المختوم ص ۶۹۲ / سیرت
النبی کامل - جلد دوم - ص ۶۲۲ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۸۰، ۵۸۱ / نقوش
رسول نمبر - جلد ۲ - ص ۱۹۲، ۱۹۵)

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک ہزار درہم اور تین سو اونٹ بمعہ پالان و نکیل کے
دیئے۔ (حیات محمد ص ۵۷۳)

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب مقام جرف تک پہنچے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ
کے پیچھے پیچھے وہاں پہنچے اور عرض کی ”یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم منافقوں
نے مشہور کر دیا ہے کہ آپ نے مجھے بوجہ سمجھ کر پیچھے چھوڑا ہے اور اس طرح
اپنا غم ہلکا کیا ہے“۔ آپ نے فرمایا انہوں نے جھوٹ بولا ہے۔ میں نے تمہیں
اہل خانہ کی حفاظت کے لیے چھوڑا ہے۔ جاؤ میرے اور اپنے اہل و عیال
میں میرا خلیفہ بنو۔ علی رضی اللہ عنہ، کیا تم اس پر راضی نہیں کہ میرے بعد تمہیں وہ درجہ
حاصل ہو جو موسیٰ اعمر کے بعد ہارون کو حاصل ہوا۔ مگر یاد رکھو میرے بعد کوئی
نبی نہیں ہے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سن کر مدینہ کی طرف واپس چلے آئے۔ (مختصر
سیرۃ الرسول ص ۶۲۵، ۶۲۶ / الرحیق المختوم ص ۶۹۳ / اسوۃ الرسول ص
۲۸۷-۲۹۰ / شبلی - سیرۃ النبی - جلد اول - ص ۳۳۷ / مدارج النبوت - جلد دوم
ص ۵۸۶)

۱۱۔ کونج کا نظارہ بجنے کے سماعۃ ہی لشکر میں حرکت پیدا ہوئی۔ ذرا دیر میں ہر طرف
غبار اڑ رہا تھا۔ گھوڑوں کی ہنہناہٹ نے فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا۔ (شہر
کی انگوٹھیں اپنی اپنی چھتوں پر سے اس کوہ پیکر لشکر کا نظارہ دیکھنے لگیں جو
صحرا کو پامال کرتا ہوا شام جیسے دور دراز ملک کی طرف جا رہا ہے۔ خداوند! اے
اس لشکر کا جذبہ جہاد و شہادت! انہیں گرمی کا خوف ہے نہ بھوک اور پیاس
کا خطرہ۔ (حیات محمد ص ۵۷۳)

۱۲۔ جب آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) سفر پر روانہ ہوئے تو کچھ لوگ پیچھے رہ جاتے تھے۔ لوگ کہتے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم فلاں آدمی پیچھے رہ گیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے، اگر اس میں ایمان ہو تو اللہ تعالیٰ اسے تمہارے پاس پہنچا دے گا اور اگر اس میں ایمان نہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے مترسے تمہیں نجات دی ہے۔ ابوذر رضی اللہ عنہ بھی پیچھے رہ گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ویسا ہی فرمایا۔ دراصل ابوذرؓ کا اونٹ رک گیا اور وہ کسی طرح نہ چلتا تھا۔ تنگ آکر ابوذرؓ نے اونٹ سے اتر کر اپنا سامان اپنی پیٹھ پر لاد کر پیدل ہی چلنا شروع کر دیا۔ ایک جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اترے تو لوگوں نے کہا کہ دور سے ایک آدمی اکیلا چلا آرہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ خدا کرے وہ ابوذرؓ ہی ہوں۔ اس طرح ابوذرؓ پیدل چل کر لشکر سے مل گئے۔

(مختصر سیرۃ الرسولؐ ص ۶۲۸ / سیرت النبیؐ کامل۔ جلد دوم۔ ص ۶۲۹ / اسوۃ الرسولؐ۔ جلد سوم۔ ص ۲۹۱ / عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ص ۲۳۸، ۲۳۹)

غزوہ تبوک میں ابوذرؓ کو اس طرح آنا دیکھ کر آپؐ نے فرمایا۔ خدا ابوذرؓ پر رحم کرے۔ جس طرح بحالت بے کسی و تنہائی اس وقت آرہا ہے، اسی طرح بحالت تنہائی بے کسی وفات بھی پائے گا۔ اور یہ پیش گوئی اس طرح درست ہوئی۔ کہ ان کی وفات کے وقت ان کی بیوی اور ایک غلام کے علاوہ، اور کوئی شخص قریب نہ تھا۔ کیونکہ وہ صحرا میں فوت ہوئے تھے۔ ابوذرؓ نے اپنے غلام کو وصیت کی کہ میری میت کو غسل دے کر اور کفن پہنا کر شام پر رکھ دینا اور شتر سواروں کا جو پہلا گروہ ادھر سے گزرے اس سے کہنا یہ ابوذرؓ رضی اللہ عنہ غفاری صحابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں، آپؐ لوگ ان کے دفن میں میری مدد کریں۔ غلام نے ایسا ہی کیا۔ پہلا گروہ عبداللہ بن مسعود صحابی کا تھا ان کے ساتھ عراق سے آنے والے عمرہ کے لوگ تھے جب انہیں معلوم ہوا کہ یہ ابوذرؓ رضی اللہ عنہ کی میت پڑی ہے

تو بلند آواز سے رونے لگے۔ کہنے لگے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
 سچ کہا تھا کہ ابو ذرؓ تنہا آیا ہے، تنہائی میں مرے گا اور تنہا ہی قبر سے اٹھایا جائے
 گا۔ پھر انہوں نے میت پر نماز پڑھ کر حضرت ابو ذرؓ کو دفن کر دیا (اسوۃ الرسولؐ
 جلد سوم، ص ۲۹۲ / سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم، ص ۴۲۹، ۴۳۰)

۱۳۔ ہراٹھارہ آدمیوں کو ایک اونٹ دیا گیا (اسوۃ الرسولؐ، جلد سوم، ص ۲۸۴ /
 مدارج النبوت، جلد دوم، ص ۵۷۷)

”مورخین کہتے ہیں کہ اس لشکر کی مجموعی تعداد تیس ہزار تھی جن میں دس ہزار
 گھڑسوار فوج کے دسے تھے۔ یہ تعداد اتنی بڑی تھی کہ غالباً سرزمین عرب
 نے اتنی عظیم فوج پہلے نہ دیکھی تھی۔ (فقوش، رسولؐ نمبر، جلد ۲، ص ۱۹۵)

۱۴۔ ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اونٹنی
 گم ہو گئی۔ زید بن بصیت جو منافق تھا کہنے لگا کہ اللہ کے نبی (صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم) کو یہ خبر نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے باطلاع الہی حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے الفاظ لقل کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک شخص ایسی باتیں کہتا سنا گیا ہے
 میری اونٹنی فلان وادی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹک گئی ہے
 چنانچہ کچھ افراد جا کر اونٹنی کو لے آئے (انوارِ محمدیہ، ص ۱۷۱، ۱۷۲ / سیرت رسولؐ عربیؐ
 ص ۲۶۳ / سیرت النبیؐ کامل، جلد دوم، ص ۲۲۸)

۱۵۔ جب حضور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبوک کے مقام پر پہنچے، آپ نے
 لشکر سے فرمایا کہ آج کی رات تم پر سخت آندھی چلے گی۔ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ
 چلے۔ جن کے اونٹ ہیں، وہ انہیں رسیوں سے جکڑ دیں۔ رات کو آندھی کے دہان
 میں ایک شخص اپنی جگہ سے اٹھا جسے آندھی نے ہنڈے کے پہاڑوں میں پھینک دیا
 یہ مسلم کی روایت ہے۔ (انوارِ محمدیہ، ص ۱۷۱)

”حیاتِ محمدؐ“ میں ہے کہ لشکر گاہ سے دو آدمی رات کے وقت باہر نکل گئے

تھے۔ ان میں سے ایک کو ہوا اٹھا کر لے گئی اور دوسرا ریت کے نیچے دب گیا۔ (حیاتِ محمدؐ - ص ۵۷۲ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۲۷ / سیرت النبیؐ کامل -

جلد دوم - ص ۶۲۶، ۶۲۷)

۱۶۔ "اسلامی لشکر تبوک میں ان کے خیمہ زن ہوا۔ وہ رومیوں سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے تیار تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل لشکر کو مخاطب کر کے نہایت تبلیغِ خطبہ دیا۔ آپؐ نے جو امع الکلم ارشاد فرمائے۔ دنیا اور آخرت کی بھلائی کی رغبت دلائی، اللہ کے عذاب سے ڈرایا اور اس کے انعامات کی خوشخبری دی۔ اس طرح فوج کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ ان میں تو شے، ضروریات اور سامان کی کمی کے سبب جو نقص اور خلا تھا، اس کا بھی ازالہ ہو گیا۔ (الرحیق المختوم ص ۶۹۶ / محمد میاں صدیقی - خطباتِ رسولؐ - ص ۱۲۶-۱۵۴ / مولوی محمد عبد اللہ خطباتِ نبویؐ - ص ۱۰۸-۱۱۱ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۳۱، ۶۳۲ / لغوش - رسولؐ نمبر جلد ۸ - ص ۵۲، ۵۳ -

۱۷۔ "عیسائی سردار یوحنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، جزیرہ دنیا منظور کیا اور ایک سفید خچر بھی پیش کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو روانے مبارک عنایت فرمائی (مصطفیٰ خان - بی اسے - عز و ات نبویؐ - ص ۷۶ / سیرت رسول عربیؐ - ص ۲۶۲ / اسوۃ الرسولؐ - جلد سوم - ص ۲۹۵ / سیرۃ النبیؐ جلد اول - ص ۳۳۷)

۱۸۔ سفر تبوک کے بعد تمام عرب میں اسلام کا اثر و نفوذ بڑھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (مسلمانوں کے دشمنوں کی طرف سے خالی الذہن ہو گئے۔ قبائل میں جو خاندان تباہ نوز مشرف بہ اسلام نہ ہوتے تھے، اپنے رؤسا کی معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حضور قبولِ اسلام کا تحفہ پیش کرنے کے لیے چاروں طرف سے وفود کی صورت میں اٹھ آئے۔ تبوک آخری غزوہ تھا جس کے بعد آنحضرت صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم) خدا کی اس دین پر سکون وطمینانیت کے ساتھ مدینہ میں فرودکش رہے

(حیات محمدؐ - ص ۵۷۸ / اسوۃ الرسولؐ - جلد سوم - ص ۲۹۴)

۱۹ — سلیمان ندوی - رحمت عالمؐ - ص ۱۰۷ - ۱۰۹ / مصطفیٰ خان - بی اے - غزواتِ

نبویؐ - ص ۷۵ - ۷۷ / انوارِ محمدیہؐ - ص ۱۶۹ - ۱۷۵ -

۲۰ — مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۳۷ / الرحیق المختومؐ - ص ۶۹۷ / مغازی رسول اللہؐ

ص ۲۲۸ / مغازی الرسولؐ - ص ۳۲۸ / اسوۃ الرسولؐ - جلد سوم - ص ۲۹۵، ۲۹۶ -

۲۱ — مغازی الرسولؐ - ص ۳۲۸، ۳۲۹ -

۲۲ — الوقا - ص ۷۳۸ -

۲۳ — مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۲۵، ۶۲۱، ۶۲۰، ۶۲۸ / الرحیق المختومؐ - ص ۶۹۹ /

مغازی الرسولؐ - ص ۳۲۹، ۳۵۰ / اسوۃ الرسولؐ - جلد سوم - ص ۳۰۳ - ۳۰۶ /

سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۶۲۳، ۶۳۷ - ۶۴۰ / مدارج النبوت - جلد دوم

ص ۵۹۹ - ۶۰۵ -

۲۴ — انوارِ محمدیہؐ - ص ۱۷۳ -

۲۵ — تاریخ مدینہ - ص ۹۲، ۹۳ / انوارِ محمدیہؐ - ص ۱۷۳ / سیرت رسولِ عربیؐ - ص ۲۶۴

- ۲۶۶ / حیات محمدؐ - ص ۵۷۷ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۳۸ - ۶۴۰ / الرحیق

المختومؐ - ص ۶۸۹، ۶۹۰ / عمدِ نبویؐ کے غزوات دسرا یا - ص ۲۴۱، ۲۴۲ / اسوۃ

الرسولؐ - جلد سوم - ص ۲۹۹ - ۳۰۳ / سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۶۳۵، ۶۳۶ /

سیرت النبیؐ - جلد اول - ص ۲۳۸ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۶۵، ۵۹۶ -

۲۶ — الرحیق المختومؐ - ص ۶۹۴ / حیات محمدؐ - ص ۵۷۷ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۲۸ /

سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۶۲۷ -

۲۷ — انوارِ محمدیہؐ - ص ۱۷۲ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۶۳۱ / الرحیق المختومؐ - ص ۶۹۵ -

۲۸ — مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۵۹۱، ۵۹۲ -

۲۹ — سیرت النبیؐ کامل - جلد دوم - ص ۶۳۳، ۶۳۴ / مدارج النبوت - جلد دوم

ص ۵۹۰ - ۵۹۲ -

حجۃ الوداع

ابن سعد کے مطابق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۲۵ ذی قعدہ ۱۰ ہجری کو بیت کے دن مدینہ سے روانہ ہوئے اور یہ قافلہ دو شنبہ کے دن مراظران پہنچا۔ اس سفر میں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ تمام اہمات المؤمنین اور حضرت فاطمہ الزہراء اور مہاجرین و انصار کے قریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار جانثار تھے۔ مسجد حرام پہنچ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے خانہ کعبہ کا طواف کیا، پھر صفا و مروہ کے درمیان سعی کی مگر احرام نہیں کھولا کیونکہ آپ نے حج و عمرہ کا احرام ایک ساتھ باندھا تھا اور اپنے ساتھ بکری (قربانی کے جانور) لائے تھے۔ طواف و سعی سے فارغ ہو کر آپ نے بالائی مکہ میں حجوں کے پاس قیام فرمایا لیکن دوبارہ طواف حج کے سوا کوئی اور طواف نہیں کیا آپ کے جو صحابہ کرام رضائے سابقہ (قربانی کا جانور) نہیں لائے تھے، آپ نے انہیں حکم دیا کہ اپنا احرام عمرہ میں تبدیل کر دیں اور بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کی سعی کر کے پوری طرح حلال ہو جائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۱۰ ذی الحجہ کو منی پہنچ کر خود اپنے دست مبارک سے تریسٹھ اونٹ ذبح کیے۔

”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خطبہ میں ارشاد فرمایا۔ اے لوگو! یہ کونسا دن ہے تو انہوں نے عرض کیا یہ حرمت والادن ہے یعنی دس ذوالحجہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا شہر ہے؟ انہوں نے عرض کیا۔ بلد حرام مکہ مکرمہ۔ آپ نے فرمایا یہ کونسا مہینہ ہے تو انہوں نے عرض کیا۔ ذوالحجہ المبارک۔

آپ نے فرمایا۔ یقین رکھو کہ تمہارے اموال، خون اور عزتیں باہم ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہیں اور واجب الاحترام جیسے کہ اس دن کی حرمت و عزت ہیں۔

حرمت والے مہینہ اور عزت و کرامت والے شہر میں ان طہیبات کو بار بار دہرایا۔ پھر سرِ اقدس کو آسمان کی طرف اٹھا کر بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا۔ اے اللہ! کیا میں نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے؟ تین مرتبہ ان کلمات کو دہرایا۔ پھر حاضرین کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ جو یہاں موجود ہیں وہ ان لوگوں کو یہ احکام پہنچائیں جو یہاں حاضر نہیں ہیں۔ بعض تم میں سے کوئی شخص میرے بعد دینِ اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائے تاکہ اسلام پر ثابت قدم اور راسخ العقیدہ لوگ ان کو قتل کر دیں اور ارتداد کی سزا دیں۔ یا میرے بعد نعمتِ اسلام اور اخوتِ اسلامیہ کی ناشکر گزاری نہ کرنا اور آپس میں بھائی بھائی بن کر رہنا۔ باہم جنگ و جدال پر نہ اتر آنا۔

حضرت ابو شریح عدوی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شہنشاہِ عرب و عجم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتحِ مکہ کے دوسرے دن خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا۔ یقین رکھو کہ مکہ کو کرامت و حرمت اور عزت و عظمت صرف اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی ہے نہ کہ لوگوں نے۔ لہذا کسی بھی ایسے شخص کے لیے جو اللہ تعالیٰ اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے، یہ حلال نہیں ہے کہ اس میں خونریزی کرے یا یہاں کے خورد و درختوں اور پودوں کو کاٹے۔ اگر کوئی شخص رسول خدا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قتال کو سنبھالتے ہوئے اپنے لیے رخصت ثابت کرنا چاہے تو اسے کہنا اللہ رب العزت نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اذن اور رخصت دی تھی۔ اور تمہارے لیے رخصت نہیں فرمائی اور میرے لیے بھی ایک دن کی ایک ساعت میں رخصتِ قتال و جنگ و جدال تھی۔ جو یہاں حاضر ہیں وہ میرا یہ فرمانِ غیر حاضر لوگوں تک پہنچادیں۔

ابو نضرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے ان حضرات صحابہؓ نے بیان فرمایا جنہوں نے میدانِ منیٰ میں ایامِ تشریق کے اندر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خطبہ سنا۔ آپ اس وقت اونٹ پر سوار یوں ارشاد فرمادے تھے۔ اے لوگو! آگاہ رہو اور غور سے سنو۔ تمہارا رب ایک ہے اور غور سے سنو کہ تمہارا باپ ایک ہے

دل کے کان کھول کر سنو کہ عربی کو عجمی پر اور گورنے کو کلمے پر (محض نسبت و نسل یا وطن اور علاقہ کے لحاظ سے) کوئی فضیلت نہیں ہے اور اگر کسی کو کسی پر فضیلت ہے تو صرف تقویٰ و بہرہ ریزی کی وجہ سے ہے۔ کیا میں نے حج تبلیغ ادا نہیں کر دیا اور فریضہ رسالت سے سبکدوش نہیں ہو گیا ہوں۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا جو یہاں موجود ہیں، وہ غائب لوگوں کو بھی میرا یہ پیغام اور فرمان پہنچادیں۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر رسول معظم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ روزانہ پانچ نمازیں ادا کرنا اور ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔ اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا کرنا اور اپنے حکام و امراء کی اطاعت کرنا۔ تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے اور ابھی راحت و سکون پا لو گے۔ آپ نے فرمایا لوگو! میری بات سن لو کیونکہ میں نہیں جانتا، شاید اس سال کے بعد اس مقام پر تم سے کبھی نہ مل سکوں گا تمہارا خون اور تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح تمہارے آج کے دن کی رواں مہینے کی اور موجودہ شہر کی حرمت ہے۔ سن لو! جاہلیت کی ہر چیز میرے پاؤں تلے روند دی گئی ہے۔ جاہلیت کے خون بھی ختم کر دیئے گئے۔ اور ہمارے خون میں سے پہلا خون جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون ہے۔ یہ بچہ بنو سعد میں دو دھپی رہا تھا کہ انھی ایام میں قبیلہ ہذیل نے اسے قتل کر دیا۔ اور جاہلیت کا سود ختم کر دیا گیا۔ اور ہمارے سود میں سے پہلا سود جسے میں ختم کر رہا ہوں، وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے اب یہ سارا کا سارا سود ختم ہے۔

ہاں! عورتوں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ کیونکہ تم نے انہیں اللہ کی امانت کے ساتھ لیا ہے اور اللہ کے کلمے کے ذریعے حلال کیا ہے۔ ان پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دیں جو تمہیں گوارا نہیں، اگر وہ ایسا کریں

تو تم انہیں مار سکتے ہو لیکن سخت مارنا اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم انہیں معذرت کے ساتھ کھلاؤ اور پہناؤ۔

اور میں تم میں ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں کہ اگر تم نے اسے مضبوطی سے پکڑے رکھا تو اس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اور وہ ہے اللہ کی کتاب، لوگو! یاد رکھو میرے بعد کوئی نبی نہیں اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں۔ لہذا اپنے رب کی عبادت کرنا پانچ وقت نماز پڑھنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو اپنے پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔

اور تم سے میرے متعلق پوچھا جائے والا ہے تو تم لوگ کیا کہو گے؟ صحابہؓ نے کہا، ہم شہادت دیتے ہیں کہ آپ نے تبلیغ کر دی، پیغام پہنچا دیا اور خیر خواہی کا حق ادا فرما دیا۔ یہ سن کر آپ نے انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا اور لوگوں کی طرف جھکاتے ہوئے تین بار فرمایا۔ اے اللہ گواہ رہا! ۵

حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ عرفات سے فارغ ہو کر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی دونوں نمازیں ایک ہی وقت میں ادا فرمائیں اور اللہ رب العزت کی حمد و ثنا، ذکر و شکر اور توبہ و استغفار میں مشغول ہو گئے۔ آپ حالت دعا ہی میں تھے کہ اللہ جل شانہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔ (ترجمہ) آج میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور ہمیشہ کے لیے دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کیا۔ ۵

”ایام تشریق کے خاتمے پر دوسرے یوم النفر یعنی ۱۳ ذی الحجہ کو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منیٰ سے کوچ فرمایا اور وادی ابطح کے خیف بنی کنانہ میں فروکش ہوئے۔ دن کا باقی ماندہ حصہ اور رات وہیں گزار دی اور ظہر، عصر، مغرب اور عشا کی نمازیں وہیں پڑھیں البتہ عشا کے بعد تھوڑا سا سو کر اٹھے پھر سوار ہو کر بیت اللہ تشریف لے گئے اور طواف و دایع فرمائے۔ اور اب تمام مناسک حج سے فارغ ہو کر

آپ نے سواری کا رخ مدینہ منورہ کی راہ پر ڈال دیا۔ اس لیے نہیں کہ وہاں پہنچ کر راحت فرمائیں بلکہ اس لیے کہ اب پھر اللہ کی خاطر اللہ کی راہ میں ایک نئی جدوجہد کا آغاز فرمائیں۔

حجۃ الوداع کو حجۃ الاسلام اور حجۃ البلاغ بھی کہتے ہیں۔

حواشی

۱۔ نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۹۸، ۱۹۹۔

اس موقع پر اسحاق علوی تقویٰ صاحب سے لکھتے ہیں کہ گویا دو شنبہ ۴ ذوالحجہ کے مطابق تھا۔ و سنیفلڈ کی تقویم کے بموجب اگرچہ یہ دونوں بیانات صحیح ہیں کیونکہ از روئے حساب ذوالحجہ ۱۰ھ کی پہلی تاریخ کو جمعہ تھا، اس لیے دو شنبے کو ذوالحجہ کی ۴ تاریخ ہی ہونا چاہیے لیکن روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ اس سال حج جمعہ کو ہوا تھا۔ یعنی جمعہ کے ۹ تاریخ تھی جس کی رو سے دو شنبہ کو بجاتے چار کے پانچ تاریخ ہونا چاہیے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ مکہ معظمہ میں ذوالحجہ کا چاند ۲۹ کا تسلیم کر کے بجائے جمعہ کے پہلی تاریخ قرار دی گئی تھی اور حج اسی حساب سے ادا کیا گیا تھا۔ یہ ایک دن کا فرق ایسا نہیں جو قمری مہینوں میں کوئی اہمیت رکھتا ہو۔ (نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۱۹۹)

”سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر مبارک“ میں لکھا ہے کہ ”حجۃ الوداع کے لیے دولت کہہ سے بروز دو شنبہ روانگی ہوئی۔ تیل لگایا اور خوشبو جسم اقدس پر ملی اور ذوالحلیفہ (جو مدینہ طیبہ سے قریباً تین میل کے فاصلے پر ایک مقام ہے) قیام فرمایا اور رات گزاری۔ ارشاد فرمایا کہ میرے پروردگار کی جانب سے پیغام آیا ہے کہ اس وادی مبارک میں نماز ادا کرو اور حج و عمرے دونوں کی نیت کرو۔“

(سیرت الرسول ص ۲۱ بحوالہ سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ ص ۲۹۴)

”الرحیق المختوم“ میں ہے کہ روانگی ہفتہ کے دن ہوئی تھی (الرحیق المختوم۔

(ص ۴۳۱، ۴۳۲)

۲ — سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۸۳۔

شیخ محمد رضا لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مسلمانوں کی تعداد

نوٹسے ہزار تھی اور ایک قول کے مطابق اس سے بہت زیادہ تھی۔ مگر پہنچ کر مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی کیونکہ مکہ اور یمن کے مسلمان بھی ساتھ شریک حج ہوئے تھے۔

(محمد رسول اللہ ص ۶۷۵)

۳ — الرحیق المختوم - ص ۴۳۲، ۴۳۳

۴ — سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۸۸، ۳۸۷

۵ — الوفا - ص ۵۷۶ - ۵۷۸ / سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۸۳ - ۳۸۶ / رسول

رحمت - ص ۵۲۵ / شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۶۷۲ - ۶۷۴

۶ — الرحیق المختوم - ص ۴۳۲، ۴۳۳

۷ — مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۶۶۶

۸ — سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۸۷

۹ — الرحیق المختوم - ص ۴۳۹

۱۰ — النوار المحمدیہ - ص ۱۷۷

”اس حج کو حجۃ الوداع بھی کہتے ہیں کیونکہ آپ اپنی امت سے رخصت ہوئے

اور اس حج کو حجۃ الاسلام بھی کہتے ہیں کیونکہ حج فرض ہونے کے بعد اسلام میں یہ

پہلا حج ہے۔ (سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۸۹)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اس کے علاوہ کوئی حج ادا نہیں فرمایا

تھا۔ اعلان نبوت سے پہلے اور اس کے بعد آپ نے بہت سے حج کیے تھے۔

علماء کو ان کے شمار کی اطلاع نہیں ہے۔ اسی وجہ سے ان کی تعداد کو احاطہ مضبوط

میں نہ لایا جاسکا۔ (تاریخ مدینہ - ص ۹۵)

مہم اسامہ رضی

حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۲۸ صفر (دوشنبہ) کو جہادِ روم کی تیاری کا حکم دیا۔ اور اس لشکر کا سالار حضرت زید بن حارثہ کے بیٹے حضرت اسامہ رضی بن زید کو مقرر کیا جن کی عمر اس وقت بمشکل بیس سال تھی۔

مفتی عزیر الرحمن کے مطابق ۲۶ صفر اللہ روز دوشنبہ کو آپ نے روم کی جانب لشکر کی تیاری کا حکم دیا۔ اور دوسرے دن اسامہ بن زید کو طلب فرمایا اور فرمایا کہ ہم نے تم کو لشکر پر امیر مقرر کیا۔ جاؤ اپنے والد کی شہادت گاہ کی طرف اور وہاں جہاد کرو اور اللہ تعالیٰ جب تمہیں وہاں کامیابی دے تو کچھ وقت قیام کرنا اور جاسوسوں کو ادھر روانہ کرو۔ اور ۲۸ صفر اللہ کو آپ کی طبیعت ناساز ہوئی لیکن اس کے باوجود آپ نے جھنڈا بنایا اور فرمایا۔ (ترجمہ) اللہ کا نام لے کر غزوہ اللہ کی راہ میں کرو اور کافروں کو قتل کرو۔

جھنڈا لے کر حضرت اسامہ بن زید رخصت ہوتے اور بریدہ بن حصیب کو دیا۔ تاکہ لشکر گاہ میں لے جائیں اور مقام "جوف" میں پڑاؤ ڈالا۔ اس لشکر میں حضرت ابو بکر صدیق رضی، حضرت عمر رضی، حضرت عثمان رضی، حضرت سعد بن ابی وقاص رضی، حضرت ابو بکر بنیہ رضی، حضرت قتادہ رضی اور حضرت سلمہ بن اسلم وغیر حضرات معہ تھے۔ اس وجہ سے کہ حضرت اسامہ رضی اس لشکر کے امیر تھے۔ یہ بات بعض لوگوں کو گراں ہوئی اور طعن کے طور پر کہا کہ اس غلام کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امیر بنا دیا ہے، یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوش مبارک میں پہنچی، آپ کو غصہ آگیا۔ اور بخار شدید اور سر کے درد کے باوجود سر پر پیٹی باندھ کر مسجد میں تشریف لائے اور منبر پر پہنچے اور خدا کی حمد و ثنا کے بعد ارشاد فرمایا۔ "تمہارے بعض

لوگوں کا یہ قول مجھ تک پہنچا ہے کہ میں نے اسامہؓ کو امیر بنا دیا ہے۔ اگر طعن کے طور پر کہا ہے تو اس سے پہلے اس کے باپ کے اوپر بھی غزوہ موتہ کے موقع پر یہی طعن کیا گیا تھا۔ بخدا وہ بھی امارت کے قابل تھے اور اس کا بیٹا بھی اس منصب کے لائق ہے۔ زیدؓ بھی مجھے محبوب تھا اور اس کا بیٹا بھی مجھے محبوب ہے۔ اس کے بعد آپ منبر سے نیچے اتر آئے اور گھر تشریف لے گئے۔ یہ واقعہ ۱۰ ربيع الاول روز شنبہ کا ہے۔ حضرت اسامہؓ رخصت ہونے کے لیے حاضر خدمت ہوتے اور رخصت ہو کر لشکر گاہ میں آتے۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر مرض کا دباؤ اور بڑھ گیا۔ فرمایا۔ اسامہؓ کا لشکر روانہ کرو۔ یکشنبہ کے دن اور بھی طبیعت تاسا زہرہ گئی۔ حضرت اسامہؓ رخصت ہونے کے لیے پھر آئے۔ صبح دوشنبہ کو کچھ افاقہ ہوا۔ اور حضرت اسامہؓ کو رخصت کیا اور ارشاد فرمایا "اللہ کی برکت پر غزوہ کرو" مقام "جرف" میں آکر لوگوں کو حضرت اسامہؓ نے کوچ کا حکم دیا کہ اتنے میں حضرت ام المینؓ نے ان کے پاس کسی کو بھیجا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حالت نزع میں ہیں۔ حضرت اسامہؓ اور اکابر صحابہؓ جو باہر تھے، وہ واپس لوٹے اور حضرت بریدہؓ نے بھی وہ جھنڈا لاکر حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر گاڑ دیا۔ جب حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے دفن سے فراغت ہو گئی اور حضرت ابو بکر صدیقؓ خلیفہ منتخب ہو گئے تو بریدہ بن حصیبؓ کو امر فرمایا کہ وہ جھنڈا اسامہؓ کے دروازے کے سامنے کر گاڑ دو۔ اور جس لشکر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مقرر فرمایا ہے اس کو کوچ کر دینا چاہیے۔ پس اسامہؓ باہر آئے اور مقام جرف میں پہنچے اور پڑاؤ کیا تاکہ لوگ جمع ہو جائیں۔

اسی اثنا میں مدینہ منورہ میں خبر آئی کہ بعض قبائل عرب مرتد ہو گئے ہیں۔ اور حضرت اسامہؓ کا جانا موقوف کرنا چاہیے۔ اندیشہ ہے کہ کہیں دشمن مدینہ پر چڑھائی نہ کر دیں۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا، اگر مجھے معلوم ہو جاتے کہ اسامہؓ کے لشکر بھیجنے کے بعد میں درندوں کا لقمہ بن جاؤں گا، تب بھی میں خلاف فرمان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرگز نہ کروں گا۔
 حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت اسامہؓ سے درخواست کی کہ مناسب ہے
 کہ آپؓ حضرت عمرؓ کو میرے پاس رہنے کی اجازت مرحمت فرما دیجیے۔ پس
 اسامہؓ کی اجازت سے حضرت عمرؓ اس لشکر میں نہ جاسکے۔
 فتح یابی کے بعد جب لشکر واپس مدینہ منورہ آیا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ
 مہاجرین انصار کے ساتھ لشکر کے صحیح و سالم واپس آنے کی خوشی میں ان کے استقبال
 کے لیے نکل آئے۔ حضرت اسامہؓ بہت زیادہ مال غنیمت لے کر ربیع الآخر کے
 مہینے میں مدینہ منورہ پہنچے۔

پہلے روم میں مسلمان غزوہ موتہ کے موقع پر لڑے تھے اور تین جلیل القدر
 صحابہ حضرت زید بن حارثہؓ، حضرت جعفر بن ابی طالب اور عبد اللہ بن رواحہؓ کے بعد
 دیگر لڑنے والے سردار بنے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد فوج کی کمان حضرت خالد
 بن ولید نے سنبھالی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی۔ اس جگہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے جب لشکر کشی کا ارادہ کیا تو اسامہؓ بن زید کو سپہ سالار مقرر فرمایا وہ اس وقت
 بیس سالہ نوجوان تھے۔ اور ان کے جھنڈے کے نیچے حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ
 علیؓ وغیرہ جیسے بزرگ مہاجرین و انصار تھے۔ اور یہ وہ لوگ تھے جو قدیم الاسلام
 تھے۔ اور اسلام کی خاطر آزمائشوں سے گزرے تھے اور عمر اور مرتبہ کے لحاظ
 سے اسامہؓ سے برتر تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے درمیان مرتبہ
 عمر اور فضیلت کے فرق کو مٹانے کے لیے آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم)
 کی یہ بہترین سنت ہے۔ نیز اس سے یہ رہنمائی بھی حاصل ہوئی ہے کہ عمر اور مرتبہ
 کو نظر انداز کرتے ہوئے قابل اور باصلاحیت کارکن کو آگے لانا چاہیے۔ بزرگ
 مہاجرین و انصار جو تاریخ کی مسلمہ عظیم شخصیتیں ہیں اور جن کی مثل و نظیر ناپید ہے
 وہ نوجوان اسامہؓ کی امانت پر راضی ہو گئے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ
 جلیل القدر حضرات انتہائی پاکیزہ نفوس اور مہذب اخلاق کے حامل تھے اور ان کا یہ

تذکیہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی ہدایت، تربیت اور ارشاد کا مرہون منت ہے حضرت اسامہؓ کو حضرات ابو بکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ اور علیؓ جیسے اکابر پر امیر مقرر کرنا ایک عظیم واقعہ ہے جس کی مثال اہم سابقہ میں سے کسی امت میں بھی نہیں ملتی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں عبقری اور قابل نوجوان کے لیے میدان کھلے ہیں اور بشرط صلاحیت ان کو امور کی قیادت سپرد کی جا سکتی ہے۔ یہ ایک بہت بڑا سبق ہے۔ اگر بعد کے ادوار میں مسلمان اس کو یاد رکھتے تو تاریخ اسلام شہادتِ و آلام سے پاک ہوتی۔ اس اہم سبق کو بھلا دینے کا یہ نتیجہ ہے کہ مسلمان سلطنتوں کی تاریخ فتنوں اور المیوں سے بھری پڑی ہے جنہوں نے ارکانِ سلطنت کو ہلا کر رکھ دیا اور ان کی طاقت کو کمزور کر دیا۔

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو وحیِ آسمانی کی تائید حاصل تھی۔ آپ کو ایسی حکمت، راستی، دوراندیشی اور عظیم سیاسی بصیرت عطا کی گئی تھی کہ آپ سے قبل کسی نبی پر ایسی نوازشیں نہیں کی گئی۔ اور تاریخ میں آپ جیسے عظیم شخصیت نہ آپ سے پہلے اور نہ آپ کے بعد پیدا ہوئی۔ اللہ تعالیٰ اسامہؓ جیسے نوجوان سے راضی ہوا اور یہ امر بھی اسامہؓ کو مبارک ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کی اہلیت، قیادت، صدق، عزیمت اور حسنِ اسلام پر پورا اعتماد تھا۔ اللہ تعالیٰ اسامہؓ سے راضی ہوا اور انہیں ہمارے ایمان دار اور باعمل نوجوانوں کے لیے پیشوا بنایا۔

حواشی

۱۔ رسالہ نمائش۔ ص ۱۹۰ / سیرۃ مجددیہ۔ جلد اول۔ ص ۵۹۸ / عبید زہری ابن جزی۔ النبی الاظہر۔ ص ۱۶۷ (حاشیہ) / اصح السیر۔ ص ۵۰۰ / تواریخ حبیب اللہ۔ ص ۱۹۲ / نقوش۔ رسولؐ نمبر جلد ۲۔ ص ۱۹۷ (مضمون سیرت نبویؐ) توقیت کی روشنی میں۔ از مولوی اسحاق النبی غدیری) عبدالمصطفیٰ اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ ص ۲۲۶-۲۲۸۔

۲۔ آپ کا نام اسامہؓ کنیت ابو محمد اور لقب حبیب رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم (یعنی محبوب رسول) تھا۔ والد کا نام زید بن حارثہ تھا۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۱، ص ۲۷۳۔) (مضمون حضرت اسامہؓ بن زید۔ از راجا محمد شریف) حضرت اسامہؓ بن زید پندرہ سال کی عمر میں رمضان، ہجری میں جہینہ کی طرف ایک مہم پر گئے تھے۔ جہینہ کی اس مہم کی قیادت حضرت اسامہؓ کے سپرد تھی۔ (عہد نبوی کے نادر واقعات ص ۱۹۲، ۱۹۳ / نقوش رسول نمبر جلد ۱، ص ۲۷۳)

حضرت اسامہؓ بن زید سے روایت ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مجھے پکڑتے اور اپنی دائیں ران پر بٹھاتے اور حضرت حسن بن علیؓ کو پکڑتے اور اپنی بائیں ران پر بٹھاتے۔ پھر ہم دونوں کو ملا کر آپ دعا فرماتے، اے میرے اللہ! میں ان دونوں پر رحم کرتا ہوں پس تو بھی ان پر رحم فرما۔ ایک دوسری روایت میں اس طرح ہے۔ اے اللہ! میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں تو بھی ان دونوں کو دوست رکھ۔ (محمد یوسف۔ حیاة الصحابہؓ جلد سوم مشتمل بر حصہ ہشتم، نهم، دہم۔ ص ۳۶۰ / حیاة الصحابہؓ بر حصہ ہشتم، نهم، دہم، ص ۳۶۲ / نقوش رسول نمبر جلد ۱، ص ۲۷۴)

بارگاہِ نبوت میں حضرت اسامہؓ کے رسوخ کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ جب کوئی ایسی سفارش جس سے حضرت عائشہ صدیقہ بھی جھکتیں، آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے کہنی ہوتی تو حضرت اسامہؓ کے سپرد کی جاتی۔ (نقوش رسول نمبر جلد ۱، ص ۲۷۸)

”سنت کی شدت سے پابندی کرتے تھے۔ آخر عمر میں جبکہ قوی مضحل ہو گئے اور جسمانی ریاضت برداشت نہ کر سکتے تھے، اس وقت بھی مسنون روزے التزام سے رکھتے تھے۔ حضرت اسامہؓ کے غلام سے مروی ہے۔

”آپ دو شنبہ اور پنج شنبہ کا روزہ رکھتے تھے۔ میں نے ان سے کہا کہ آپ سفر میں بھی روزہ رکھتے ہیں حالانکہ آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ فرمایا ” میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ دو شنبہ اور پنج شنبہ کو روزہ رکھتے تھے اور آپ نے فرمایا کہ اعمال دو شنبہ اور پنج شنبہ کو پیش کیے جاتے ہیں۔ (نقوش - رسول نمبر - جلد ۷ - ص ۲۸۰)

حضرت اسامہ بن زیدؓ حضرت معاویہؓ کے زمانہ امارت ۵۲ھ میں بعمر تقریباً ساڑھے سال مدینہ میں فوت ہوئے۔ حضرت اسامہؓ نے مختلف اوقات میں متعدد شادیاں کیں جن سے کثرت سے اولاد ہوئی تاہم ابن سعد کے مطابق آپ کے لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد کسی زمانہ میں بھی بیس سے زیادہ نہیں ہوئی۔ (نقوش - رسول نمبر - جلد ۷ - ص ۲۸۰) (مضمون اسامہ بن زید - ازہ راجا محمد شریف)

۳۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کھلائی بمرکہ (جو ام المین کی کنیت سے مشہور تھیں) کے بیٹے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے بے حد محبت کرتے تھے۔ آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو آخری مہم بھیجی وہ اسامہ بن زید کی مہم تھی۔ حضرت اسامہ کی کم عمری اور ایک بڑے لشکر کی سرداری پر کئی صحابہ کرامؓ کو اعتراض تھا۔ ان کی عمر کے بارے میں ابن سعد کہتے ہیں کہ بیس سال تھی اور ابن ابی حنیمہؓ کی روایت کے مطابق اٹھارہ سال عمر تھی۔ (اصح السیر - ص ۵۰۲) کچھ اور سیرت نگار بھی ابن سعد کی تقلید میں حضرت اسامہؓ کی عمر بیس سال لکھتے ہیں (شیخ محمد رضا - محمد رسول اللہ - ص ۲۷۶ / الرسول - ص ۲۰۸ / نقوش - رسول نمبر - جلد ۱۲ - ص ۲۸۹) (مضمون سرور انسانیت از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ سیبائی) - عبد الصمد صادم ۲۱ سال عمر بتاتے ہیں (محمد رسول اللہ - ص ۳۵۶)

۴۔ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا۔ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان سے قصاص لینا چاہتے تھے۔ آغازِ علالت سے ایک
روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فرج لے کر جائیں اور ان
شریوں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔ (رشیدی سیرۃ النبی - جلد دوم ص ۱۰۴)
حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت اسامہؓ کو اس مہم کا امیر مقرر
کرنے کے بعد ہدایت فرمائی کہ پہلے انہیں اسلام کی طرف بلانا۔ اگر وہ اسلام
کی طرف نہ آئیں تو جنگ کرنا۔ (نذیر احمد سیاح قریشی - خاتم النبیین ص ۱۸۶)
حضرت زید بن حارثہ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے۔ موتہ ملک شام میں بلقار
کے مضافات میں واقع ہے۔ یہ مہم ہجرت کے آٹھویں سال جمادی الاول کے
مہینے میں واقع ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
حارث بن عمیر الازدی رضی اللہ عنہ کو ایک خط لے کر شاہ بصری کی طرف
روانہ کیا۔ جب وہ موتہ کے مقام پر پہنچے تو شربیل بن عمرو الغسانی نے مقابلہ
میں آکر انہیں شہید کر دیا۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سفیروں میں
سے ان کے سوا اور کوئی آدمی قتل نہیں ہوا۔ حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم
نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو تین ہزار آدمیوں پر مامور فرمایا اور حکم
دیا کہ اگر زید بن حارثہ مارا جائے تو تمہارا امیر حنف بن ابی طالب ہوگا۔ اور
اگر وہ بھی مارا جائے تو تمہارا امیر عبد اللہ بن رواحہ ہوگا۔ اور اگر وہ بھی مارا جائے
تو مسلمان اپنے آدمیوں میں سے ایک کو امیر بنالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
نے ان کے لیے سفید علم تیار کرایا اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے حوالے
کیا اور حکم دیا کہ حارث بن عمیر رضی اللہ عنہ کی قتل گاہ پر پہنچو تو وہاں ان لوگوں کو
اسلام کی طرف بلاؤ۔ اگر مان جائیں تو فہماء ورنہ خدا سے مدد مانگو اور ان سے جہاد
کو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثنیۃ الوداع تک ان کی مشایعت فرمائی

جب سپاہ روانہ ہوئی تو مسلمانوں نے ان کے لیے دعا کی کہ اللہ مصیبت کو تم سے دفع کرے اور تم سالمًا غانمًا واپس آؤ۔ جب اسلامی لشکر مدینے سے روانہ ہوا تو دشمن کو ان کی روانگی کا علم ہو گیا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لیے جمع ہوئے اور شریک بن عمرو بھی مقابلہ کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اور اس نے ایک لاکھ سے زیادہ فوج جمع کر لی۔ اور جاسوسوں کو لشکر کے آگے آگے روانہ کیا، اسلامی لشکر معان کے مقام پر اتر ہوا تھا۔ انہیں دشمن کی کثیر تعداد اور ان کے اجتماع کا پتا چل گیا تھا۔ نیز یہ خبر موصول ہوئی کہ ہر قتل ایک لاکھ سپاہ کے ساتھ بلقار کے مقام پر پڑاؤ کیے ہوئے ہے۔ مسلمان دو دن ٹھہرے رہے تاکہ اس معاملے کے بارے میں سوچ بچار کر سکیں۔ انہوں نے ایک دوسرے سے کہا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لکھ کر صورت حال کے بارے میں اطلاع دیں مگر حضرت عبداللہ بن رواحہ نے انہیں آگے بڑھنے کی ہمت دلائی۔ چنانچہ وہ موتہ کی طرف چل دیئے۔ وہاں ان کے مقابلے میں مشرکوں کا ایک ایسا لشکر آیا کہ جس کی کوئی حد نہ تھی۔ اسی طرح ہتھیار، گھوڑے، دیبا، حریر اور سونے کا شمارہ تھا۔ مسلمانوں اور مشرکوں میں مقابلہ ہوا۔ چنانچہ امرائے لشکر پاپادہ ہو کر لڑے۔ اسلامی علم حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا وہ لڑتے رہے اور اسلامی لشکر ان کے ساتھ صفت بندی کر کے لڑتا رہا۔ تا آنکہ وہ نیزے کے زخم سے شہید ہو گئے۔ پھر علم حضرت جعفر بن ابوطالب رضی اللہ عنہ نے تمام لیا۔ وہ اپنے سرخ گھوڑے سے اتر پڑے اور لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ تا آنکہ ان کے دونوں ہاتھ کٹ گئے پہلے انہوں نے علم دائیں ہاتھ میں پکڑا وہ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ میں لے لیا جب وہ بھی سے کٹ گیا تو سینے سے لگا لیا۔ چنانچہ وہ شہید ہو گئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جعفر کو ہاتھوں کے بدلے میں دو بازو (پر)

عطا کیے ہیں رجن کی مدد سے وہ بہشت میں اڑتے پھرتے ہیں اور ان کے بدن کے اگلے حصے پر تلوار اور نیزے کے بہتر زخم تھے۔ پھر علم حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے لیا وہ بھی شہید ہو گئے۔ اس کے بعد علم ابن اوس بن عجلانی رضی اللہ عنہ نے مقام لیا مگر صلاح و مشورہ کے بعد لوگوں نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو امیر منتخب کیا۔ چنانچہ علم انہوں نے لے لیا شدت کی لڑائی ہوئی جس میں کافی مال غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ پھر سب لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔

موسیٰ بن عقبہ نے معازی میں لکھا ہے کہ جب لعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ اہل موتہ کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سنانے کے لیے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو چاہتا ہے تو واقعات تو بیان کر اور اگر تیری مرضی ہو تو میں بیان کر دیتا ہوں۔ حضرت لعلی نے عرض کیا۔ آپ فرمائیں۔ آپ نے واقعات من و عن بیان کر دیئے۔ اس پر لعلی نے عرض کیا۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے۔ آپ نے تمام واقعات حرف بہ حرف درست بیان فرمائے ہیں (انوارِ محمدیہ ص ۱۳۸)۔

۱۴۰ / محمد زکریا۔ حکایات صحابہؓ سچی کہانیاں۔ ص ۸۱-۸۶ / نقوش۔ رسول نمبر۔ جلد ۲، ص ۲۷۲ (مضمون حضرت اسامہؓ بن زید۔ از راجا محمد شریف)۔ اگرچہ حضرت اسامہؓ کم عمر تھے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توقعات پر پورے اترے اور آپ کے انتخاب کو درست ثابت کر دکھایا۔ بعض نے اکابر صحابہؓ کا یہ خیال تھا کہ جسری رومیوں کے مقابلے میں کسی تجربہ کار بزرگ سپہ سالار کو نامزد کیا جانا چاہیے لیکن آپ نے اس معاملے میں اظہارِ رائے اور آزادانہ انتخاب کا ایک نثریں اصول و ن فرمایا کہ ذاتی مرتبہ اور عمر ہی بہادری پر دال نہیں۔ چنانچہ آپ نے اسامہؓ کو مسجد میں بلایا اور انہیں پیچھے اسلام عطا کرتے ہوئے فرمایا (کہ اپنے باپ کے مقتل کو جاؤ، کفار

کو کچل کر رکھ دو اور) اس پر چم کے عزت و وقار کو کبھی مجروح نہ ہونے دو
(الرسول ص - ص ۳۰۸، ۳۰۹)

۴۔ حضرت ابن عباس کی روایت ہے کہ وصال سے چند دن پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر تشریف لائے اور خطبہ کے دوران حکم دیا کہ اسامہؓ کے لشکر کو تیار کیا جائے جس جنگ کا میں نے حکم دیا ہے اسے مکمل کیا جائے عرب کی سرزمین پر دو مذہب نہیں رہ سکتے؛ یہ کہہ کر آپ منبر سے نیچے اتر آئے۔ (شرف النبی ص ۲۲۱)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا کہ جو لشکر اسامہؓ میں جانے سے انکار کرے، اس پر خدا لعنت کرے۔ (اسوۃ الرسول جلد سوم ص ۴۶۰) اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اپنے باپ کی طرح اسامہؓ بھی سرداری کے اہل ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسامہؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہیں میں بہت چاہتا ہوں۔ پس آپ ان سے بہتر سلوک کریں کیونکہ وہ بہترین لوگوں میں سے ہیں۔ (الرسول ص ۲۱۳)

جب ایامِ عیالیت میں آپ نے اسامہؓ بن زید کی سرکردگی میں ایک لشکرِ شام کی طرف روانہ کیا۔ اس وقت ان (حضرت اسامہؓ) کی عمر اکیس سال تھی بعض ولیران اسلام نے اس پر اعتراض کیا کہ اکیس سالہ نوجوان کیا لشکرِ اسلام کی سپہ سالاری کرے گا مگر حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی وجہ سے کوئی شخص آپ کے سامنے کچھ نہ کہہ سکا۔ آپ کو اس بات کی اطلاع ملی تو مسلمانوں سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ میں نے اسامہؓ کو اس لیے انتخاب کیا ہے کہ وہ زیدؓ کا فرزند ہونے کے علاوہ ایک شجاع و عاقل نوجوان ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ سیادت کے فرائض انجام دے سکے گا۔ رحلتِ پیغمبر کی وجہ سے اسامہؓ اپنے لشکر کو نزلے جا کے مگر جب حضرت ابو بکرؓ خلیفہ بن

گئے تو انہوں نے رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے عزم کی تائید کی اور
حضرت اسامہؓ کو پھر سپہ سالاری پر متعین کر کے لشکرِ اسلام کو شام کی طرف
روانہ کر دیا۔ حضرت اسامہ لشکر لے گئے اور فتح یاب ہوئے۔

ثابت ہو گیا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ان پر اعتماد کرنا بلا وجہ
نہ تھا۔ اسامہؓ کی فتح شام نے اہل اسلام پر شام کی فتوحات کے دروازے
کھول دیئے۔ حتیٰ کہ عہدِ فاروقی میں سارے شام پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا
(عبدالصمد صائم - محمد رسول اللہ - ص ۳۵۶، ۳۵۷)

۷۔ ایک شبہ کو حضرت اسامہؓ جرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عیادت
کے لیے آئے تو اس وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت زیادہ
ناساز تھی۔ اسامہؓ نے جھک کر آپ کو بوسہ دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ
آلہ وسلم نے آنکھیں کھول کر اسامہؓ کی طرف دیکھا اور اپنے دستِ پاک
آسمان کی طرف اٹھائے اور پھر اپنا دست مبارک حضرت اسامہؓ پر رکھ دیتے
حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے
لیے دعا فرما رہے ہیں۔ اس کے بعد اسامہؓ اپنے لشکر کی طرف گئے اور
دوسرے دن دو شنبہ ۱۲ ربیع الاول کو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طبیعت
دیکھنے آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا کہ خدا کا نام لے
کر کل روانہ ہو جاؤ۔ (سیرتِ محمدیہ ۲ - ص ۵۹۹، ۶۰۰ / تواریخِ حبیب اللہ
ص ۱۹۳ / عبدالمصطفیٰ اعظمی - سیرتِ مصطفیٰ - ص ۲۲۴، ۲۲۸)

۸۔ رسالتناہ - ص ۱۹۰-۱۹۲ / الرجیح المحتوم - ص ۴۲۱، ۴۲۲ / شیخ محمد رضا
محمد رسول اللہ ص ۴۴۵، ۴۴۶ / نقوش - رسولؐ نمبر - جلد ۱۲ - ص ۲۸۸-۲۹۰
(مضمون سرورِ انسانیت - از ڈاکٹر شیخ مصطفیٰ سباعی) / سیرتِ محمدیہ - جلد اول
ص ۵۹۸-۶۰۰ / حیاتِ محمدؐ - ص ۶۲۴، ۶۲۸، ۶۳۳ / نبی رحمتؐ ص

۱۳۸، ۱۳۹ / مختصر سیرت الرسولؐ - ص ۴۲۴-۴۲۶ / تواریخ حلبیہ اللہ ص
 ۱۹۲، ۱۹۳ / رسول رحمتؐ - ص ۶۴۱، ۶۴۲ / ساجد الرحمن - سیرت رسول
 ص ۱۳۵، ۱۳۶ / مصطفیٰ سباعی، ڈاکٹر - سیرت نبویؐ - ص ۲۰۹-۲۱۲ /
 عمر ابوالنصر - رسول عربیؐ - ص ۱۷۵-۱۷۷ / محمد میاں صدیقی - خطبات رسول
 ص ۴۴، ۴۵ / محمد شریف راجا - حیات رسالتؐ - ص ۴۶۹-۴۷۱ / اسوۃ
 الرسولؐ - جلد سوم - ص ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۵۲، ۴۶۲ -

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی خلافت سنبھالتے ہی حضرت اسامہؓ کی
 مهم کو روانہ کر دیا اور خود دوڑ تک پیادہ پا حضرت اسامہؓ کے گھوڑے کے
 ساتھ دوڑتے گئے اور انہیں ہدایات فرماتے رہے۔ (نقوش رسولؐ
 نمبر - جلد ۷ - ص ۴۷۵) (مضمون اسامہؓ بن زید - از راجا محمد شریف)

۹ — عبد الرحمن ابن جرزی - النبی الاطهر - ص ۱۶۷ -

۱۰ — رسالتؐ - ص ۱۹۲ -

۱۱ — نقوش رسولؐ - نمبر - جلد ۱۲ - ص ۴۸۹، ۴۹۰ (مضمون سرور النساءؐ)

۱۲ — مصطفیٰ سباعیؐ - سیرت نبویؐ - ص ۲۱۱ -



حضرت عائشہؓ کے مستقل بیان

حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ طیبہ کا آخری ہفتہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ہاں گزارا۔ اور ان کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت تک کے لیے اپنی اس چہیتی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں رہنا پسند فرمایا۔

تمام محدثین و مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ جنت البقیع میں شہداء کے لیے دعا فرمانے کے بعد ہی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی علالت کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ رات جنت البقیع میں گئے اور صبح اٹھنے پر سر میں شدید درد تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چار شنبہ کے دن ماہِ صفر میں گیارہ ہجری کو جنت البقیع میں تشریف لے گئے تھے ۱۔

حضرت عائشہؓ خود بیان فرماتی ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کی ابتداء مہینہِ رمضان کے گھر سے ہوئی۔ وہ انہی کی باری کا دن تھا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ آپ اس دن مہینہ کے گھر سے ہو کر میرے گھر میں آئے۔ اتفاق سے مجھے بھی اس دن دردِ سر تھا اور میں بھی سر پکڑنے لگی تھی اور کہہ رہی تھی ہائے میرا سر آپ بھی دردِ سر کی اسی حالت میں تشریف لائے۔ بیٹھے اور مجھ سے فرمانے لگے۔ اے عائشہؓ! کیا اچھا ہوتا کہ تم میرے سامنے دنیا سے گزر جاتیں تو میں تمہاری تجہیز و تکفین کر کے تم پر نماز پڑھتا۔ عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں نے ازراہِ غیرت کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شاید اس سے آپ کی یہ خواہش ہے اور میرا یہ گمان ہے کہ آپ مجھے دفن کر کے اسی روز ایک نئی عورت میرے ہی گھر میں بیاہ کر لیں گے۔ یہ سن کر آپ متبسم ہوئے اور فرمایا

لیکن افسوس ہے میرے سرکارِ درودہ دروسے جس سے نجات مشکل ہے ۳
 حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم طبیعت کی خرابی کے باوجود ازراہِ عدل و کرم تمام
 بیویوں کے ہاں ان کی باری کے مطابق جاتے رہے۔ اس طرح پانچ دن کے بعد
 دو شنبہ کے دن ۲۴ صفر کو مرض میں شدت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 نے بار بار پوچھا کہ اب میں کس کے گھر میں رہوں گا۔ وہ دن (یعنی دو شنبہ ۲۴ صفر)
 حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی باری کا دن تھا۔ تمام ازواجِ مطہرات نے اجازت
 دے دی کہ بیماری کے دن جہاں آپ خوشی سے رہنا چاہیں، ہمیں کوئی اہمیت
 نہیں۔ اجازت لینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستقل طور پر حضرت عائشہ رضی
 اللہ عنہا کے ہاں منتقل ہو گئے۔ اس طرح حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقل قیام پیر کے دن ہوا ۴

مؤرخین کا اس پر اتفاق ہے کہ بیماری کا آخری ہفتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر پوزا فرمایا ۵

قسطلانی نے ابن ابی ملیکہ کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے لکھی
 ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے گھر میں سوموار کے روز آئے اور دوسرے
 سوموار کو آپ کا انتقال ہو گیا ۶

مولوی محمد عبداللہ خان لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم علالت کی حالت
 میں ربیع الاول ۱۱ کے پہلے پیر کو ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا
 کے حجرہ میں تشریف لائے ۷

حواشی

- ۱۔ سید اولادِ حیدر فوق بلگرامی راسوۃ الرسول۔ جلد سوم۔ ص ۲۲۲۔
- ۲۔ محمد عابد سید۔ رحمة للعالمین۔ ص ۲۵۵ / سیرۃ الرسول من القرآن۔ ص
- ۳۶۲ / عبد العزیز ہزاروی۔ سیرت مصطفیٰ ۲۔ ص ۲۹۶۔

۳ — اسوۃ الرسولؐ جلد سوم - ص ۲۲۲، ۲۲۳ / رسالتما تب - ص ۱۹۶، ۱۹۷ /
اصح السیر - ص ۵۰۹، ۵۱۰ / حیات محمدؐ - ص ۴۳۲ / تواریخ حبیب اللہ - ص ۱۸۸ /
سرورِ عالم کے سفر مبارک - ص ۳۹۷ / مختصر سیرۃ الرسولؐ - ص ۷۲، ۷۳ / نبی
رحمتؐ - ص ۱۲۷ -

شبلی کی تحقیق میں یہ صفر ۱۱ھ کی اونیسویں تاریخ تھی اور چہار شنبہ کا
دن تھا (اسوۃ الرسولؐ جلد سوم - ص ۲۲۳)

۴ — نبی رحمتؐ - ص ۱۲۷ / شبلی - سیرۃ النبیؐ جلد دوم - ص ۱۰۵، ۱۰۶ / اسوۃ
الرسولؐ جلد سوم - ص ۲۲۲ / محمد عابد سید - رحمۃ للعالمینؐ - ص ۳۵۵ / پیغمبر
انسانیتؐ - ص ۶۰۷ / حیات رسالتما تب - ص ۴۴۲ / اردو ترجمہ مختصر سیرۃ
الرسولؐ - ص ۷۲، ۷۳ / سیرۃ الرسولؐ من القرآن - ص ۳۶۲ / عبدالمصطفیٰ اعظمی
سیرت مصطفیٰؐ - ص ۲۳۱ / عارف بٹالوی - حیات رسولؐ - ص ۱۷۶ / عبدالعزیز
ہزاروی - سیرت مصطفیٰؐ - ص ۲۹۶ -

۵ — حیات رسالتما تب - ص ۴۴۲ / عبدالمقتدر فاضل فتح پوری - سیرت طیبہ
محمد رسول اللہ - ص ۲۲۳ -

”احادیث کے تتبع اور خول راجح کی بنیاد پر یہی معلوم ہوتا ہے اور اغلب
ہے کہ دو شنبہ کا دن تھا“ (نبی رحمتؐ - ص ۱۲۷) (حاشیہ ۱)

۶ — اصح السیر - ص ۵۱۲ -

۷ — نام عائشہ رضی اللہ عنہا، لقب صدیقہ اور حمیرا، خطاب ام المؤمنین اور بنت الصدیق
اور کنیت ام عبد اللہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت حضرت عبد اللہ بن زبیر کے نام پر ہے جو حضرت
عائشہ کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔ عرب کے رواج کے مطابق تمام
امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن نے اپنی سابق اولادوں کے نام پر اپنی اپنی کنیت رکھ لی

اس پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بڑی حسرت سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس بات کا ذکر کیا کہ میں کس کے نام پر کنیت رکھوں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنے بھانجے عبداللہ رضی اللہ عنہ کے نام پر رکھ لو۔ اس طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کنیت "ام عبداللہ" قرار پائی۔ (سلیمان ندوی۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۲۰۱۹)

"حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ عائشہ رضی اللہ عنہا! یہ جبرائیل تم کو سلام کہتے ہیں۔ میں نے عرض کیا۔ وعلیہ السلام ورحمۃ اللہ" (قاضی غلام محمد ہزاروی۔ فضائل محبوبہ محبوب خدا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا۔ ص ۴۴)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نہایت محبت رکھتے تھے اور یہ تمام صحابہؓ کو معلوم تھا۔ چنانچہ لوگ قصداً ایسے اور تحفے بھیجتے تھے جس روز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی باری ہوئی۔ (سلیمان ندوی۔ سیرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۲۴ / آغا اشرف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ص ۲۴)

ایک بار عید کے موقع پر مسجد نبویؐ میں سوڈان کے چند جلیشیوں نے نیزہ بازی کے کرتب دکھانے شروع کر دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محسوس کیا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ کرتب دیکھنا چاہتی ہیں۔ آپ ان کی خوشی کی خاطر حجرے کے دروازے میں کھڑے ہو گئے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اوٹ میں تماشا دیکھا۔ جب تھک گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم

وہاں سے ہٹے۔ (سیوطی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ص ۷۱ / آغا اشرف۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ص ۲۲)

"اولین جہاد فی سبیل اللہ غزوة بدر میں ہوا۔ جس میں پرچم رسالت کے نیچے بدری صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ ملائکہ نے کفار سے معرکہ آزانی کی اور فتح مبین سے نوازے گئے۔ یہ پرچم سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی اور صحنی

سے بنا تھا (میاں محمد سعید۔ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ۔ ص ۲۵/اسلمان
منصور پوری۔ رحمۃ للعالمین۔ جلد دوم۔ ص ۱۵۶)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے جملہ اوصاف و خصائل کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا
ہے کہ بیشتر عادات و اخلاق انہیں اپنے والد محترم سے ورثہ میں ملے تھے۔
علامہ سیوطی لکھتے ہیں کہ جنگِ جمل کے واقعات کے ذریعے یہ معلوم ہوتا ہے
کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تقریباً میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ جب وہ اپنے ہوج پر
سوار ہو کر فوج سے خطاب فرماتیں تو سارے لشکر پر خاموشی چھا جاتی۔
ان کی تقریباً ہر شخص خاموشی سے سنتا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنے باپ کی طرح خوبصورت اور دہلی پتلی تھیں۔ اور ان
کے مزاج میں تیزی بھی تھی۔ اس کے علاوہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ذکی
اور فہیم اور بے حد رحم دل، سخاوت اور فیاضی میں نمایاں۔ اپنے باپ کی
طرح صدیقہ کا لقب پایا۔ حضرت ابو بکرؓ کے فصیح و بلیغ تھے۔ حضرت عائشہ رضی
اللہ عنہا کی طلاق لسانی سے احادیث کی کتابیں بھری پڑی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی گفتگو سنتے تو فرمایا کرتے
"کیوں نہ ہو، آخر ابو بکر کی بیٹی ہے" (سیوطی۔ عائشہ رضی اللہ عنہا۔ ص ۴۲، ۴۳)

حضرت عائشہؓ پر واقعہ افک کے موقع پر بہتان تراشی کرنے والوں میں حضرت
حسان بن ثابت کا نام بھی آتا تھا۔ مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے انہیں معاف کر
دیا تھا۔ ایک بار یوسف بن مالک کی والدہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ کعبہ کا طواف
کمر رہی تھیں کہ باتوں باتوں میں حضرت حسانؓ کا ذکر آگیا۔ اس پر یوسف بن مالک
کی والدہ نے حضرت حسان کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا
تم حسان کو برا بھلا کہتی ہو حالانکہ انہوں نے یہ شعر کہا ہے۔

فان ابا ووالدہ وعرصی

بعرض محمد منکم وحتاء

(میرے باپ دادا کی اور میری عزت و آبرو و محمدؐ کی عزت تم (کافروں) سے بچانے کے لیے سپر ہے)

اس پر حضرت یوسف بن مالک کی والدہ نے کہا کہ حسانؓ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے آپؐ پر بہتان لگایا تھا۔ حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا یہ حسانؓ وہی تو ہیں جنہوں نے میرے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

حصان وزان ماتزن بریبة وتصبع غرثی من الغوم الخواخل
فان کان ماقد جار عنی قلتہ فلا رفعت سیوطی الی انا مل

عائشہؓ تو بہت باوقار اور پاکباز خاتون ہیں۔ انؓ کی عصمت و عفت کے متعلق شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔ وہ بھولی بھالی لڑکیوں کا گوشت نہیں کھاتیں اگر وہ باتیں میری طرف سے منسوب کی جاتی ہیں تو خدا کرے میرا ہاتھ بالکل شل ہو جائے۔ (سیوطی۔ عائشہؓ۔ ص ۲۴، ۲۵)

۸ — مولوی محمد عبداللہ خان۔ خطبات نبویؐ۔ ص ۱۳۱۔



آخری روزی سے باتیں

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حیاتِ طیبہ کے آخری دن دو شنبہ (پیر) ۱۲ ربیع الاول کو اپنی پیاری بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے کچھ باتیں کیں۔ سو موار کی صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے وہ پردہ اٹھایا جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے درمیان پڑا ہوا تھا اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت میں نماز فجر ادا ہو رہی تھی۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اس مقدس نظارہ کو جو آپ کی پاک تعلیم کا حاصل تھا، ملاحظہ فرماتے رہے۔ صحیح روایات کے مطابق اس روح پرور نظارے سے رخ انور پر شگفتگی اور ہونٹوں پر تبسم تھا۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے آہٹ سنی تو اس خیال سے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) باہر تشریف لانا چاہتے ہیں، فرطِ مسرت سے بے چین اور بے قابو ہو گئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں مگر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اشارے سے روکا اور حجرہ شریف کے پردے چھوڑ دیئے۔ صنف اس قدر تھا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پردے بھی اچھی طرح نہ ڈال سکے۔ یہ آخری موقعہ تھا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے جمالِ اقدس کی زیارت کی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا چہرہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے۔ اس نماز کے بعد کسی دوسری نماز کا وقت حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی حیاتِ اقدس میں نہیں آیا۔ اور یہ آخری نماز تھی جس کا حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نظارہ فرمایا۔ سورج کے طلوع کے بعد حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کو اپنے قریب

بلایا حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ آپ نے ان کو اپنے پاس بٹھایا، پھر ان کے ساتھ سرگوشی کے انداز میں گفتگو فرمائی اور کوئی راز کی بات بتائی۔ وہ رو پڑیں۔ میں نے کہا تمہیں محبوب کریم علیہ السلام نے اسرار کے ساتھ مخصوص فرمایا ہے اور تم روبرو ہی ہو۔ پھر آپ نے دوبارہ انہیں راز کی بات بتائی تو وہ ہنس پڑیں۔ میں نے کہا، میں نے آج کے دن کی مانند کبھی خوشی کو غم سے اتنا قریب نہیں دیکھا اور حضرت زہرا رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہیں کیا اسرار اور بصید بتائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ میں آپ کی موجودگی میں آپ کے راز فاش نہیں کر سکتی۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو پھر میں نے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ آپ نے مجھے جو راز کی بات بتلائی تھی، وہ یہ تھی کہ جبریل علیہ السلام ہر سال ایک مرتبہ میرے ساتھ قرآن مجید کا ورد کرتے تھے اور اس سال دو مرتبہ دور کیا ہے اور میرا اعتقاد یہی ہے کہ میرا وقت وصال قریب آچکا ہے اور اہل بیت میں سے تم سب سے پہلے فوت ہو کر میرے پاس پہنچو گی۔ اور میں تمہارے لیے بہت بہتر سلف و فرط ہوں اور تمہارے لیے سہولت کا ہر ممکن انتظام کروں گا اور ہر موجب رنج و الم اور درد و غم کو دور کرنے والا ہوں گا۔ میں نے آپ کے وصال کی خبر سنی تو رو پڑی اور اس المناک اور موجب درد و کرب جانکاہ خبر کو سننے کی تاب نہ لاسکی تو آپ نے فرمایا کیا تم! اس پر رازی نہیں ہو کہ مومنین کی عورتوں پر جنت میں تمہیں سیادت اور سرداری نطا کی جلتے گی ہیں اس وقت ہنس پڑی ۱۱

طبرانی نے حضرت عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حضرت فاطمہؓ سے فرمایا کہ مسلمان خواتین میں کوئی عورت بھی فضیلت میں تجھ سے زیادہ نہیں ہے اس لیے تجھے صبر میں بھی ان سے کم نہیں ہونا چاہیے ۱۲
 "اصح السیر" میں ہے کہ "حضرت فاطمہؓ کے رونے کی وجہ یہ تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے وفات کی خبر دی تھی مگر سننے کی وجہ میں اختلاف ہے

حضرت عروہ رضی کی روایت میں منسنے کی وجہ یہ ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے حضرت فاطمہؓ سے کہا کہ میرے اہل میں سے سب سے پہلے تم مجھ سے ملو گی۔ مگر مسروق کی روایت میں منسنے کی یہ وجہ نہ تھی بلکہ وفات کی خبر کا ایک حصہ تھا جس پر حضرت فاطمہؓ روئیں۔ منسنے کی وجہ یہ تھی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ان کو جنت کی تمام عورتوں پر سردار بتایا۔ مسروق کی روایت راجح ہے کیونکہ وہ مزید علم پر مبنی ہے اور ثقہ کی زیادتی باتفاق معتبر ہے۔ ایک اختلاف اور ہے۔ عروہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے وفات کی خبر و ثوق کے ساتھ دی اور مسروق کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جبریلؑ کے دو دفعہ قرآن پیش کرنے پر حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے اپنا ایسا گمان ظاہر کیا۔ اس کے علاوہ ترمذی میں ایک روایت ابو سلمہ بن عبدالرحمن کے حضرت عائشہ سے ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بکا کی وجہ تو وفات کی خبر تھی مگر صحنک کی وجہ دونوں تھی۔ اہل بیت میں سے سب سے پہلے ملنے کی خوش خبری بھی اور جنت کی عورتوں کا سردار ہونے کی خوش خبری بھی اور اصل یہ ہے کہ ایک ہی خبر بعض وجہ سے خوشی کی خبر تھی، بعض وجہ سے غم کی۔ لہذا ایک ہی خبر پر غم اور خوشی دونوں ممکن ہے ۱

حواشی

- ۱۔ محمد عابد، صیغہ۔ رحمة للعالمین۔ ص ۳۶۳ / شبلی۔ سیرۃ النبیؐ۔ جلد دوم۔ ص ۱۱
- عبدالمقتر، مولانا۔ سیرت طیبہ محمد رسول اللہؐ۔ ص ۲۲۲، ۲۲۵
- ۲۔ حیات رسالتنا۔ ص ۲۶۹، ۲۸۰ / الرحیق المختوم۔ ص ۲۹، ۵۰۰
- ۳۔ الوفا۔ ص ۸۰۳، ۸۰۴ / مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۹۸، ۴۰۹، ۴۰۰
- رسالتنا۔ ص ۲۰۰ / حیات محمدؐ۔ ص ۴۳۵ / اصح السیر۔ ص ۵۲۰-۵۲۲ / اصل

رحمت ۲۔ ص ۶۵۱ / تواریخ حبیب اللہ۔ ص ۱۸۸ / محمد عابد، سید۔ رحمة للعالمین
 ص ۳۶۳ / شبلی۔ سیرۃ النبی ۲۔ جلد دوم۔ ص ۱۱۰ / سرور عالم کے سفر مبارک
 ص ۲۰۲، ۲۰۵ / محمد میاں صدیقی۔ خطبات رسول ۲۔ ص ۲۵ / عبدالمصطفیٰ
 اعظمی۔ سیرت مصطفیٰ ۳۔ ص ۲۳۰ / عبدالمقدر، مولانا۔ سیرت طیبہ محمد رسول
 اللہ۔ ص ۲۲۲، ۲۲۵ / پیغمبر انسانیت ۲۔ ص ۶۱۳ / انوار محمدیہ۔ ص ۶۸۸،
 ۶۹۴ / ولید الاعظمی۔ معجزات سرور عالم ۴۔ ص ۲۳۶ / جامی۔ شواہد النبوة۔
 ص ۱۸۶، ۱۸۷ / شرف النبی ۲۔ ص ۲۱۴، ۲۱۸ / مختصر سیرۃ الرسول ۲۔ ص ۷۵
 ۴۔ انوار محمدیہ۔ ص ۶۹۴۔

۵۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور علیہ السلام کی چوتھی صاحبزادی ہیں۔ ان کا نام فاطمہ رضی
 اور زہرا اور بتول لقب ہیں۔ جمال و کمال کے سبب زہرا اور ماسوا کے
 انقطاع کے سبب بتول تھیں۔ بعثت سے ایک سال یا پانچ سال پہلے پیدا
 ہوئیں۔ ہجرت کے دوسرے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں حضرت
 علی رضی اللہ عنہ کی زوجیت میں دے دیا۔ آپ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ مہرا داکر نے
 کے لیے تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک گھوڑا اور
 زرہ ہے۔ فرمایا۔ گھوڑا جہاد کے لیے ضروری ہے۔ زرہ بیچ ڈالو۔ زرہ کو حضرت
 عثمان رضی اللہ عنہ نے ۴۸۰ درہم میں خرید لیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قیمت لاکر حضور علیہ السلام کے
 سامنے رکھ دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سے کچھ رقم حضرت بلال رضی
 اللہ عنہ کو دی کہ وہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز کے لیے ام سلمہ کو دے دی۔ اس طرح
 نکاح ہو گیا۔ حضور علیہ السلام نے حضرت زہرا کو ایک لحاف، چمڑے کا ایک تکیہ
 جس میں گھوڑے کی چھال بھری تھی۔ دو چکیاں ایک مشکیزہ، دو گھوڑے عنایت
 فرمائے۔ ماہ ذی الحجہ میں رسم عروسی ادا کی گئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے الگ مکان
 کرایا پر لیا۔

حضور علیہ السلام کو حضرت فاطمہ سے بے حد محبت تھی۔ جب بھی عازم سفر ہوتے، سب سے آخر میں ان سے مل کر جاتے۔ جب سفر سے مراجعت فرماتے تو سب سے پہلے حضرت فاطمہ رضی سے ملاقات فرماتے۔ آپ فرمایا کرتے تھے۔ فاطمہ میرا پارہ گوشت ہے۔ جس نے فاطمہ کو ناراض کیا اس نے مجھ کو ناراض کیا۔۔۔۔۔ اور فرمایا کرتے۔ فاطمہ میرا جگر گوشت ہے جس نے انہیں تکلیف دی اس نے مجھے تکلیف دی۔ جس نے ان سے بغض رکھا بلاشبہ اس نے مجھ سے بغض رکھا۔

حضرت فاطمہ رضی کو گھر کا سارا کام کاج کرنا پڑتا تھا۔ ایک روز خبر ملی کہ حضور علیہ السلام کے پاس لونڈی، غلام آتے ہیں۔ اس لیے وہ ایک خادمہ مانگنے کے لیے دریاقدس پر حاضر ہوئیں لیکن حضور علیہ السلام نے اصحاب صفہ کی ضروریات کے پیش نظر خادمہ دینے سے معذوری کا اظہار فرمایا۔

خانگی معاملات کے سلسلے میں حضرت علی رضی اور حضرت فاطمہ رضی میں کبھی رنجش ہو جایا کرتی تھی۔ حضور علیہ السلام ان میں مصالحت کر دیا کرتے تھے ایک روز حضور علیہ السلام حضرت فاطمہ رضی کے ہاں تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی کو گھر پر نہ پایا۔ آپ نے حضرت فاطمہ رضی سے پوچھا۔ میرے چچا کا بیٹا کہاں ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم دونوں میں کچھ رنجش ہو گئی ہے وہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔ اور میرے ہاں قبولہ نہیں کیا۔ حضور علیہ السلام نے ایک شخص سے کہا۔ دیکھو تو کہاں ہیں؟ اس نے آکر عرض کیا۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مسجد میں تشریف لے گئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہیں۔ چادر پہلو سے گری ہوئی ہے اور خاک آلود ہو رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا۔ اے ابوتراب اٹھ۔ حضرت علی رضی کو اس

نام سے زیادہ پیارا اور کوئی نام نہ تھا۔

حضرت علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت فاطمہؓ اکثر غمگین رہا کرتیں اور وصال شریف کے چھ ماہ بعد ۳ رمضان ۳۵ھ میں وفات پاگئیں۔ حضرت عباسؓ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ بقیع میں رات کے وقت دفن ہوئیں حضرت علیؓ، عباسؓ اور فضلؓ نے قبر میں اتارا۔

حضرت فاطمہؓ کے تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ امام حسنؓ و امام حسینؓ، محسن و رقیہ جو بچپن میں انتقال فرما گئے۔ ام کلثومؓ جن کی شادی حضرت فاروق اعظمؓ سے ہوئی۔ زینب جن کا نکاح عبداللہ بن جعفر سے ہوا ان میں صرف حسنینؓ کی نسل موجود ہے۔ (غلام نبی، حکیم۔ سرپائے اقدس۔ ص ۲۲۷-۲۲۹)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ میں نے کسی شخص کو بھی فاطمہؓ سے بڑھ کر طور اطوار اور متانت اور وقار میں حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب حضور علیہ السلام سے ملنے آئیں تو آپؐ کھڑے ہو کر انہیں چومتے اور اپنے پاس بٹھاتے۔ جب آپؐ فاطمہ کے گھر جاتے تو ایسا ہی کرتے۔ جب حضور اکرم (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بیمار ہوئے تو فاطمہ آئیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر گر پڑیں اور میں نے انہیں بوسہ دیا۔ (انوار محمدیہ۔ ص ۶۹۲ / شرف النبی۔ ص ۴۱۷ / اردو ترجمہ

مختصر سیرۃ الرسول۔ ص ۲۵ / رسول رحمت۔ ص ۶۵۱ / الوفا۔ ص ۸۰۳ / سرپائے اقدس۔ ص ۲۲۸)

حضرت فاطمہؓ آپ کے بعد فقط چھ ماہ زندہ رہیں اور پھر ان کا انتقال ہو گیا۔ یعنی اہل بیت میں سے سب سے پہلے فوت ہوئیں۔ (الرسول۔ ص

۴۱۰ / الوفا۔ ص ۸۷ / انوار محمدیہ۔ ص ۶۹۲)

فضلِ النبی ﷺ

حیاتِ طیبہ کا آغاز دو شنبہ کے دن ہوا۔ اور کئی اہم واقعات کے علاوہ دو شنبہ کو یہ فضیلت بھی حاصل ہے کہ دنیا سے پردہ فرمانے کے لیے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسی دن کا انتخاب کیا۔ تمام اہل سیر اس بات پر متفق ہیں کہ وصال مبارک پیر کے دن ہوا اسحاق علوی بھی اپنے تقویمی جدول کے ذریعے جانچتے ہیں تو دو شنبہ کا دن ہی نکلتا ہے۔

حضرت ابن مسعود کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ماہ پہلے اپنے وصال کی خبر دی تھی۔ یہ بات اس طرح ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے وصال سے قریباً ایک ماہ پہلے خاص خاص صحابہؓ کو حضرت عائشہ کے حجرے میں اکٹھا کیا اور فرمایا۔ میں تم کو تقویٰ اور خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ تم کو خدا کے سپرد کرتا ہوں اور اپنا خلیفہ مقرر کرتا ہوں۔ تم کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہوں، میں نذیر مبین ہوں۔ تم کو تکبر سے گزرنے کو ناچاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے تم کو امر فرمایا ہے۔ صحابہ کہتے ہیں، ہمارے پوچھنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جدائی کا وقت قریب ہے اور خدا کے پاس جانے کی مدت کم۔ ہم نے عرض کی، آپ کو کن کپڑوں میں کفنائیں۔ فرمایا جو لباس میں پہننے ہوتے ہوں۔ اگر چاہو تو مصری کپڑے یا یمنی صلہ یا سفید کپڑے میں۔ ہم نے رو کر عرض کیا۔ کیا ہم آپ پر نماز پڑھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ صبر کرو۔ خدا تم کو تمہارے پیغمبر کی جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے گا۔ مجھ کو کفن میں لپیٹ کر میری قبر کے کنارے رکھ کر تھوڑی دیر کے لیے ہٹ جانا۔ سب سے پہلے مجھ پر جبریلؑ پھر میکائیل پھر اسرافیل پھر تمام فرشتوں کے گروہ کے ساتھ ملک الموت نماز پڑھیں گے اور فرمایا کہ تم لوگ فوج در فوج آنا۔ یاد رکھو کہ نوحہ اور فریاد کر کے مجھ کو اذیت نہ دینا۔ اور نماز کی ابتداء مجھ پر اہل بیت کریں، پھر اہل بیت کی عورتیں اور تمام اصحاب۔ اور میرا سلام ان لوگوں

تک پہنچا دینا جو غائب ہیں اور جو بھی میرے دین اور سنت کی پیروی کریں۔ قیامت تک ان پر میرا سلام ہو۔ ہمارے پوچھنے پر آپ نے فرمایا کہ میرے اہل بیت فرشتوں کے ساتھ مسجد کو قبر میں اتاریں گے تم دیکھو گے کہ جگہ نہ ہوگی۔

”اداء صفر اللہ میں آپ دامن احد میں تشریف لے گئے اور شہداء کے لیے اس طرح دعا فرمائی گویا زندوں اور مردوں سے رخصت ہو رہے ہیں۔ پھر واپس آ کر منبر پر فروکش ہوئے اور فرمایا میں تمہارا امیر کارواں ہوں اور تم پر گواہ ہوں۔ بخدا میں اس وقت اپنا حوض (حوض کوثر) دیکھ رہا ہوں۔ مجھے زمین اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں اور بخدا مجھے یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ اندیشہ اس کا ہے کہ دنیا طلبی میں باہم مقابلہ کر دو گے۔

ایک روز نصف رات کو آپ بقیع تشریف لے گئے اور اہل بقیع کے لیے دعائے مغفرت کی۔ فرمایا اے قبر والو! تم پر سلام۔ لوگ جس حال میں ہیں اس کے مقابل تمہیں وہ حال مبارک ہو جس میں تم ہو۔ فتنے تاریک رات کے ٹکڑوں کی طرح ایک کے پیچھے ایک چلے آ رہے ہیں اور بعد والا پہلے سے زیادہ بُرا ہے۔ اس کے بعد یہ کہہ کر اہل قبور کو بشارت دی کہ ہم بھی تم سے آٹنے والے ہیں۔

۲۹ صفر اللہ روز دوشنبہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جنازے میں بقیع تشریف لے گئے۔ واپسی پر راستے ہی میں دردِ سر شروع ہو گیا اور حرارت اتنی تیز ہو گئی۔ کہ سر پر بندھی ہوئی پٹی کے اوپر سے محسوس کی جانے لگی۔ یہ آپ کے مرض الموت کا آغاز تھا۔ آپ نے اسی حالتِ مرض میں گیارہ دن نماز پڑھائی۔ مرض کی کل مدت ۱۳ یا ۱۴ دن تھی۔ جب مرض کی شدت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دوسری بیویوں سے چھپے الفاظ میں حضرت عائشہ کے گھر رہنے کی اجازت مانگی جو انہوں نے بخوشی دے دی اور اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دوشنبہ کے دن حضرت عائشہ کے گھر ہمیشہ کے لیے منتقل ہو گئے۔

یہاں یہ بات اہم ہے کہ دو جہانوں کے سردار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیویوں

کو جو حکم دیتے، وہ خوشی سے مان جاتیں مگر انتہائی بیماری کے عالم میں اجازت لینے کا مقصد یہ ہے کہ بیویوں میں برابری اور ایک بیوی کے پاس رہنے کے لیے دوسری بیویوں کی رضامندی ضروری ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے روم کی طرف بھیجے جانے والے لشکر کی تیاری کا حکم ۲۸ صفر ۱۱ھ دوشنبہ کے دن دیا اور اس لشکر کا سردار زید بن حارثہ کے بیٹے اسامہ بن زید کو مقرر فرمایا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری کے زمانے میں انصار آپ کی عنایات اور مہربانیوں کو یاد کر کے نہایت ہی آہ و زاری کرتے۔ ایک دفعہ اسی حالت میں کہ وہ رو رہے تھے، حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عباسؓ کا گزر ہوا انہوں نے انصار کو روٹے دیکھا تو وجہ دریافت کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا عشق اور آپ کی صحبت کا فیض ہمیں کسی کل چین اور آرام نہیں لینے دیتا۔ ان میں سے ایک صاحب نے جا کر جناب رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ اس کے بعد آپ نے انصار کی نسبت لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا کہ لوگو! میں انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ تمام مسلمان بڑھتے جائیں گے لیکن انصار اس طرح کم ہو کر رہ جائیں گے جسے کھانے میں نمک۔ وہ اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کر چکے۔ اب تمہیں ان کا فرض ادا کرنا ہے۔ وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں اور جو تم میں خلیفہ ہو اس کو چاہیے کہ ان میں جو لوگ ہوں، ان کو قبول کرے اور جن سے خطا ہوئی ہو، اسے معاف کرے، اللہ اکبر۔ جس وقت جناب رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی بیماری کی حالت میں حضرت عائشہؓ کے حجرہ میں تشریف فرما ہوتے تھے تب ارشاد فرمایا کہ انصار اور مہاجرین کو بلاؤ میں انہیں کچھ وصیت کروں اور صبر کی تلقین دوں۔ انصار اور مہاجرین مسجد نبوی میں جمع ہوتے اور آپ نے بستر پر لیٹے لیٹے فرمایا کہ اے میری امت خدا تم کو میرے بعد زندہ سلامت رکھے تم میری نشانی ہو گے۔

وفات سے پانچ دن پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سر پر پٹی باندھ کر مسجد گئے اور منبر پر تشریف فرما ہوئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا صحابہ کرام اس پاس جمع تھے۔ آپ نے اپنے آپ کو قصاص کے لیے پیش کر دیا اور فرمایا میں نے کسی کو پیٹھ پر کوڑا مارا ہوتا تو یہ میری پیٹھ حاضر ہے۔ وہ بدلہ لے لے اور کسی کی بے ابروئی کی ہوتی تو یہ میری ابرو حاضر ہے، وہ بدلہ لے لے۔ اس کے بعد آپ منبر سے نیچے تشریف لے آئے۔ ظہر کی نماز پڑھائی اور منبر پر تشریف لے گئے اور عداوت وغیرہ کے متعلق اپنی پچھلی باتیں دہرائیں۔ ایک شخص نے کہا۔ آپ کے ذمہ میرے تین دریم باقی ہیں۔ آپ نے فضل بن عباسؓ سے فرمایا انہیں ادا کر دو۔ اس کے بعد انصار کے بارے میں وصیت فرمائی ۵۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وصال سے پانچ دن پہلے سات مشکیزوں کے پانی سے نہانے ۹ اور حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ آپ کو تقام کر مسجد میں لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے۔ آپ کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ چھپے بیٹ گئے۔ آپ نے اشارہ سے روکا اور کھڑا رہنے کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور جماعت پڑھائی۔ نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک خطبہ دیا۔

ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر پر بیٹھے اور فرمایا کہ ایک بندہ ہے کہ اس کو خدا نے اختیار دیا ہے کہ خواہ وہ دنیا اور ما فیہا کو اختیار کرے اور خواہ وہ اس کو قبول کرے جو اللہ کے پاس ہے۔ اس بندہ نے جو خدا کے پاس ہے، اس کو قبول کیا۔ (اس بات کو سن کر) ابوبکرؓ رو پڑے اور کہا، ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہوں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) راوی کہتا ہے، ہم نے ابوبکرؓ کے اس کلمے سے تعجب کیا۔ لیکن ابوبکرؓ نے سب سے زیادہ نبوت کی ادا کو سمجھنے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا کہ جس کے مال اور صحبت کا سب سے زیادہ میں

ممنون ہوں وہ ابو بکر ہی تھا۔ کوئی دوسرا مسجد کی طرف بجز ابو بکرؓ کے دوسرے کے رہنے
 نہ پائے ۔

آپ نے ۸ ربیع الاول کو خطبہ دیا۔ اس خطبہ کی وجہ حضرت اسامہ کی نامزدگی پر
 لوگوں کی سرگوشیاں تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ میں مسلمانوں کو اسامہ کے
 لشکر میں شرکت کے لیے کہا۔ اس لیے اسی دن اکثر صحابہؓ بدرجہ اولیٰ کے مقام پر
 روانہ ہو گئے جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا۔

ابو بکر بن عبد اللہ بن ابی لہب سے روایت ہے کہ دو شنبہ کا دن تھا کہ جب آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صبح سر کو بائدھے ہوئے نماز کو تشریف لائے۔ اور ابو بکرؓ لوگوں
 کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔ جب رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تشریف لائے
 تو لوگ کشادہ ہو گئے۔ ابو بکرؓ نے جان لیا کہ لوگ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم) کی خاطر کشادہ ہوئے ہیں اور وہ اپنی نماز کی جگہ سے پیچھے کو ہونے۔ آنحضرت
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ابو بکرؓ کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا، لوگوں کو نماز پڑھاؤ
 اور خود حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ابو بکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابو بکرؓ کی
 وائیں طرف آپ نے نماز پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو آنحضرت (صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم) لوگوں سے مخاطب اور متوجہ ہوئے اور بڑی اونچی آواز سے لوگوں
 سے باتیں کیں ۱۳

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تین روز پہلے حضرت جبریل
 علیہ السلام آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور عرض کیا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ
 وسلم) اللہ پاک آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ آپ کا مزاج کس طرح
 ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اے جبریل میں بہت غمگین ہوں۔ اسی طرح دو روز تک
 حضرت جبریلؑ پوچھتے رہے اور آپ یہی جواب فرماتے رہے۔ تیسرے روز
 جبریل علیہ السلام نے پوچھا کہ آپ کو کس بات کا غم ہے۔ گو اللہ تعالیٰ خوب جانتا
 ہے لیکن آپ اپنی زبان سے فرمائیں۔ تب آپ نے فرمایا کہ مجھے گنہگار امت

کا اس وقت بہت خیال ہے کہ گنہگاروں کی مغفرت کس طرح ہوگی۔ حضرت جبریل علیہ السلام
 نے اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے حضور میں عرض کی کہ خداوند ا تیرا محبوب گنہگار امت کی مغفرت
 کا سوال کر رہا ہے حکم ہوا کہ اے جبریل تم میرے محبوب سے کہہ دو کہ آپ کا رب آپ
 کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد فرما رہا ہے کہ اگر آپ کی امت کا کوئی مسلمان گنہگار
 مرنے سے ایک سال پہلے اپنے گناہوں سے توبہ کرے گا تو ہم اس کی توبہ قبول
 فرما کر اسے بخش دیں گے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ خداوند ایک
 سال کی مدت بہت ہے۔ میری امت کی مشکل آسان فرما!۔ یہ سن کر حضرت جبریل
 علیہ السلام چلے گئے اور عھڑی دیر کے بعد پھر واپس آئے اور کہا، یا حضرت حق سبحانہ
 و تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر آپ کی امت کا گنہگار مرنے سے ایک مہینہ پہلے توبہ کرے
 گا تو ہم اس کی توبہ قبول کریں گے۔ عرض کیا کہ الہی ایک مہینہ بہت ہے۔ اے میرے
 اللہ! امت کی مشکل آسان فرما۔ حضرت جبریل واپس گئے۔ کچھ عرصہ بعد پھر آئے اور
 یہ فرمایا کہ یا حضرت! اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ اگر ایک
 مہینہ کی مدت بہت ہے تو جو گنہگار آپ کی امت کا، مرنے سے ہفتہ بھر پہلے توبہ
 کرے گا، وہ بخشا جائے گا۔ عرض کیا کہ الہی ایک ہفتہ بہت ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو
 شخص مرنے سے ایک روز پہلے توبہ کرے گا ہم اسے بخشیں گے۔ حضور صلی اللہ
 علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ مولیٰ ایک دن بھی بہت ہے۔ ارشاد ہوا کہ جو شخص مرنے
 سے ایک گھڑی پہلے توبہ کرے گا، وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو جائے گا۔ حضور
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض کیا کہ میرے رب ایک گھڑی بھی بہت ہے۔ یہ
 سن کر حضرت جبریل علیہ السلام آسمان پر گئے اور پھر واپس آ کر کہا کہ حضور حق تعالیٰ
 آپ کو سلام فرماتا ہے اور یہ ارشاد کرتا ہے کہ اگر مرنے والے گنہگار شخص کی روح
 گلے میں پہنچ جائے اور زبان بند ہو جائے، اس وقت اگر اپنے دل میں اپنے گناہوں
 سے شرمندہ اور نادم ہو جائے گا تو میں اسے بخش دوں گا اور کچھ بھی اس کے گناہوں
 کی پروا نہ کروں گا، یہ سن کر جناب رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کا مبارک دل نہایت ہی خوش ہوا اور امت کی طرف سے غم رفع ہوا ۱۴
 وصال سے تین چار دن پہلے عشا کی نماز کے وقت تمام صحابہ رضی اللہ عنہم حضور صلی اللہ علیہ
 وآلہ وسلم کا انتظار کر رہے تھے مگر طبیعت بہتر نہ ہونے کی وجہ سے آپ نے صحابہ
 کو کہلوا بھیجا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ
 عنہا نے کہا کہ نماز پڑھانے کی ذمہ داری آپ حضرت ابوبکر صدیق کے علاوہ کسی کے
 سپرد کر دیں مگر آپ نے انکار کر کے اس بات پر اصرار کیا کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہی نماز پڑھائیں
 گے۔ چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی ۱۵

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ دو شنبہ کے روز (آخری دو شنبہ
 یعنی ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ) مسلمان نماز فجر میں مصروف تھے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ
 امامت فرما رہے تھے کہ اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ
 رضی اللہ عنہا کے حجرے کا پردہ ہٹایا اور صحابہ کرام پر جو صفیں باندھے نماز میں مصروف
 تھے، نظر ڈالی۔ پھر تبسم فرمایا۔ ادھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنی ایڑی کے بل
 پیچھے سے کہ صف میں جا ملیں۔ انہوں نے سمجھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ
 وسلم نماز کے لیے تشریف لانا چاہتے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس اچانک ظہور سے مسلمان اس قدر خوش ہوئے کہ چاہتے
 تھے کہ نماز کے اندر ہی فتنے میں پڑ جائیں۔ (یعنی آپ کی مزاج پر سی کے لیے نماز
 توڑ دیں) لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ اپنی
 نماز پوری کر لو۔ پھر حجرے کے اندر تشریف لے گئے اور پردہ گرا لیا ۱۶

سہل بن یوسف اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے ناقل ہیں کہ نبی اکرم
 صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال تشریف کے قریب چالیس غلام آزاد فرمائے ۱۷
 حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
 کی زیادہ تر وصیت غلامت کے زمانہ میں نماز کے بارے میں اور غلاموں کے ساتھ
 حسن سلوک کرنے کے بارے میں تھی ۱۸

آپ کی حالت زیادہ خراب ہو گئی اور اب رحلت کا وقت آن پہنچا۔ یاد آیا کہ حضرت عائشہ کے پاس سات دینار امانت رکھے تھے۔ ان دیناروں کے علاوہ آپ کے پاس کچھ نہ تھا۔ حضرت عائشہ نے کو طلب کیا اور کہا "کیا میرے سات دینار تمہارے پاس ہیں انہوں نے عرض کیا " ہاں یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) فرمایا، وہ سات دینار مسکینوں میں تقسیم کر دو کیونکہ مجھے شرم آتی ہے کہ سات دینار کا سرمایہ چھوڑ کر اپنے پروردگار کے دربار میں جاؤں ۱۹ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ وصال سے تھوڑی دیر پہلے عبدالرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہ میرے گھر آئے۔ ان کے ہاتھ میں مسواک تھی اور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سہارا دیتے ہوئے بیٹھی تھی میں نے دیکھا کہ آپ کی زکے لوقدین مسواک پر لگی ہے تو میں سمجھ گئی کہ آپ مسواک پسند فرماتے ہیں۔ میں نے عرض کیا "ان سے آپ کے لیے مسواک لے لوں۔ آپ نے سراقس سے اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ہاں (مسواک آپ نے منہ مبارک میں ڈال لی اور چبانے لگے مگر وہ سخت تھی) میں نے عرض کیا چبا کر نرم کیے دیتی ہوں۔ میں نے مسواک دھوئے بغیر اپنے منہ میں رکھ لی اور اسے نرم کیا۔ دھونے کے لیے اٹھنا چاہتی تھی کہ آپ نے مسواک میرے ہاتھ سے لے کر اپنے منہ مبارک میں ڈال لی اور اپنے دانتوں پر پھیرنے لگے ۲۰

وقت وصال حضرت جبریلؑ آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سلام فرمایا ہے اور آپ کا مزاج پوچھا ہے۔ فرمایا کہ اے جبریلؑ اس عالم میں میرے لیے کیا تیار کیا گیا ہے۔ عرض کیا کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) دوزخ ٹھنڈی ہوئی اور جنت آرامتہ کی گئی اور حور و ملک آسمان پر آپ کے منتظر ہیں اور رضوان جنت دروازہ کھولے آپ کا انتظار کرتا ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ اے جبریلؑ اب یہ تو بتاؤ کہ میری امت کے لیے کیا حکم ہے۔ جبریلؑ نے کہا کہ جس کے ہونٹوں میں جان رہ جائے گی وہ بھی اگر دل میں توبہ کرے یا توبہ کے لیے ہونٹ ہلے گا تو بھی ہزار برس کے گناہ معاف ہو جائیں گے اور جس نے توبہ نہ کی اس کو آپ اپنی شفاعت سے بخشو ایسے

گا۔ آپ جس کی شفاعت فرمائیں گے وہی بخشا جائے گا۔ آپ غم نہ کھائیں۔
 اتنے میں ایک اور فرشتے نے حاضر خدمت ہونے کے لیے اجازت طلب کی
 آپ نے فرمایا کہ اے جبریلؑ یہ کون ہے۔ عرض کیا کہ آسمان دنیا کے دروازے کا
 دار و غذا سمعیل فرشتہ ہے کہ جس دن سے اس نے آپ کو معراج کی شب میں دیکھا
 ہے، اس دن سے آپ کے جمال کا عاشق ہوا ہے۔ آج اسے معلوم ہوا کہ آپ
 دنیا سے وفات پائیں گے۔ اس لیے اس نے جناب باری میں عرض کیا کہ الہی مجھے
 ایک دفعہ اپنے پیارے نبیؐ کی زیارت ان کی زندگانی میں اور نصیب کر دے چنانچہ
 حق سبحانہ و تعالیٰ سے اذن لے کر حضور کی زیارت کرنے حاضر ہوا ہے ۱۱

مردی ہے کہ ملک الموت نے حاضر ہونے کی اجازت طلبی، پھر وہ حضور اکرم
 (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے پاس آئے اور آپ کے سامنے کھڑے ہو گئے اور عرض
 کرنے لگے یا رسول اللہؐ یا احمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالیٰ نے مجھے آپ کی
 طرف بھیجا ہے اور حکم دیا ہے کہ میں آپ کی اطاعت کروں۔ جو کچھ بھی آپ فرمائیں،
 کہ میں آپ کی روح قبض کروں، اگر آپ اجازت دیں اور اگر فرمائیں تو قبض نہ کروں
 اس میں حق تعالیٰ نے آپ کو اختیار مرحمت فرمایا ہے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے اگر عرض
 کیا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) حق تعالیٰ آپ کا مشتاق ہے اور آپ کو بلاتا ہے
 اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے ملک الموت جو تمہیں حکم دیا گیا
 ہے، اپنے اس کام میں مشغول ہو جاؤ۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کیا۔ زمین پر میرا
 آنا یہ آخری ہے اور دنیا میں میرے آنے کی ضرورت آپ کا وجود گرامی تھا۔ میں آپ
 کے لیے دنیا میں آنا تھا ۱۲

حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اگر آپ کی خوشی ہو تو آپ کی وفات کے بعد
 آپ کے جسم مبارک کو جنت میں پہنچاؤں۔ تب آپ نے فرمایا کہ نہیں مجھے میری
 امت کے اندر رہنے دو، اور یہیں مجھے دفن کرو۔ میں اپنی قبر میں اپنی امت کے
 لیے استغفار کروں گا۔ اب ہر پیر اور جمہرات کے دن امت کے اعمال آپ کی قبر شریف

میں پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر نیکیاں زیادہ ہوتی ہیں تو آپ اللہ کا شکر کرتے ہیں اور اگر گناہ زیادہ ہوتے ہیں تب آپ جناب النبی میں امت کے لیے بخشش کی دعائیں مانگتے ہیں ۲۳

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ۱۲ ربیع الاول اللہ دوشنبہ (پیر) کے دن ہوا ۲۴

اسحاق علیی لکھتے ہیں کہ ابن سعد نے وصال کی تاریخ دوشنبہ ۱۲ ربیع الاول اللہ بیان کی ہے۔ یہ تاریخ اس اعتبار سے متفق علیہ ہے کہ کلینی نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ تقویمی قاعدے سے ۲۹ کا چاند مان کر، یکم ربیع الاول چہار شنبہ یعنی لیکن اگر ۳۰ کا چاند مان لیا جائے تو ۱۲ ربیع الاول کو ٹھیک دوشنبہ پڑتا ہے ۲۵

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح اقدس قبض ہوئی تو آپ کا سرا قدس میرے کندھے اور گردن کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ جب وہ روح پاک جسد اطہر سے نکلی تو میں نے ایسی پاکیزہ خوشبو مہکتی محسوس کی کہ کبھی بھی ویسی خوشبو اور مہک نہیں سونگھی ۲۶

آپ کی آخری آرام گاہ کے بارے میں بھی صحابہ کرام کی رائیں مختلف تھیں لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ کوئی نبی بھی فوت نہیں ہوا مگر اس کی تدفین وہیں ہوئی جہاں فوت ہوا۔ اس فیصلے کے بعد حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کا وہ بستر اٹھایا جس پر آپ کی وفات ہوئی تھی اور اسی کے نیچے قبر کھود دی ۲۷

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب حضرات اہل بیت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کے لیے جمع ہوئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے دو آدمیوں کو بلا کر فرمایا کہ تم میں سے ایک ابو عبیدہ بن الجراح کے پاس جائے وہ اہل مکہ کے لیے شق کھودا کرتے تھے اور دوسرا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس جائے وہ اہل مدینہ کے لیے لحد کھودا کرتے تھے۔ جب ان دونوں کو روانہ

کر چکے تو دعا کی اسے اللہ اپنے نبی کے لیے مشق اور لحد میں سے ایک کو پسند اور اختیار فرما دینی جو پسندیدہ و مختار ہو اس کا کھودنے والا پہلے پہنچ جائے (چنانچہ جو شخص حضرت ابو عبیدہ کو بلائے گیا تھا، وہ آپ کو نہ پاسکا اور جو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کو بلائے گیا تھا، اس نے آپ کو پالیا۔ چنانچہ وہ حاضر ہو گئے اور رسول خدا

صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لحد کھودی ۲۹

آپ کو دفن کرنے میں سب کے بعد آپ کی قبر مبارک سے حضرت قثم لکھ جو حضرت عباس کے صاحبزادے تھے۔ جب وہ قبر مبارک سے نکلنے لگے تو آخری پار حنور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرہ انور سے کپڑا مٹا کر دیکھا۔ حضرت قثم کہتے ہیں کہ میں نے حنور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونٹوں میں حرکت محسوس کی اور کان لگا کر سنا تو یہ یارب امتی امتی آپ کے لبوں پر جاری تھا۔ ۳۰

حنور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد جن صحابہ کرام نے مرثیے لکھے ان میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مرثیے شیخ محمد رضا نے اپنی کتاب میں نقل کیے ہیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے مرثیے کے دس اشعار اور حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے مرثیے کے ۳۳ اشعار نقل کیے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ مزید مرثیہ نگاروں میں ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب، حضرت کعب بن مالک، اروی بن عبدالمطلب، عاتکہ بن عبدالمطلب، صفیہ، ہند بنت الحارث، ہند بنت اناثہ، عاتکہ بنت زید بن عمرو بن نفیل اور ام المین (رضی اللہ عنہم) شامل ہیں ۳۱

حواشی

۱۔ رسالتناہ - ص ۱۹۲، ۱۹۳ / مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۶۹ / الوفا

ص ۸۰ / محمد عابد، سید - رحمۃ للعالمین - ص ۳۵۸ / مولوی محمد عبد اللہ - خطبات

نبوی - ص ۱۲۹، ۱۳۰ -

۲ — الرحیق المختوم میں ہے کہ مرمی کی ابتدا پیر کو شروع ہوئی (ص ۴۲۳، ۴۲۴) مگر سلیمان ندوی کے مطابق وہ بدھ کا دن تھا (رحمت عالم، ص ۱۳۰) انوارِ محمدیہ میں لکھا ہے کہ حافظ ابن رجب سے مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیماری ماہ صفر کے آخر میں شروع ہوئی اور بقول خطابی سوموار کا دن تھا۔ آپ کی بیماری کی مدت تیرہ دن تھی۔ (انوارِ محمدیہ، ص ۶۹۰)

۳ — علامہ قسطلانی حافظ ابن رجب حنبلی سے نقل کرتے ہیں، حضور (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی بیماری صفر کے آخر میں شروع ہوئی اور مشہور یہ ہے کہ آپ تیرہ دن بیمار رہے۔ یہی اکثر کا قول ہے۔ خطابی سے منقول ہے کہ سوموار کے روز آپ کا مرض شروع ہوا۔ اور حاکم ابوالاحمد جو حاکم ابوعبداللہ کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ آپ کا مرض بدھ کے دن شروع ہوا۔ بعض کہتے ہیں کہ سینچر کے روز۔ مدتِ مرض میں بھی اختلاف ہے۔ اشتدادِ مرض کا وہ زمانہ جس میں آپ کا نکلنا بند ہو گیا۔ اور آپ حضرت عائشہ صدیقہ کے مکان میں رہے، سات دن ہے۔ قسطلانی نے ابن ابی علیہ کی ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ سے لکھی ہے کہ حضور میرے گھر میں سوموار کے روز آئے

اور دوسرے سوموار کو آپ کا انتقال ہو گیا۔ (اصح المسیر، ص ۵۱۱، ۵۱۲)

۴ — الرحیق المختوم، ص ۴۲۳، ۴۲۴ / رسالتنا، ص ۱۹۲ - ۱۹۶ /

پنجمیر انسانیت، ص ۶۰۶، ۶۰۷ / سلمان ندوی، رحمت عالم، ص ۱۲۹، ۱۳۰ -

۵ — خطباتِ نبوی، ص ۱۳۱ / الوفا، ص ۴۸۹ / پنجمیر انسانیت، ص ۶۰۷ / الرحیق المختوم، ص ۴۲۳ -

۶ — الوفا، ص ۴۸۲، ۴۸۳ -

۷ — محمد عابد، سید، رحمت للعالمین، ص ۳۵۷، ۳۵۸ / الرحیق المختوم، ص ۴۲۵ -

- ۴۲۶ -

۸ — الرحیق المختوم، ص ۴۲۵ / الوفا، ص ۴۹۲ / خطباتِ نبوی، ص ۱۳۲ - ۱۳۷ -

- ۹ — الوفا۔ ص ۴۹۳ / خطباتِ نبویؐ۔ ص ۱۳۱ / الرجیق المختوم۔ ص ۴۲۵۔
- ۱۰ — خطباتِ نبویؐ۔ ص ۱۳۲، ۱۳۳ / انوارِ محمدیہ۔ ص ۶۸۹ / الرجیق المختوم۔ ص ۴۲۶ / الوفا۔ ص ۴۹۳، ۴۹۴ / محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمین۔ ص ۳۵۶۔
- ۱۱ — نقوش۔ رسولِ نمبر۔ جلد ۲۔ ص ۲۰۲۔
- ۱۲ — یہاں اس بات کی وضاحت نہیں کی کہ یہ کونسا دو شنبہ تھا (خطباتِ نبویؐ ص ۱۳۳، ۱۳۴۔)

۱۳ — حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اونچی آواز سے لوگوں سے جو باتیں کہیں وہ یہ تھیں کہ لوگوں کو دوزخ بھڑکانی لگتی ہے اور فتنے اندھیری رات کے ٹکڑوں کی طرح آتے دکھائی دیتے ہیں اور اللہ کی قسم میں نے تم کو کوئی چیز نہیں دی اور نہیں حلال کی، مگر وہی جو قرآن نے حلال کی اور میں نے تم پر کوئی چیز حرام نہیں کی مگر وہی جو قرآن نے حرام کی۔ جب آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنے کلام سے فارغ ہوئے تو ابو بکرؓ نے کہا یا رسول اللہؐ میں دیکھتا ہوں کہ آپ خدا کے فضل اور اس کی نعمت سے مالا مال ہو گئے جیسا کہ آپ چاہتے تھے۔ اس کے بعد آنحضرت (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) داخل حجرہ ہو گئے اور ابو بکرؓ اپنے گھر کو سدھارے۔ (خطباتِ نبویؐ۔ ص ۱۳۳، ۱۳۴۔)

- ۱۳ — محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمین۔ ص ۳۴۲، ۳۴۳۔
- ۱۵ — الرجیق المختوم۔ ص ۴۲۸ / الوفا۔ ص ۴۹۸ / محمد عابد، رحمۃ للعالمین۔ ص ۳۵۶، ۳۵۵۔
- ۱۶ — الرجیق المختوم۔ ص ۴۲۹ / الوفا۔ ص ۴۹۹۔
- ۱۷ — الوفا۔ ص ۸۰۳۔

ایک دن پہلے بروز اتوار نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے تمام غلام آزاد فرمادئے (الرجیق المختوم۔ ص ۴۲۹)۔

- ۱۸ — مدارج النبوت۔ جلد دوم۔ ص ۴۲۸ / الوفا۔ ص ۸۰۸۔

آخر وقت لب مبارک پہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سنے "نماز اور غلام"
(فقوش جلد ۲ - ص ۲۰۳)

- ۱۹ — عبد الصمد صارم - محمد رسول اللہ - ص ۳۶۰، ۳۶۱ / الرحیق المختوم - ص ۴۲۹ /
الوفا - ص ۸۰۱ / محمد عابد، سید - رحمة للعالمین - ص ۳۶۲ -
- ۲۰ — الوفا - ص ۸۰۲ / الرحیق المختوم - ص ۴۵۱ -
- ۲۱ — محمد عابد، رحمة للعالمین - ص ۳۶۲ -
- ۲۲ — مدارج النبوت - جلد دوم - ص ۴۲۹ / الوفا - ص ۸۱۰ -
- ۲۳ — محمد عابد، رحمة للعالمین - ص ۳۶۱ -
- ۲۴ — الرحیق المختوم - ص ۴۵۲ / الوفا - ص ۸۱۲ / محمد عابد، سید - رحمة للعالمین - ص ۳۶۹ -

حضرت یحییٰ بن یسویٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دو شنبہ کا
روزہ نہ چھوڑو۔ اس لیے کہ میں دو شنبہ کے روز پیدا ہوا، دو شنبہ کے روز وحی
بھیجی گئی۔ دو شنبہ کو میں نے ہجرت کی اور دو شنبہ کو میری وفات ہوگی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تمہارے نبیؐ دو شنبہ کو
پیدا ہوئے، دو شنبہ کو نبی بنائے گئے، دو شنبہ کے دن ہجرت کے لیے روانہ
ہوئے، مدینہ میں دو شنبہ کو پہنچے، دو شنبہ کے روز مکہ فتح کیا اور دو شنبہ کے
روز انتقال فرمایا۔ (المختصر الکبریٰ - جلد دوم - ص ۵۰۲)

۲۵ — فقوش - رسول نمبر - جلد ۲ - ص ۶۰ -

اسحاق علوی یوں وصاحت کرتے ہیں کہ پیغمبر اسلام کی تاریخ وفات میں اگرچہ
اختلاف ہے اور مورخین یکم ربیع الاول اور بعض ۲ کو ترجیح دیتے ہیں، حتیٰ کہ
واقعی کی کتاب المغازی میں بھی ۲ ربیع الاول مذکور ہے لیکن واقعی کی مشہور
روایت جس کو اکثر علماء نے قبول کیا ہے، ۱۲ ربیع الاول ہے۔ اس تاریخ

پر علماء کی ایک جماعت کثیر کا اتفاق ہے حتیٰ کہ شیعہ روایت بھی اس کی تائید میں ملتی ہے۔ کلینی میں ہے کہ تم قبص الحاشی عشرۃ لیلیۃ من ربيع الاول یوم الا نشین (البواب التاریخ) اس سے قطع نظر دو شنبہ کا دن جو متفق علیہ ہے، ۱۲ ربيع الاول کے علاوہ کسی اور تاریخ کو نہیں پڑتا۔ ندیم کو نہ ۲ کو۔ مارگو لیبیڈ نے دو شنبے کی، جون قرار دی ہے جو غلط ہے دو شنبہ ۸ جون ۶۳۲ء کو پڑتا ہے (نفوس، رسول نمبر، جلد ۲، ص ۲۰۳، ۲۰۴) (عاشیہ) / شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۶۸۶۔

۲۶ — الوفا۔ ص ۸۱۳، ۸۱۴

۲۷ — حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مدینہ میرا مقام ہجرت، میری جائے وفات اور میرا مقام حشر ہے (الخصائص الكبرى۔ جلد دوم۔ ص ۵۰۴۔)

۲۸ — الرحیق المختوم۔ ص ۷۵۵

۲۹ — الوفا۔ ص ۸۲۶

۳۰ — محمد عابد، سید۔ رحمۃ للعالمین۔ ص ۳۷۶

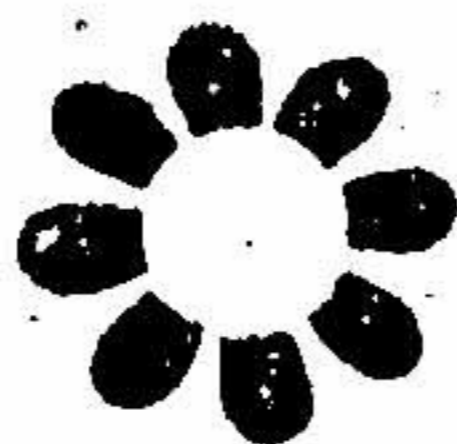
۳۱ — حضرت حسان بن علیؓ کے ایک شعر میں دو شنبہ کا ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں

بابی و اخی من شہدت وفاتہ فی یوم الا نشین النبی المہدی

ترجمہ:۔ نبی ہادی کی وہ ذات اقدس جن کے ذریعے پر میں دو شنبہ کے دن حاضر

ہوا۔ ان پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ (شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۶۹۰)

۳۲ — شیخ محمد رضا۔ محمد رسول اللہ۔ ص ۶۸۶، ۶۸۸، ۶۹۲۔



قرآنِ فرح

(اسلامی موضوعات پر دھنک رنگ مصنا میں)

شہناز کوثر کی اس تصنیف میں

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ پاک میں ربیع الاول کے مہینے میں ہونے والے ۳۹ واقعات کا تفصیلی ذکر ہے۔

عہد میں نعت کی اور نعت میں اظہارِ عجز کی صورتوں پر مصنا میں ہیں۔

احادیثِ مقدمہ کے حوالے سے مدنیہ طیبہ کی اہمیت پر بحث ہے۔

دردِ پاک کی اہمیت و فضیلت پر کئی مصنا میں دلائل و آویز انداز میں نئے زاویوں سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

انسان کے اشرف المخلوقات ہونے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے سانس کی نالی اور پھیپھڑے پر کلمہ طیبہ لکھا ہوا ہے۔

اسلامی تعلیمات میں عہد کی اہمیت پر بصیرت افروز معلومات دی گئی ہیں۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں کو فنا فی النار کر کے تختہ دار کو چومنے والے غازیوں کی مشترکہ خصوصیات کا تفصیلی تجزیہ ہے۔

کتابت و طباعت خوبصورت، سادہ و پرکار سرورق

۱۹۲ صفحات، قیمت پچاس روپے

اختر کتاب گھر

اظہر منزل - نیو شالامار کالونی - ملتان روڈ - لاہور ۵۴۵۰۰

فون ۱-۲۶۳۶۸۲

حضرت کا پچپن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

شہناز کوثر (ڈپٹی ایڈیٹر ماہنامہ "نعت" لاہور) کی زیر تہ تیغ کتاب

حس میں

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بچپن اور لڑکپن کے واقعات کا سال بہ سال ذکر کیا گیا ہے۔

سیرت نگاروں کی لغزشوں پر بے باکانہ گرفت کی گئی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعت کے بارے میں قلم کاروں کی بے احتیاطیوں کی نشاندہی ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پرورش کرنے والے دس بزرگوں کا پسلی بار تذکرہ کیا گیا ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نصف درجن منہ بولی ماؤں کا ذکر ہے۔

حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک شفیق بزرگ پر لگائے جانے والے الزامات کی حقیقت واضح کی گئی ہے۔

بچپن میں ظاہر ہونے والے معجزات کے حوالے سے اس مفروضے کی حقیقت ظاہر کی گئی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چالیس برس کی عمر میں نبوت عطا ہوئی۔

تجزیہ کیا گیا ہے کہ کیا حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاندان واقعی اتنا غریب تھا کہ کوئی دانی ادھر کا رخ نہیں کرتی تھی یا حضرت حلیمہؓ اس مقصد کے لیے چن لی گئی تھیں۔

ان شامل اللہ جلد زیور طباعت سے آراستہ ہوگی۔

ماخذ و مراجع

- ☆ "آستانہ" (ماہنامہ) دہلی۔ رسول نمبر۔ دسمبر ۱۹۵۳ء
- ☆ آنحضرتؐ بحیثیت پہ سالار۔ محمود خطاب شیش
- ☆ اردو دائرہ معارف اسلامیہ۔ جلد ۱۹
- ☆ ارض تمنا، مکہ و مدینہ۔ غلام الثقلین نقوی
- ☆ اسوۃ الرسول۔ جلد اول و دوم۔ سید اولاد حیدر فوق بنگلہ ای
- ☆ اسوۃ حسنہ۔ ابن تیم جوزی (اردو ترجمہ از عبد الرزاق طبع آبادی)
- ☆ اسوۃ حسنہ۔ قاضی محمد شریف
- ☆ اصح التیر۔ مولانا عبدالرؤف دانا پوری
- ☆ الانوار المحمدیہ۔ علامہ یوسف بن اسمعیل نبہانی (علامہ تسلانی کی "المواہب اللدنیہ"
- ☆ کی تلخیص۔ اردو ترجمہ از پروفیسر غلام ربانی عزیز)
- ☆ البدایہ والنہایہ۔ حصہ دوم
- ☆ التئور فی مولد السراج المنیر۔ امام عمر بن حسن محدث اندلسی
- ☆ الخصال الکبریٰ۔ جلد اول و دوم۔ امام مالک بدین سیوطی (اردو ترجمہ از راجا رشید
- ☆ محمود و سید حامد لطیف)
- ☆ الریحق المحموم۔ صفی مبارکپوری
- ☆ الرد الشافی الوافر۔ احمد بن حجر
- ☆ الرسول۔ باڈلے (اردو ترجمہ از ڈاکٹر ایم ایس تاز)
- ☆ السیرۃ النبویہ۔ ابی الفدا اسماعیل ابن کثیر۔ حصہ اول
- ☆ الغزوات الکبریٰ و معارک الفتح فی العراق و الشام و مصر۔ عبد الکریم غزال
- ☆ الفاروق۔ حصہ اول و دوم (کھل) شبلی نعمانی
- ☆ "الفقیہ"۔ امرتسر۔ میلاد نمبر ۱۹۳۲ء
- ☆ الحمد۔ میرزا حیرت دہلوی
- ☆ الشاہد۔ حکیم رحمان علی
- ☆ النبی الاطہر۔ علامہ عبد الرحمن ابن جوزی (اردو ترجمہ از علیم الدین نقشبندی)
- ☆ "النجم" (پندرہ روزہ) لکھنؤ۔ ربیع الاول ۱۳۳۱ھ
- ☆ "الوارث" (ماہنامہ) کراچی۔ اپریل ۱۹۹۱ء

- ☆ الوفا باحوال المصطفیٰ - عبدالرحمن ابن جوزی (اردو ترجمہ از مولانا محمد اشرف سیالوی)
- ☆ الوفا - عبدالرحمان ابن جوزی (اردو ترجمہ عبدالحمید شری)
- ☆ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ - میاں محمد سعید
- ☆ انوار جمال مصطفیٰ - مولانا شاہ نقی علی خاں
- ☆ بخاری شریف - جلد دوم - کتاب المغازی (اردو ترجمہ از اختر شاہ جہانپوری)
- ☆ بلوغ الابانی شرح الفتح الربانی - جلد دوم
- ☆ بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم - مولانا اللہ یار خاں
- ☆ بہاراں مسکراپیاں - صائم چشتی
- ☆ پاکستان سے دیار حرم - نسیم حجازی
- ☆ پیغمبر اعظم و آخر - ڈاکٹر نصیر احمد ناصر
- ☆ پیغمبر انسانیت - مولانا محمد جعفر شاہ پھلواری
- ☆ پیغمبر عالم - عبدالصمد رحمانی (یہ کتاب پہلے بھارت میں شائع ہوئی۔ پھر پاکستان میں مقبول اکیڈمی لاہور نے اسی نام سے اور مکتبہ عالیہ لاہور نے "حیات پیغمبر اعظم" کے نام سے شائع کی)
- ☆ تاریخ اسلام - محمد عاشق الہی میرٹھی
- ☆ تاریخ الخلفاء - امام جلال الدین سیوطی (اردو ترجمہ از محمد بشیر صدیقی)
- ☆ تاریخ الخلفاء - امام سیوطی (اردو ترجمہ از بشیر احمد انصاری)
- ☆ تاریخ المدینۃ المنورہ - محمد عبدالمعبود
- ☆ تاریخ مدینہ - شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اردو ترجمہ سید عرفان علی)
- ☆ تب و تاب جاودانہ - مفتی محمد سعید خاں
- ☆ تبرکات صدر الافاضل (مرتبہ غلام معین الدین نعیمی)
- ☆ تذکار صحابیات - طالب الهاشمی
- ☆ تذکرہ حجاز - بریگیڈیر گلزار احمد
- ☆ ترجمہ و تفسیر القرآن الکریم - حافظ سید فرمان علی
- ☆ تقویم تاریخی - مولانا سید عبدالقدوس ہاشمی
- ☆ تواریخ حبیب اللہ - مفتی عنایت احمد کاکوروی
- ☆ "توحید" (دوماہی) قم، ایران - اگست ستمبر ۱۹۹۱ء
- ☆ جامِ طہور - صابر براری

- ☆ جام نور۔ عزیز حاسپوری
- ☆ جمال مصطفیٰ۔ جلد اول، دوم، سوم، چہارم۔ عبد العزیز عرنی
- ☆ جنات النعیم فی ذکر نبی الکریم۔ نظام الدین محمد جعفری
- ☆ جوامع السیرة۔ امام ابن حزم طاہری (اردو ترجمہ از محمد سردار احمد)
- ☆ چودہ ستارے۔ سید نجم الحسن
- ☆ حافظ الاسلام۔ حصہ دوم۔ حافظ جونپوری
- ☆ حبیب خدا۔ مولانا اشرف علی تھانوی
- ☆ حرفِ ثا۔ محشرید ایوبی
- ☆ حضرت عائشہ۔ آغا اشرف
- ☆ حضرت عمر فاروق اعظم۔ محمد حسین بیگل
- ☆ حضرت محمدؐ نزول وحی سے ہجرت تک۔ جلد اول، دوم، سوم۔ علی اصغر چودھری
- ☆ حضرت محمد مصطفیٰ۔ شیخ عبدالرحمان چشتی (اردو ترجمہ از واحد بخش سیال)
- ☆ حضرت محمد مصطفیٰ۔ ادارہ ”در راہ حق“ قم
- ☆ حکایات صحابہؓ۔ سچی کہانیاں۔ مولانا محمد زکریا
- ☆ حیات الصحابہ۔ جلد اول و جلد سوم۔ مولانا محمد یوسف کاندھلوی
- ☆ حیات رسالت۔ راجا محمد شریف
- ☆ حیات رسول۔ ڈاکٹر کرنل محمد ایوب خاں
- ☆ حیات رسول۔ عارف بنالوی
- ☆ حیات طیبہ۔ عبدالحی
- ☆ حیات محمد۔ محمد حسین بیگل (اردو ترجمہ از ابو یحییٰ امام خاں نوشہروی)
- ☆ خاتم النبیین۔ نذیر احمد سیماب قریشی
- ☆ ”خاتونِ پاکستان“ (ماہنامہ) کراچی۔ رسول نمبر ۱۹۶۳ء
- ☆ خدا کی رحمت۔ خواجہ محمد مرتضیٰ
- ☆ خطبات رسول۔ محمد میاں صدیقی
- ☆ خطبات سیرت۔ حافظ محمد یونس
- ☆ خطبات نبوی۔ مولوی محمد عبداللہ
- ☆ دیوان سالک۔ مفتی احمد یار خاں سالک نعیمی
- ☆ ذکر النبی۔ بنت منظور حسین الہیہ ظریف احمد تھانوی

- ذکر حبیب۔ عبد الشکور فاروقی لکھنوی
 ذوقِ نعت۔ حسن رضا خان بریلوی
 راہِ عقیدت۔ مولانا محمد شفیع اوکاڑوی
 رحمتِ دو عالم۔ مولانا عطاء اللہ خان عطاء
 رحمتِ عالم۔ مولانا سید سلیمان ندوی
 رحمتہ للعالمین۔ جلد اول و دوم۔ قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری
 رحمتہ للعالمین۔ سید محمد عابد
 رسالتِ مآب۔ حصہ اول و دوم۔ مفتی عزیز الرحمن
 رسولِ اکرم کی سیاستِ خارجہ۔ محمد صدیق قریشی
 رسولِ اکرم کی سیاسی زندگی۔ ڈاکٹر حمید اللہ
 رسولِ الکلام فی بیان المولد والقیام۔
 رسول اللہ کا نظامِ زندگی۔ خواجہ عبدالقدوس صدیقی
 رسولِ رحمت۔ مولانا ابوالکلام آزاد
 رسولِ عربی۔ عمر ابو النصر (اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی)
 رسولِ کائنات۔ حکیم عبدالکریم ثمر
 رسولِ کریم۔ مولانا حفص الرحمن سیوہاری
 رسولِ کریم کی جنگی اسکیم۔ عبدالباری
 روحِ اسلام۔ سید امیر علی (اردو ترجمہ از محمد ہادی حسین)
 رہبرِ کامل۔ عبدالمجید سوہدروی
 سراپائے اقدس۔ حکیم غلام نبی
 سفرنامہ حرمین شریفین۔ حکیم محمد محی الدین حسین
 سرورِ القلوب بذکر المحبوب۔ مولانا تقی علی خان
 سرورِ الحرمین ترجمہ نور العیون۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی
 سرورِ عالم۔ محمد صالح نقشبندی
 سرورِ عالم کے سفر مبارک۔ محمد کلیم اراکین
 سوائے حرمین۔ محمد سعید اختر
 ”سیارہ ڈائجسٹ“۔ رسولِ نمبر۔ جلد اول و دوم
 سیرا الصحایات۔ مولانا سعید انصاری

- سیر الصحابیات مع اسوۃ صحابیات۔ مولانا سعید انصاری و عبد السلام ندوی
 سیر صحابہ۔ جلد دوم۔ مهاجرین۔ حصہ اول۔ شاہ معین الدین
 سیرت ابن اسحاق۔ (انگریزی ترجمہ از پروفسرانے کلیم)
 سیرۃ ابن ہشام (اردو ترجمہ عبد الجلیل صدیقی) جلد اول
 سیرت احمد مجتبیٰ۔ جلد اول و دوم۔ شاہ مصباح الدین کلکیا
 سیرۃ النبیؐ۔ جلد اول۔ مولانا شبلی نعمانی
 سیرت الرسول من القرآن۔ سید محمد رضوان اللہ و انتظام اللہ شہابی
 سیرت المصطفیٰ۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی
 سیرۃ المصطفیٰ۔ جلد اول و دوم۔ مولانا محمد اوریس کاندھلوی
 سیرت خاتم الانبیاء۔ مولانا مفتی محمد شفیع
 سیرت دحلانیہ۔ احمد بن زین دحلان (اردو ترجمہ از خاتم چشتی)
 سیرت رسول۔ صاحبزادہ ساجد الرحمان
 سیرت رسول اکرم۔ مولانا مفتی محمد شفیع
 سیرت رسول عربی۔ مولانا نور بخش توکلی
 سیرت سرور انبیاء۔ غلام احمد حریری
 سیرت سرور عالم۔ جلد اول و دوم۔ مولانا ابوالاعلیٰ مودودی
 سیرت سلمان۔ علامہ فضل احمد عارف
 سیرت سید الشہداء حضرت حمزہ۔ ابن عبد الشکور
 سیرت سید المرسلین۔ جلد اول۔ عبد المصطفیٰ محمد اشرف
 سیرت طیبہ۔ جلد اول و دوم۔ غلام ربانی عزیز
 سیرت طیبہ محمد رسول اللہ۔ عبد المتقدر فاضل فتحپوری
 سیرت عائشہ۔ سید سلیمان ندوی
 سیرت محمدی۔ سر سید احمد خاں
 سیرت محمدیہ۔ جلد اول و دوم۔ علامہ قسطلانی (اردو ترجمہ از عبد الجبار آصفی)
 سیرۃ مصطفیٰ۔ عبد العزیز ہزاروی
 سیرۃ مصطفیٰ۔ عبد المصطفیٰ اعظمی
 سیرت نبوی۔ ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی (اردو ترجمہ از منزل حسین فلاحی)
 سیرت نبوی رسول کریم۔ حفظ الرحمن سیوہاروی

- ☆ شرفُ النبیؐ۔ عبد المالك بن عثمان نیشاپوری (اردو ترجمہ از اقبال احمد فاروقی)
- ☆ شریف التواریخ۔ جلد اول۔ سید شریف احمد شرافت نوشاہی
- ☆ شواہد النبوة۔ علامہ عبد الرحمن جامی (اردو ترجمہ از بشیر حسین ناظم)
- ☆ شہدائے عہد نبویؐ۔ راجا محمد شریف
- ☆ صحابہ کا عشق رسولؐ۔ صوفی محمد اکرم رضوی
- ☆ صحابیاتؓ۔ علامہ نیاز فتحپوری
- ☆ ضیاء القرآن۔ جلد پنجم۔ پیر محمد کریم شاہ الازہری
- ☆ ”ضیائے حرم“ (ماہنامہ) لاہور۔ میلاد النبیؐ نمبر۔ نومبر و دسمبر ۱۹۸۹ء
- ☆ طبری۔ جلد دوم
- ☆ طبقات ابن سعد۔ حصہ چہارم
- ☆ عائشہؓ۔ علامہ جلال الدین سیوطی (اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی)
- ☆ علموا اولادکم محبہ رسول اللہ۔ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی
- ☆ عہد نبویؐ کا اسلامی تمدن۔ رضی الدین احمد فخری
- ☆ عہد نبویؐ کے غزوات و سرایا۔ ڈاکٹر رؤفہ اقبال
- ☆ عہد نبویؐ کے نادر واقعات۔ علی اصغر چودھری
- ☆ غزوات النبیؐ۔ مولانا نور بخش توکلی
- ☆ غزوات رسول اللہ۔ بریگیڈیر گلزار احمد
- ☆ غزوات نبویؐ۔ مصطفیٰ خان
- ☆ غلامان اسلام۔ مولانا سعید احمد
- ☆ غلامان محمدؐ۔ شیخ محمد احمد پانی پتی
- ☆ فروغِ ابدیت۔ جعفر سبحانی (اردو ترجمہ از نصیر حسین)
- ☆ فضائل محبوبہ محبوبہ خدا سیدہ عائشہ صدیقہ۔ قاضی غلام محمود ہزاروی
- ☆ ”فیض الاسلام“ (ماہنامہ) راولپنڈی۔ اگست ۱۹۹۱ء
- ☆ قرآن مجید۔ سورہ النساء۔ سورہ الغاشیہ
- ☆ قوسِ قزح۔ شہناز کوثر
- ☆ کاروانِ حجاز۔ ماہر القادری
- ☆ ”ماہ نو“ کراچی۔ سیرتِ پاک کے مضامین کا انتخاب
- ☆ مجموعہ نعت۔ حصہ دوم۔ مرتبہ انیس احمد نوری

- ☆ محبوبِ خدا۔ چودھری افضل حق
- ☆ "محفل" (ماہنامہ) لاہور۔ خیر البشر نمبر
- ☆ محمد رسول اللہ۔ شیخ محمد رضا (اردو ترجمہ از محمد عادل قدوسی)
- ☆ محمد رسول اللہ۔ عبدالصمد صادم
- ☆ محمد کی سرکار۔ سردار گوردت سنگھ دارا
- ☆ مختصر سیرۃ الرسول۔ عبد اللہ بن محمد بن عبد الوہاب (اردو ترجمہ از حافظ محمد اسحق)
- ☆ مدارج النبوت۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی (اردو ترجمہ از غلام معین الدین نعیمی)
- ☆ مدینۃ الرسول۔ ابوالنصر منظور احمد شاہ
- ☆ مرقع نبوت۔ آغا اشرف
- ☆ مسلم شریف
- ☆ مقام مصطفیٰ۔ ملک شیر محمد خاں اعوان
- ☆ "ملتان روڈ نیوز" (ہفتہ وار) لاہور۔ ۷۔ اگست ۱۹۹۰ء
- ☆ معارج النبوت۔ جلد دوم۔ ملا معین واعظ کاشفی (اردو ترجمہ از محمد اصغر فاروقی)
- ☆ معجزات سرور عالم۔ ولید الاعظمی (اردو ترجمہ از حافظ محمد ادریس)
- ☆ معراج انسانیت۔ غلام احمد پرویز
- ☆ مغازی الرسول۔ واقدی (اردو ترجمہ از بشارت علی خاں)
- ☆ مغازی رسول اللہ۔ عروہ بن زبیر (اردو ترجمہ از محمد سعید الرحمان علوی)
- ☆ مفردات القرآن۔ امام راغب اصفہانی (اردو ترجمہ از محمد عبدہ فیروز پوری)
- ☆ "مولوی" (ماہنامہ) دہلی۔ رسول نمبر۔ صفحہ ۱۳۵۱
- ☆ میرے حضور کے ویس میں۔ جاوید جمال ڈسکوی
- ☆ میرے سرکار۔ راجا رشید محمود
- ☆ میلاد نامہ اور رسولِ نبی۔ خواجہ حسن نظامی
- ☆ نبی امی۔ عمر ابوالنصر (اردو ترجمہ از شیخ محمد احمد پانی پتی)
- ☆ نبی رحمت۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی
- ☆ نبی کریم کی معاشی زندگی۔ ڈاکٹر نور محمد غفاری
- ☆ نبی نامہ عرف حملہ احمدی۔ جلد اول
- ☆ نشر الیب فی ذکر النبی الحبيب۔ مولانا اشرف علی تھانوی (یہی کتاب حبیبِ خدا کے نام سے بھی شائع کی گئی ہے)

نطق اللہلال بارسخ ولاد الحبيب والوصال۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی

”نعت“ (ماہنامہ) لاہور۔ اکتوبر ۱۹۸۸ء۔ ”میلاد النبی حصہ اول“

”نعت“۔ نومبر ۱۹۸۸ء۔ ”میلاد النبی حصہ دوم“

”نعت“۔ دسمبر ۱۹۸۸ء۔ ”میلاد النبی حصہ سوم“

”نعت“۔ مارچ ۱۹۸۹ء۔ ”معراج النبی۔ حصہ اول“

”نعت“۔ اپریل ۱۹۸۹ء۔ ”معراج النبی۔ حصہ دوم“

”نعت“۔ مئی ۱۹۹۱ء۔ ”شہیدان ناموس رسالت۔ حصہ پنجم“

”نعت“۔ اگست ۱۹۹۱ء۔ ”فیضانِ رضا“

نعت حافظ۔ مرتبہ راجا رشید محمود

نعت محل۔ سید محمد مرغوب اختر الحامدی

نغمہ ربانی۔ علامہ ضیاء القادری بدایونی

نغمہ روح۔ حافظ پبلی میسٹی

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد اول

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۲

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۳

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۵

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۷

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۱

”نقوش“۔ رسول نمبر۔ جلد ۱۳

ہادی عالم۔ محمد ولی رازی

ہمارے پیارے نبی۔ سید آل احمد رضوی

ہمارے حضور۔ امت اللہ تنیم (مولانا ابوالحسن علی ندوی کی ہمشیرہ)

یوم ولادتِ مصطفیٰ۔ سید محمد سلطان شاہ



حیاتِ طیبہ
ضیاء

پیر کے دن کی ہمہ رست

شہنشاہ کوثر

احمد علیا
انٹرنیشنل بیورو شاپس کالونی گھر
ملتان روڈ • - لاہور